لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ہے تیرے پاس کیا گالیوں کے سوا !!

سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی پیدائش 13؍فروری 1835 ء بروز جمعۃ المبارک بوقت نماز فجر قادیان میں ہوئی۔ آپ کے انتہائی پاکیزہ بچپن کے متعلق اپنوں اور غیروں کی شہادت موجود ہے۔کھیل کود کی عمر میں آپ کو اپنے ہم عمر سے یہ کہتے سنا گیا کہ ’’دُعا کر کہ خدا میرے نماز نصیب کرے‘‘ یہ چھوٹا سا جملہ ہماری آنکھوں کو نم اور دل کو گداز کرتا ہے کہ الٰہی تیرے اس بندے کے دل میں نماز کے لئے کتنی تڑپ تھی۔آپ اسلام کی محبت لیکر جوان ہوئے۔ شریعت کے دلدادہ تھے۔آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ بےمثل۔قرآن مجید سے بے انتہا محبت کرنے والے۔نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے آپ کو رؤیا وکشوف اور وحی والہام کے انعام سے سرفراز فرمایا۔آپ نے اپنے بہت پیار کرنے والے خُدا سے خبر پاکر پیشگوئیاں کیں اور نشانات دکھائے۔اپنے اور بیگانے سب اس کے گواہ ہیں۔

اسلام کی محبت کا ایک سیلاب آپ کے دل میں موجزن تھا۔آپ نے اسلام کا دفاع، ایسے وقت میں جبکہ سبھی مذہب اس پر پل پڑے تھے، اِس زور اور قوّت کے ساتھ کیا کہ جان بچا کر بھاگ جانے میں ہی سب نے عافیت سمجھی۔اسلام کی ایسی محبت اور ایسی خدمت کی نظیر پیش کرنا کسی کے بس کی بات نہیں۔بڑے بڑے نامی گرامی علماء اس کا اعتراف کر چکے ہیں مثلاً مولانا ابوالکلام آزاد مدیر اخبار ’’وکیل‘‘ امرتسر- مرزا حیرت دہلوی مدیر ’’کرزن گزٹ‘‘ دہلی - مولوی محمد شریف صاحب بنگلوری مدیر ’’منشور محمدی‘‘ بنگلور-مولوی محمد حسین بٹالوی مدیر ’’اشاعۃ السنّۃ وغیرھم۔

لدھیانہ کے مشہور ومعروف صوفی حضرت احمد جان صاحب نے تو یہاں تک کہا :

ہم مریضوں کی ہے تمہیں پہ نظر
تم مسیحا بنو خدا کے لئے

1889 میں آپ نے اللہ کے اذن سے بیعت کا آغاز فرمایا اور جماعت کی بنیاد ڈالی۔اللہ جل شانہٗ نے جب آپ کو یہ بشارت دی کہ جس مسیح ابن مریم کے آنے کا مسلمان انتظار کر رہے ہیں وہ فوت ہوگئے ہیں اُن کے رنگ میں ہو کر تُو اس زمانے کا مسیح ہے، تو آپ نے 1890 میں مسیح موعود ہونے کا اعلان فرمایا۔مسیح موعود ہونے کا دعویٰ آپ نے کیا کیا پوری دنیا آپ کی مخالف ہوگئی۔دوست دشمن ہوگئے اور خون کے پیاسے۔کفر کے فتووں اور گالیوں کی جھڑی لگ گئی۔ وہ دن اور آج کا دن یہ سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوا۔جس قدر الزامات اور اتہامات آپ کی ذات اقدس پر لگائے جاسکتے تھے لگائے گئے۔جس قدر گالیاں دی جاسکتی تھیں دی گئیں۔اس کام میں سب سے بڑھ کر بدبخت فرقہ مولویان نے اپنا حصہ ڈالا۔

روزنامہ ’’ہمارا سماج‘‘ دہلی 5 فروری 2014 میرے سامنے ہے۔اس کے صفحہ 5 کے گیسٹ کالم میں عبدالمعید مدنی کا مضمون شائع ہوا ہے۔مضمون کیا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام، آپؑ کے خلفا اور اصحاب کو جی بھر کر اور دل کھول کر گالیاں دی گئی ہیں۔وہ بھی کائنات کی بدترین اور غلیظ ترین گالیاں۔ایسا ہونا ہی تھا کیونکہ سرکارِ دوجہاںؐ نے پیشگوئی فرمائی تھی کہ آخری زمانہ کے ’’علماء‘‘ آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہوں گے۔بدترین گالی تو پھر بدترین مخلوق ہی دے سکتی ہے۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں :

يُوْشِكُ اَنْ يَّاْتِيَ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبْقٰى مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اسْمُهٗ وَلَا يَبْقٰى مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُهٗ مَسَاجِدُهُمْ عَامِرَةٌ وَهِيَ خَرَابٌ مِنَ الْهُدٰى عُلَمَآءُهُمْ شَرُّ مَنْ تَحْتَ اَدِيْمِ السَّمَآءِ مِنْ عِنْدِهِمْ تَخْرُجُ الْفِتْنَةُ وَفِيْهِمْ تَعُوْدُ -

(رَوَاهُ الْبيهقي فی شعب الایمان، مشکوٰۃ کتاب العلم الفصل الثالث صفحہ 38 کنز العمال جلد 6 صفحہ 43)

حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب ایسا زمانہ آئے گا کہ اسلام کا صرف نام باقی رہ جائے گا۔قرآن کے صرف الفاظ باقی رہ جائیں گے۔اس زمانہ کے لوگوں کی مسجدیں بظاہر تو آباد نظر آئیں گی لیکن ہدایت سے خالی ہوں گی ان کے علماء آسمان کے نیچے بسنے والی مخلوق میں سے بدترین مخلوق ہوں گے ان میں سے ہی فتنے اُٹھیں گے اور ان میں ہی لوٹ

ہفت روزہ بدر ’’مسیح موعود نمبر‘‘

فہرست مضامین

جائیں گے یعنی تمام خرابیوں کا وہی سرچشمہ ہوں گے۔

قارئین! سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان الفاظ پر غور فرمائیں ’’آسمان کے نیچے بسنے والی مخلوق میں سے بدترین مخلوق‘‘ یہ پیشگوئی اس زمانہ کے مولویوں کے متعلق تھی جو بڑی شان کے ساتھ پوری ہو رہی ہے۔

ہم اہل بصیرت کی خدمت میں عرض گزار ہیں کہ خدارا غور فرمائیے! کیا ان مولویوں کے پاس صرف کفر کے فتوے رہ گئے ہیں؟ صرف غصّہ اور غضب ہی ان کے پاس بچا رہ گیا ہے؟ صرف گالی گلوچ ہے؟ صرف دشنام دہی اور سبّ وشتم ہے؟ کیا ان کے مقدر میں صرف کُڑھنا، جلنا اور تلملانا ہے؟ کیا اسلام کی محبت کا دم بھرنے والوں کے پاس صرف یہی غیر اسلامی ردّی متاع ہیں۔شاید ہاں! کیونکہ گالیوں کے علاوہ اِنہوں نے کچھ دے کر نہیں دکھایا اور کچھ کر کے نہیں بتایا۔

عمل کی قوّت ان سے مفقود ہے، اخلاق کے زیور سے یہ عاری ہیں، کیا یہ اسلام کی خدمت کا عظیم الشان فریضہ ادا کر سکتے ہیں؟ علم وعمل کا میدان یہ ہار چکے ہیں۔دلائل وبراہین سے ان کو دُور کا بھی واسطہ نہیں۔ان کے لچھن بتاتے ہیں کہ یہ جھوٹے ہیں۔اگر یہ جھوٹے ہیں، ہاں ہم خدا کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ یہ اپنے اعتراضات اور اتہامات میں جھوٹے ہیں تو پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام یقیناً اپنے دعویٰ میں سچے ہیں۔

☆ کفر کے فتوے لگا کر یہ مولوی سمجھتے ہیں کہ ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جھوٹا ثابت کر دیا۔یہ بالکل غلط ہے۔اس کفر کے فتوے میں ہی آپ کی صداقت چھپی ہوئی ہے۔ ہر نبی پر کفر کے فتوے لگے اور اس کی مخالفت کی گئی۔کوئی ایک نظیر ایسی پیش کرو جس پر کفر کے فتوے نہ لگے ہوں اور جس سے تمسخر نہ کیا گیا ہو۔

وہ اک حسین تھا اس عہد کے حسینوں میں ......☆...... اُسے تو لاکھوں نے کافر قرار دینا تھا

☆ ان کی گالیوں کے جواب میں ہمارا طرزِ عمل یہ ہے :

گالیاں سُن کے دُعا دیتا ہوں ان لوگوں کو ......☆...... رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے

(باقی صفحہ ۲۷ پر ملاحظہ فرمائیں)

''اس قادر اور سچے اور کامل خدا کو ہماری روح اور ہمارا ذرہ ذرہ وجود کا سجدہ کرتا ہے''

(ارشادات سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے۔ ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں۔ کیونکہ ہم نے اس کو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے۔ اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے۔ اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ اے محرومو! اس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا۔ یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا۔ میں کیا کروں اور کس طرح اس خوش خبری کو دلوں میں بٹھا دوں۔ کس دف سے میں بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے۔ تا لوگ سن لیں۔ اور کس دوا سے میں علاج کروں تا سننے کیلئے لوگوں کے کان کھلیں۔ اگر تم خدا کے ہو جاؤ گے تو یقیناً سمجھو کہ خدا تمہارا ہی ہے...... خدا ایک پیارا خزانہ ہے اُس کی قدر کرو کہ وہ تمہارے ہر ایک قدم میں تمہارا مددگار ہے۔ تم بغیر اُس کے کچھ بھی نہیں۔ (کشتی نوح صفحہ 30، رُوحانی خزائن جلد 19)

خدا آسمان و زمین کا نور ہے۔ یعنی ہر ایک نور جو بلندی اور پستی میں نظر آتا ہے۔ خواہ وہ ارواح میں ہے۔ خواہ اجسام میں اور خواہ ذاتی ہے اور خواہ عرضی اور خواہ ظاہری ہے اور خواہ باطنی اور خواہ ذہنی ہے خواہ خارجی۔ اسی کے فیض کا عطیہ ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت رب العالمین کا فیض عام ہر چیز پر محیط ہو رہا ہے اور کوئی اس کے فیض سے خالی نہیں۔ وہی تمام فیوض کا مبدء ہے اور تمام انوار کا علت العلل اور تمام رحمتوں کا سرچشمہ ہے۔ اسی کی ہستی حقیقی تمام عالم کی قیوم اور تمام زیروزبر کی پناہ ہے۔ وہی ہے جس نے ہر یک چیز کو ظلمت خانہ عدم سے باہر نکالا اور خلعت وجود بخشا۔ بجز اس کے کوئی ایسا وجود نہیں ہے کہ جو فی حد ذاتہ واجب اور قدیم ہو۔ یا اس سے مستفیض نہ ہو بلکہ خاک اور افلاک اور انسان اور حیوان اور حجر اور شجر اور روح اور جسم سب اُسی کے فیضان سے وجود پذیر ہیں۔

(براہین احمدیہ حصہ سوم صفحہ 191-192 حاشیہ)

اسلام کا خدا وہی سچا خدا ہے جو آئینہ قانونِ قدرت اور صحیفۂ فطرت سے نظر آرہا ہے۔ اسلام نے کوئی نیا خدا پیش نہیں کیا بلکہ وہی خدا پیش کیا ہے جو انسان کا نورِ قلب اور انسان کا کانشنس اور زمین و آسمان پیش کر رہا ہے۔

(تبلیغ رسالت جلد ششم صفحہ 15، بحوالہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی اپنی تحریروں کی رُو سے صفحہ 219)

اس قادر اور سچے اور کامل خدا کو ہماری روح اور ہمارا ذرہ ذرہ وجود کا سجدہ کرتا ہے۔ جسکے ہاتھ سے ہر ایک روح اور ہر ایک ذرہ مخلوقات کا مع اپنی تمام قویٰ کے ظہور پذیر ہوا۔ اور جس کے وجود سے ہر ایک وجود قائم ہے۔ اور کوئی چیز نہ اس کے علم سے باہر ہے اور نہ اُس کے تصرف سے۔ نہ اُس کے خَلق سے۔ اور ہزاروں درود اور سلام اور رحمتیں اور برکتیں اُس پاک نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوں جس کے ذریعہ سے ہم نے وہ زندہ خدا پایا۔ جو آپ کلام کر کے اپنی ہستی کا آپ ہمیں نشان دیتا ہے اور آپ فوق العادت نشان دکھلا کر اپنی قدیم اور کامل طاقتوں اور قوتوں کا ہم کو چمکنے والا چہرہ دکھاتا ہے۔ سو ہم نے ایسے رسول کو پایا جس نے خدا کو ہمیں دکھلایا۔ اور ایسے خدا کو پایا جس نے اپنی کامل طاقت سے ہر ایک چیز کو بنایا۔ اس کی قدرت کیا ہی عظمت اپنے اندر رکھتی ہے جس کے بغیر کسی چیز نے نقش وجود نہیں پکڑا۔ اور جس کے سہارے کے بغیر کوئی چیز قائم نہیں رہ سکتی۔ وہ ہمارا سچا خدا بیشمار برکتوں والا ہے۔ اور بیشمار قدرتوں والا اور بیشمار حسن والا احسان والا اُس کے سوا کوئی اور خدا نہیں۔ (نسیم دعوت صفحہ 2، رُوحانی خزائن جلد 19)

ہمارا زندہ حیّ و قیوم خدا ہم سے انسان کی طرح باتیں کرتا ہے۔ ہم ایک بات پوچھتے اور دُعا کرتے ہیں تو وہ قدرت کے بھرے ہوئے الفاظ کے ساتھ جواب دیتا ہے۔ اگر یہ سلسلہ ہزار مرتبہ تک بھی جاری رہے تب بھی وہ جواب دینے سے اعراض نہیں کرتا۔ وہ اپنے کلام میں عجیب در عجیب غیب کی باتیں ظاہر کرتا ہے۔ اور خارق عادت قدرتوں کے نظارے دکھلاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ یقین کرا دیتا ہے کہ وہ وہی ہے۔ جس کو خدا کہنا چاہئے۔ دُعائیں قبول کرتا ہے۔ اور قبول کرنے کی اطلاع دیتا ہے۔ وہ بڑی بڑی مشکلات حل کرتا ہے۔ اور جو مُردوں کی طرح بیمار ہوں ان کو بھی کثرتِ دُعا سے زندہ کر دیتا ہے۔ اور یہ سب ارادے قبل از وقت اپنے کلام سے بتلا دیتا ہے۔ خدا وہی خدا ہے۔ جو ہمارا خدا ہے وہ اپنے کلام سے جو آئندہ کے واقعات پر مشتمل ہوتا ہے ہم پر ثابت کرتا ہے کہ زمین و آسمان کا وہی خدا ہے۔ وہی ہے جس نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ مَیں تجھے طاعون کی موت سے بچاؤں گا۔ اس زمانہ میں کون ہے جس نے میرے سوا ایسا الہام شائع کیا۔ اور اپنے نفس اور اپنی بیوی اور اپنے بچوں اور دوسرے نیک انسانوں کیلئے جو اس کی چار دیواری کے اندر رہتے ہیں خدا کی ذمہ داری ظاہر کی۔ (نسیم دعوت صفحہ 82)

ہے عجب جلوہ تری قدرت کا پیارے ہر طرف
جس طرف دیکھیں وہی رہ ہے ترے دیدار کا

اللہ تعالیٰ کی محبت میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا پاکیزہ منظوم کلام

کس قدر ظاہر ہے نور اُس مبدء الانوار کا　بن رہا ہے سارا عالم آئینہ ابصار کا

چاند کو کل دیکھ کر میں سخت بے کل ہو گیا　کیونکہ کچھ کچھ تھا نشاں اس میں جمال یار کا

اُس بہارِ حُسن کا دل میں ہمارے جوش ہے　مت کرو کچھ ذکر ہم سے تُرک یا تاتار کا

ہے عجب جلوہ تری قدرت کا پیارے ہر طرف　جس طرف دیکھیں وہی رہ ہے ترے دیدار کا

چشمۂ خورشید میں موجیں تری مشہود ہیں　ہر ستارے میں تماشا ہے تری چمکار کا

تو نے خود روحوں پہ اپنے ہاتھ سے چھڑکا نمک　اس سے ہے شور محبت عاشقان زار کا

کیا عجب تو نے ہر اک ذرّہ میں رکھے ہیں خواص　کون پڑھ سکتا ہے سارا دفتر اُن اسرار کا

تیری قدرت کا کوئی بھی انتہا پاتا نہیں　کس سے کھل سکتا ہے پیچ اس عقدۂ دشوار کا

خوبرویوں میں ملاحت ہے ترے اس حسن کی　ہر گل و گلشن میں ہے رنگ اُس تری گلزار کا

چشم مست ہر حسیں ہر دم دکھاتی ہے تجھے　ہاتھ ہے تیری طرف ہر گیسوئے خم دار کا

آنکھ کے اندھوں کو حائل ہو گئے سو سو حجاب　ورنہ تھا قبلہ ترا رُخ کافر و دیندار کا

ہیں تری پیاری نگاہیں دلبرا اِک تیغ تیز　جن سے کٹ جاتا ہے سب جھگڑا غمِ اغیار کا

تیرے ملنے کیلئے ہم مل گئے ہیں خاک میں　تا مگر درماں ہو کچھ اِس ہجر کے آزار کا

ایک دم بھی کل نہیں پڑتی مجھے تیرے سوا　جاں گھٹی جاتی ہے جیسے دل گھٹے بیمار کا

شور کیسا ہے ترے کوچہ میں لے جلدی خبر　خوں نہ ہو جائے کسی دیوانہ مجنوں وار کا

’’ہمیشہ کی روحانی زندگی والا نبی اور جلال اور تقدس کے تخت پر بیٹھنے والا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے‘‘

(ارشادات سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

وہ اعلیٰ درجہ کا نور جو انسان کو دیا گیا یعنی انسان کامل کو وہ ملائک میں نہیں تھا نجوم میں نہیں تھا قمر میں نہیں تھا آفتاب میں بھی نہیں تھا وہ زمین کے سمندروں اور دریاؤں میں بھی نہیں تھا۔ وہ لعل اور یاقوت اور زمرد اور الماس اور موتی میں بھی نہیں تھا غرض وہ کسی چیز ارضی اور سماوی میں نہیں تھا صرف انسان میں تھا یعنی انسان کامل میں جس کا اتم اور اکمل اور اعلیٰ اور ارفع فرد ہمارے سیّد و مولیٰ سیّد الانبیاء سیّد الاحیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ سو وہ نُور اس انسان کو دیا گیا اور حسب مراتب اس کے تمام ہم رنگوں کو بھی یعنی ان لوگوں کو بھی جو کسی قدر وہی رنگ رکھتے ہیں (آئینہ کمالات اسلام صفحہ 160-161)

مَیں ہمیشہ تعجب کی نگہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمد ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اُس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے۔ اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہوسکتا اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اُس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دنیا سے گم ہوچکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا۔ اُس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی اِس لئے خدا نے جو اُس کے دل کے راز کا واقف تھا اُس کو تمام انبیاء اور تمام اوّلین و آخرین پر فضیلت بخشی اور اُس کی مرادیں اُس کی زندگی میں اُس کو دیں۔ وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے اور وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اُس کے کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے۔ وہ انسان نہیں ہے بلکہ ذُرّیتِ شیطان ہے کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کُنجی اُس کو دی گئی ہے اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اُس کو عطا کیا گیا ہے۔ جو اُس کے ذریعہ سے نہیں پاتا وہ محروم ازلی ہے۔ ہم کیا چیز ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے۔ ہم کافر نعمت ہوں گے اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحید حقیقی ہم نے اِسی نبی کے ذریعہ سے پائی اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اِسی کامل نبی کے ذریعہ سے اور اسکے نُور سے ملی ہے اور خدا کے مکالمات اور مخاطبات کا شرف بھی جس سے ہم اُس کا چہرہ دیکھتے ہیں اِسی بزرگ نبی کے ذریعہ سے ہمیں میسر آیا ہے اس آفتاب ہدایت کی شعاع دھوپ کی طرح ہم پر پڑتی ہے اور اُسی وقت تک ہم منوّر رہ سکتے ہیں جب تک کہ ہم اُس کے مقابل پر کھڑے ہیں۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ 115-116)

اے وہ تمام لوگو جو زمین پر رہتے ہو اور اے تمام وہ انسانی روحو جو مشرق اور مغرب میں آباد ہو میں پورے زور کے ساتھ آپ کو اس طرف دعوت کرتا ہوں کہ اب زمین پر سچا مذہب صرف اسلام ہے اور سچا خدا بھی وہی خدا ہے جو قرآن نے بیان کیا ہے اور ہمیشہ کی روحانی زندگی والا نبی اور جلال اور تقدس کے تخت پر بیٹھنے والا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، جس کی رُوحانی زندگی اور پاک جلال کا ہمیں یہ ثبوت ملا ہے کہ اس کی پیروی اور محبت سے ہم رُوح القدس اور خدا کے مکالمہ اور آسمانی نشانوں کے انعام پاتے ہیں۔

(تریاق القلوب صفحہ 11 روحانی خزائن جلد 15)

کیا یہ سچ نہیں کہ تھوڑے ہی عرصہ میں اس ملک ہند میں ایک لاکھ کے قریب لوگوں نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا۔ اور چھ ۶ کروڑ اور کسی قدر زیادہ اسلام کے مخالف کتابیں تالیف ہوئیں اور بڑے بڑے شریف خاندانوں کے لوگ اپنے پاک مذہب کو کھو بیٹھے یہاں تک کہ وہ جو آلِ رسول کہلاتے تھے وہ عیسائیت کا جامہ پہن کر دشمن رسول بن گئے اور اس قدر بدگوئی اور اہانت اور دُشنام دہی کی کتابیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں چھاپی گئیں اور شائع کی گئیں کہ جن کے سننے سے بدن پر لرزہ پڑتا اور دل رو رو کر یہ گواہی دیتا ہے کہ اگر یہ لوگ ہمارے بچوں کو ہماری آنکھوں کے سامنے قتل کرتے اور ہمارے جانی اور دلی عزیزوں کو جو دنیا کے عزیز ہیں ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتے اور ہمیں بڑی ذلت سے جان سے مارتے اور ہمارے تمام اموال پر قبضہ کر لیتے تو واللہ ثم واللہ ہمیں رنج نہ ہوتا اور اس قدر کبھی دل نہ دکھتا جو ان گالیوں اور اس توہین سے جو ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کی گئی دُکھا۔ (آئینہ کمالات اسلام صفحہ 51-52)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں
حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا پاکیزہ منظوم کلام

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نُور سارا
نام اُس کا ہے محمد دلبر مرا یہی ہے
سب پاک ہیں پیمبر اِک دوسرے سے بہتر
لیک از خدائے برتر خیرالوریٰ یہی ہے
پہلوں سے خوب تر ہے خوبی میں اِک قمر ہے
اُس پر ہر اک نظر ہے بدرالدّجیٰ یہی ہے
پہلے تو رہ میں ہارے پار اِس نے ہیں اُتارے
مَیں جاؤں اِس کے وارے بس ناخدا یہی ہے
پَردے جو تھے ہٹائے اندر کی رہ دکھائے
دِل یار سے ملائے وہ آشنا یہی ہے
وہ یارِ لامکانی وہ دلبرِ نہانی
دیکھا ہے ہم نے اُس سے بس رہنما یہی ہے
وہ آج شاہِ دیں ہے وہ تاجِ مرسلیں ہے
وہ طیّب وامیں ہے اُس کی ثنا یہی ہے
حق سے جو حکم آئے اُس نے وہ کر دکھائے
جو راز تھے بتائے نِعم العطا یہی ہے
آنکھ اُس کی دُوربیں ہے دِل یار سے قریں ہے
ہاتھوں میں شمع دیں ہے عین الضیا یہی ہے
جو راز دیں تھے بھارے اُس نے بتائے سارے
دولت کا دینے والا فرماں روا یہی ہے
اُس نُور پر فدا ہوں اُس کا ہی مَیں ہوا ہوں
وہ ہے مَیں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے
وہ دلبرِ یگانہ علموں کا ہے خزانہ
باقی ہے سب فسانہ سچ بے خطا یہی ہے
سب ہم نے اُس سے پایا شاہد ہے تُو خدایا
وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے

❁❁❁

''جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزّت پائیں گے''

(ارشادات سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص قرآن کے سات سو حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے پر بند کرتا ہے۔ حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں اور باقی سب اس کے ظل تھے۔ سو تم قرآن کو تدبّر سے پڑھو۔ اور اُس سے بہت ہی پیار کرو۔ ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو۔ کیونکہ جیسا کہ خدا نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا اَلْخَیْرُ کُلُّہٗ فِی الْقُرْاٰنِ کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں۔ یہی بات سچ ہے۔ افسوس اُن لوگوں پر جو کسی اور چیز کو اُس پر مقدم رکھتے ہیں۔ تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے۔ کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی۔ تمہارے ایمان کا مصدق یا مکذب قیامت کے دن قرآن ہے۔ اور بجز قرآن کے آسمان کے نیچے اور کوئی کتاب نہیں جو بلا واسطہ قرآن تمہیں ہدایت دے سکے۔ خدا نے تم پر بہت احسان کیا ہے جو قرآن جیسی کتاب تمہیں عنایت کی۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ کتاب جو تم پر پڑھی گئی اگر عیسائیوں پر پڑھی جاتی تو وہ ہلاک نہ ہوتے۔ اور یہ نعمت اور ہدایت جو تمہیں دی گئی۔ اگر بجائے توریت کے یہودیوں کو دی جاتی تو بعض فرقے ان کے قیامت سے منکر نہ ہوتے۔ پس اس نعمت کی قدر کرو جو تمہیں دی گئی۔ یہ نہایت پیاری نعمت ہے۔ یہ بڑی دولت ہے۔ اگر قرآن نہ آتا تو تمام دنیا ایک گندے مضغہ کی طرح تھی۔ قرآن وہ کتاب ہے جس کے مقابل پر تمام ہدایتیں ہیچ ہیں۔ (کشتی نوح، رُوحانی خزائن جلد 19 صفحہ 26-27 مطبوعہ ربوہ)

قرآن شریف وہ کتاب ہے جس نے اپنی عظمتوں اپنی حکمتوں اپنی صداقتوں اپنی بلاغتوں اپنے لطائف و نکات اپنے انوارِ روحانی کا آپ دعویٰ کیا ہے اور اپنا بے نظیر ہونا آپ ظاہر فرما دیا ہے۔ یہ بات ہرگز نہیں کہ صرف مسلمانوں نے فقط اپنے خیال میں اس کی خوبیوں کو قرار دے دیا ہے بلکہ وہ تو خود اپنی خوبیوں اور اپنے کمالات کو بیان فرماتا ہے اور اپنا بے مثل و مانند ہونا تمام مخلوقات کے مقابلہ پر پیش کر رہا ہے اور بلند آواز سے ھل من معارض کا نقارہ بجا رہا ہے اور دقائق حقائق اس کے صرف دو تین نہیں جس میں کوئی نادان شک بھی کرے بلکہ اس کے دقائق تو بحرِ ذخّار کی طرح جوش مار رہے ہیں اور آسمان کے ستاروں کی طرح جہاں نظر ڈالو چمکتے نظر آتے ہیں۔ کوئی صداقت نہیں جو اُس سے باہر ہو کوئی حکمت نہیں جو اس کے محیط بیان سے رہ گئی ہو۔ کوئی نور نہیں جو اس کی متابعت سے نہ ملتا ہو اور یہ باتیں بلا ثبوت نہیں۔ کوئی ایسا امر نہیں جو صرف زبان سے کہا جاتا ہے بلکہ یہ وہ متحقق اور بدیہی الثبوت صداقت ہے کہ جو تیرہ سو برس سے برابر اپنی روشنی دکھلاتی چلی آئی ہے اور ہم نے بھی اس صداقت کو اپنی اس کتاب میں نہایت تفصیل سے لکھا ہے اور دقائق اور معارف قرآنی کو اس قدر بیان کیا ہے کہ جو ایک طالب صادق کی تسلی اور تشفی کے لئے بحرِ عظیم کی طرح جوش مار رہے ہیں۔ (براہین احمدیہ صفحہ 640، 643 حاشیہ 11)

تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑ دو۔ کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے۔ جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزّت پائیں گے۔ جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے۔ اُن کو آسمان پر مقدم رکھا جائے گا۔ نوع انسان کیلئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں۔ مگر قرآن اور تمام آدم زادوں کیلئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں۔ مگر محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو۔ تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ۔ (کشتی نوح، رُوحانی خزائن جلد 19 صفحہ 13، 14 مطبوعہ ربوہ)

قُرآن شریف کی محبت میں
حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا پاکیزہ منظوم کلام

جمال و حسن قرآں نور جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے
نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا
بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلامِ پاک رحماں ہے
بہار جاوداں پیدا ہے اس کی ہر عبارت میں
نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اس سا کوئی بستاں ہے
کلام پاک یزداں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز
اگر لولوئے عماں ہے وگر لعل بدخشاں ہے
خدا کے قول سے قول بشر کیونکر برابر ہو
وہاں قدرت یہاں درماندگی فرق نمایاں ہے
ملائک جس کی حضرت میں کریں اقرار لاعلمی
سخن میں اس کے ہمتائی کہاں مقدور انساں ہے
بنا سکتا نہیں اک پاؤں کیڑے کا بشر ہرگز
تو پھر کیونکر بنانا نور حق کا اُس پہ آساں ہے
ارے لوگو کرو کچھ پاس شان کبریائی کا
زباں کو تھام لو اب بھی اگر کچھ بوئے ایماں ہے
خدا سے غیر کو ہمتا بنانا سخت کفراں ہے
خدا سے کچھ ڈرو یارو یہ کیسا کذب و بہتاں ہے
اگر اقرار ہے تم کو خدا کی ذات واحد کا
توپھر کیوں اسقدر دل میں تمہارے شرک پنہاں ہے
یہ کیسے پڑ گئے دل پر تمہارے جہل کے پردے
خطا کرتے ہو باز آؤ اگر کچھ خوف یزداں ہے
ہمیں کچھ کیں نہیں بھائیو! نصیحت ہے غریبانہ
کوئی جو پاک دل ہووے دل وجاں اُس پہ قرباں ہے

❀❀❀

خطبہ جمعہ

اعمال کی اصلاح کے بارے میں جو چیزیں روک بنتی ہیں یا اثر انداز ہوتی ہیں اُن میں سے سب سے پہلی چیز لوگوں کا یہ احساس ہے کہ کوئی گناہ بڑا ہے اور کوئی گناہ چھوٹا۔

ہر نیکی اور گناہ کا معیار ہر شخص کی حالت کے مطابق ہے اور مختلف حالتوں میں مختلف لوگوں کے عمل اُس کے لئے نیکی اور بدی کی تعریف بتلا دیتے ہیں۔ پس جب تک یہ خیال رہے کہ فلاں بدی بڑی ہے اور فلاں چھوٹی ہے اور فلاں نیکی بڑی ہے اور فلاں نیکی چھوٹی ہے، اُس وقت تک انسان نہ بدیوں سے بچ سکتا ہے نہ نیکیوں کی توفیق پا سکتا ہے

اگر ہم نے اپنی اصلاح کرنی ہے تو ہمیشہ یہ بات سامنے رکھنے کی ضرورت ہے کہ ہر نیکی کو اختیار کرنے اور ہر بدی سے بچنے کی کوشش کرنی ہوگی۔ ہماری خودساختہ تعریفیں ہمیں نیکیوں پر قدم مارنے والا اور بدیوں سے روکنے والا نہیں بنائیں گی۔

کسی ایک بدی یا بدیوں کا خاتمہ تبھی ہو سکتا ہے جب سب مل کر بھرپور کوشش کریں۔ جماعت کا ہر فرد جو ہے وہ اس کے لئے کوشش کرے۔

پس برائیوں کو روکنے اور نیکیوں کو قائم کرنے کے لئے معاشرے کے ہر فرد کے احساس کو اجاگر کرنے کی ضرورت ہے کہ معمولی نیکی بھی بڑی نیکی ہے اور معمولی بدی بھی بڑا گناہ ہے۔ جب تک ہم میں سے ہر ایک میں یہ احساس پیدا نہیں ہوگا اور اُس کے لئے کوشش نہیں ہوگی معاشرے میں بدیاں قائم رہیں گی اور عملی اصلاح میں روک بنتی رہیں گی

بچوں کی تربیت کی عمر انتہائی بچپن سے ہی ہے۔ یہ خیال نہ آئے کہ بچہ بڑا ہوگا تو پھر تربیت شروع ہوگی۔

بُرے عمل کا پھیلنا بہت آسان ہے اور یہ معاشرے میں اپنوں کے بدعمل کی وجہ سے بھی پھیلتا ہے اور غیروں کے بدعمل کی وجہ سے بھی پھیلتا ہے۔

یعنی نیکیوں اور بدیوں کے پھیلنے میں معاشرے کا بہت زیادہ اثر ہے۔ اس لئے ہمیشہ اس بات کو ہمیں اپنے سامنے رکھنا چاہئے۔

حضرت مصلح موعودؓ کے ایک خطبہ کے حوالہ سے عملی اصلاح کی راہ میں حائل اسباب کی نشاندہی کرتے ہوئے ان سے خبردار رہنے اور ان وجوہات کو دُور کرنے کے سلسلہ میں اہم نصائح

مکرم خالد البراقی صاحب آف سیریا کی شہادت۔ شہید مرحوم کا ذکر خیر اور نماز جنازہ غائب

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 13 دسمبر 2013ء بمطابق 13 فتح 1392 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح۔ لندن

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ بدر الفضل انٹرنیشنل 3 جنوری 2014 کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔

عملی اصلاح کے مضمون کے بارے میں مَیں گزشتہ دو جمعوں سے بیان کر رہا ہوں۔ گزشتہ جمعہ کو اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں جو تعلیم دی ہے، اُس کے چند پہلوؤں کا ذکر مَیں نے سوالوں کی صورت میں کیا تھا۔ یا یہ بتا رہا تھا کہ کس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تعلیم میں ہمیں وہ باتیں بتائی ہیں اور سوال یہ تھے کہ کیا ہم یہ کرتے ہیں یا نہیں کرتے؟ ہماری عملی اصلاح انہی چند باتوں پر ختم نہیں ہو جاتی۔ اسلام کی تعلیم کے تو بے شمار پہلو ہیں۔ بے شمار احکامات ہیں جو قرآنِ کریم نے ہمیں دیئے ہیں۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی تعلیم میں ہماری اصلاح کے لئے بڑا واضح فرمایا ہے کہ:

''مَیں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص قرآن کے سات سو حکموں میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے، وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے اوپر بند کرتا ہے''۔

(کشتی نوح روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 26)

پس ہمارے لئے یہ بڑا خوف کا مقام ہے اور ہمیں اپنا ہر عمل اور ہر قدم بہت سوچ سمجھ کر کرنے اور اُٹھانے کی ضرورت ہے۔ جیسا کہ مَیں گزشتہ خطبوں میں بھی کہہ چکا ہوں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا مقصد قرآنِ کریم کی حکومت کو ہم پر لاگو کروانا تھا، اُسے قائم کرنا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ اور آپ کی سنّت پر ہمیں چلانا تھا۔ اور اس مقصد کے حصول کے لئے آپ علیہ السلام نے ہمیں بار بار توجہ دلائی ہے۔ اگر ہم ایمانداری سے اپنے جائزے لیں تو جیسا کہ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ یہ باتیں سن کر جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمائی ہیں، کچھ دن کے لئے تو ہماری عملی اصلاح ہوتی ہے اور پھر واپس اپنی اُسی ڈگر پر ہم میں سے اکثر چلنا شروع کر دیتے ہیں جس پر پہلے تھے۔ پس ہم اُس گڈّے کی طرح ہیں جس کی مثال مَیں گزشتہ خطبوں میں بھی دے چکا ہوں۔ جس پر جب تک ڈھکنے کا دباؤ پڑا رہے، بند رہتا ہے اور ڈھکنا کھلتے ہی سپرنگ اُسے اچھال کر باہر پھینک دیتا ہے۔ اسی طرح جب تک ایک موضوع پر مسلسل نصیحت کی جاتی رہے اکثر لوگوں پر اثر رہتا ہے اور جب ان نصیحتوں اور توجہ کا دباؤ ختم ہوتا ہے تو پھر نفس کا سپرنگ یا برائیوں کا سپرنگ کسی نہ کسی برائی کو اچھال کر پھر ظاہر کر دیتا ہے۔

کئی مخلصین نے گزشتہ خطبوں کے بعد مجھے لکھا کہ ہم کوشش بھی کر رہے ہیں اور دعا بھی، اور آپ بھی دعا کریں کہ ان خطبات کے زیرِ اثر بہت سی برائیوں کا گڈّا جو ڈبے میں بند ہوا ہے یہ بند ہی رہے اور کچھ عرصے بعد باہر نہ نکل آئے۔ بہرحال ہمیں یہ سوچنے کی ضرورت ہے کہ کیا وجہ ہے کہ یہ جیک (Jack) یا گڈّا بار بار باکس سے باہر نکلنے کی کوشش کرتا ہے۔ کسی بھی چیز کی اصلاح تبھی ہو سکتی ہے اور اصلاح کی کوشش کے مختلف ذرائع تبھی اپنائے جا سکتے ہیں جب اس کمی کی وجوہات معلوم ہوں، اسباب معلوم ہوں تا کہ اُن وجوہات کو ختم کرنے کی کوشش کی جائے۔ اگر وجہ قائم رہے تو عارضی اصلاح کے بعد پھر برائی عَود کرے گی، واپس آئے گی۔ اس پہلو سے جب مَیں نے غور کیا اور مزید پڑھا تو حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک تجزیہ مجھے ملا۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طریقِ تحریر اور تقریر کی یہ خوبی ہے کہ ممکنہ سوال اُٹھا کر اُن کا حل بھی مثالوں سے بتاتے ہیں۔ قرآن، حدیث اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام کی روشنی میں جس طرح آپ مسئلے کا حل بتاتے ہیں، اس طرح اور کہیں دیکھنے میں نہیں آتا۔ بہرحال اس وجہ سے میں نے سوچا کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خطبات سے ہی استفادہ کرتے ہوئے اُس کی روشنی میں ان وجوہات کو بھی آپ کے سامنے بیان کروں۔

اعمال کی اصلاح کے بارے میں جو چیزیں روک بنتی ہیں یا اثر انداز ہوتی ہیں، اُن میں سے سب سے پہلی چیز لوگوں کا یہ احساس ہے کہ کوئی گناہ بڑا ہے اور کوئی گناہ چھوٹا۔ یعنی لوگوں نے خود ہی یا بعض علماء کی باتوں میں آ کر اُن کے زیرِ اثر یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ بعض گناہ چھوٹے ہیں اور بعض گناہ بڑے ہیں اور یہی بات ہے جو عملی اصلاح میں روک بنتی ہے۔ اس سے انسان میں گناہ کرنے کی دلیری پیدا ہوتی ہے، جرأت پیدا ہوتی ہے۔ برائیوں اور گناہوں کی اہمیت نہیں رہتی۔ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ چھوٹا گناہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے یا اس کی سزا اتنی نہیں ہے۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 17 صفحہ 339 خطبہ جمعہ فرمودہ 29 مئی 1936ء)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

’’اگر کوئی بیمار ہو جاوے خواہ اُس کی بیماری چھوٹی ہو یا بڑی، اگر اُس بیماری کے لئے دوا نہ کی جاوے اور علاج کے لئے دُکھ نہ اُٹھایا جاوے، بیمار اچھا نہیں ہو سکتا۔ ایک سیاہ داغ منہ پر نکل کر ایک بڑا فکر پیدا کر دیتا ہے کہ کہیں یہ داغ بڑھتا بڑھتا کُل منہ کو کالا نہ کر دے۔ اسی طرح معصیت کا بھی ایک سیاہ داغ دل پر ہوتا ہے۔ صغائر‘‘ یعنی چھوٹے گناہ ’’سہل انگاری سے کبائر‘‘ یعنی بڑے گناہ ’’ہو جاتے ہیں۔ صغائر وہی داغ چھوٹا ہے جو بڑھ کر آخر کار کُل منہ کو سیاہ کر دیتا ہے‘‘۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 7۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پس یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہئے کہ کسی گناہ کو بھی انسان چھوٹا نہ سمجھے۔ کیونکہ جب یہ سوچ پیدا ہو جائے کہ یہ معمولی گناہ ہے تو پھر بیماری کا بیج ضائع نہیں ہوتا اور حالات کے مطابق یہ چھوٹے گناہ بھی بڑے گناہ بن جاتے ہیں۔ پس اس لحاظ سے ہم سب کو اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو ہر چھوٹے گناہ کی بھی اور بڑے گناہ کی بھی باز پرس اور سزا رکھی ہے۔ پھر جب ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھتے ہیں کہ آپ نے چھوٹے بڑے گناہ اور نیکی کی کس طرح تعریف اور وضاحت فرمائی ہے تو مختلف موقعوں اور مختلف لوگوں کے لئے آپ کے مختلف ارشادات ملتے ہیں۔ کہیں آپ نے یہ پوچھنے پر کہ بڑی نیکی کیا ہے؟ فرمایا کہ ماں باپ کی خدمت کرنا بہت بڑی نیکی ہے۔ کسی شخص کو آپ بڑی نیکی کے بارے میں پوچھنے پر فرماتے ہیں کہ تہجد کی ادائیگی بہت بڑی نیکی ہے۔ کسی کے یہ پوچھنے پر کہ بڑی نیکی کیا ہے؟ آپ فرماتے ہیں کہ تمہارے لئے بڑی نیکی یہ ہے کہ جہاد میں شامل ہو جاؤ۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ بڑی نیکی مختلف حالات اور مختلف لوگوں کے لئے مختلف ہے۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 17 صفحہ 340-339 خطبہ جمعہ فرمودہ 29 مئی 1936ء)

جہاد کی نیکی کے بارے میں یہ بھی بتا دوں، ہم پر الزام لگایا جاتا ہے کہ جہاد نہیں کرتے۔ اُس زمانے میں جب اسلام پر ہر طرف سے تلوار سے حملے کئے جا رہے تھے تو تلوار کا جہاد ہی بہت بڑی نیکی تھا۔ اور اُس میں بغیر کسی جائز عذر کے شامل نہ ہونے والوں کو اللہ تعالیٰ نے سزا کا مستوجب قرار دیا ہے۔ لیکن مسیح موعود کے زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مسیح موعود ’’یَضَعُ الْحَرب‘‘ کرے گا۔ جنگوں کا خاتمہ کرے گا۔ (صحیح البخاری کتاب احادیث الانبیاء باب نزول عیسیٰ بن مریم صفحہ 490 شائع کردہ قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی) کیونکہ دینِ اسلام پر حملے کے طریق بدل جائیں گے۔ اسلام پر بحیثیت دین تلوار سے حملہ نہیں کیا جائے گا اور لٹریچر، پریس، میڈیا یا جو اَور اس قسم کے مختلف ذرائع ہیں، ان کے ذریعہ سے اسلام پر حملہ ہو گا۔ اس لئے مسیح موعود اور اُس کی جماعت بھی یہی ہتھیار استعمال کرے گی جس سے اُن پر حملہ کیا جا رہا ہے۔ اور اسی بات کو سامنے رکھتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ایک شعر میں فرمایا ہے کہ:

’دیں کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال‘

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ۔ روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 77)

گویا یہ تلوار کے جہاد کی نیکی جو کسی زمانے میں اس لئے جائز بلکہ ضروری تھی کہ اسلام کو تلوار کے زور سے ختم کیا جا رہا تھا اور کوشش ہو رہی تھی لیکن اب وہ نیکی نہیں رہی بلکہ منع ہو گئی اور حرام ہو گئی، اُس وقت تک جب تک کہ تلوار نہ اُٹھائی جائے، اُس وقت تک جب تک اسلام کے خلاف اسلام مخالف طاقتیں ہتھیار نہ اُٹھائیں۔ اب جو نیکی اور جائز جہاد ہے وہ قرآنِ کریم کی تعلیم کو پھیلانے کا جہاد ہے۔ عِلم کا جہاد ہے۔ پریس، میڈیا اور لٹریچر کے ذریعہ اسلام کی خوبصورت تعلیم کو پھیلانے کا جہاد ہے۔ اگر براہِ راست خود کوئی علمی جہاد میں حصہ نہیں لے رہا، اپنی کم علمی کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے، تو اشاعتِ لٹریچر اور تبلیغی سرگرمیوں کے لئے مالی قربانی کا جہاد ہے۔ لیکن یہ جہاد کرنے والا اگر اپنے بیوی بچوں کے حقوق ادا نہیں کر رہا اور اس طرح اُن کا خیال نہیں رکھ رہا تو اُس کیلئے بڑی نیکی یہ جہاد نہیں بلکہ بڑی نیکی اُن حقوق کی ادائیگی ہے جو اُس پر فرض ہیں۔ اور اُن کو اُن کے حق سے محروم کرنا، اُن کی تعلیم پر توجہ نہ دینا، اُس سے محروم رکھنا ایسے شخص کو پھر گناہ گار بنا دیتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں باوجود جہاد کی فضیلت کے جیسا کہ مَیں نے بتایا آپ نے کسی کو بڑی نیکی ماں باپ کی خدمت بتائی ہے۔ پس ہر شخص اور ہر موقع اور حالات کے لحاظ سے بڑا کام اور نیکی الگ ہے۔

اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ غلط کاموں پر روپیہ لُٹانا ایک برائی ہے جس سے منع فرمایا گیا ہے۔ آجکل تو جوئے کی مشینیں ہیں، مختلف قسم کے جوئے کی قسمیں ہیں۔ کئی لوگ ہیں جو لاٹریوں کے بھی بڑے رسیا ہیں۔ جوئے کی مشینوں پر جاتے ہیں اور ویسے بھی جوا کھیلتے ہیں۔ لیکن عام زندگی میں جھوٹ نہیں بولتے۔ عام آدمی کے ساتھ ظلم نہیں کرتے، قتل نہیں کرتے۔ اس لئے کہ یہ لوگ ان برائیوں کو بڑا گناہ سمجھتے ہیں لیکن جوئے اور غلط کاموں میں پیسے لٹانے اور ضائع کرنے کو یہ بُرا نہیں سمجھتے۔ تو ایسے شخص کے لئے غلط رنگ میں رقم لٹانا بڑا گناہ ہے۔ کیونکہ باقی گناہ تو وہ پہلے ہی گناہ سمجھتا ہے۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ ایک عورت اپنے لباس کو حیادار نہیں رکھتی۔ باہر نکلتے ہوئے پردے کا خیال نہیں رکھتی۔ باوجود احمدی مسلمان ہونے کے اور کہلانے کے ننگے سر، بغیر حجاب کے، بغیر سکارف کے یا چادر کے پھرتی ہے۔ لباس چست اور جسم کی نمائش کرنے والا ہے۔ لیکن مالی قربانی کے لئے کہو، کسی چیریٹی میں چندے کے لئے کہو تو کھلا دل ہے، یا جھوٹ سے اُسے نفرت ہے اور برداشت نہیں کرتی کہ اُس کے سامنے کوئی جھوٹ بولے تو اس کے لئے بڑی نیکی چندوں میں بڑھنا یا بڑی نیکی جھوٹ سے نفرت نہیں بلکہ بڑی نیکی قرآنِ کریم کے اس حکم پر عمل کرنا ہے کہ اپنے لباس کو حیادار بناؤ اور پردے کا خیال رکھو۔ جس کو وہ چھوٹی نیکی سمجھ کر توجہ نہیں کر رہی یہی ایک وقت میں پھر اُس کو بڑی برائی کی طرف بھی دھکیل دے گی۔ غرض کہ ہر نیکی اور گناہ کا معیار ہر شخص کی حالت کے مطابق ہے اور مختلف حالتوں میں مختلف لوگوں کے عمل نیکی اور بدی کی تعریف اُس کے لئے بتلا دیتے ہیں۔

پس جب تک یہ خیال رہے کہ فلاں بدی بڑی ہے اور فلاں چھوٹی ہے اور فلاں نیکی بڑی ہے اور فلاں نیکی چھوٹی ہے، اُس وقت تک انسان نہ بدیوں سے بچ سکتا ہے نہ نیکیوں کی توفیق پا سکتا ہے۔ ہمیشہ ہمارے سامنے یہ بات رہنی چاہئے کہ بڑی بدیاں وہی ہیں جن کے چھوڑنے پر انسان قادر نہ ہو۔ بہت مشکل پیش آتی ہے اور وہ انسان کی عادت میں داخل ہو گئی ہوں اور بڑی نیکیاں وہی ہیں جن کو کرنا انسان کو مشکل لگتا ہو۔ یعنی بہت سی بدیاں ایک کے لئے بڑی ہیں اور دوسرے کے لئے چھوٹی اور بہت سی نیکیاں ایک کے لئے بڑی نیکی ہیں اور دوسرے کے لئے چھوٹی۔

پس اگر ہم نے اپنی عملی اصلاح کرنی ہے تو سب سے پہلے اس خیال کو دل سے نکالنا ہو گا کہ مثلاً زنا ایک بڑا گناہ ہے، قتل ایک بڑا گناہ ہے، چوری ایک بڑا گناہ ہے، غیبت ایک بڑا گناہ ہے اور ان کے علاوہ جتنے گناہ ہیں وہ چھوٹے گناہ ہیں۔ پس اس خیال کو دل سے نکالنا ضروری ہے اور اس خیال کو بھی دل سے نکالنا ہو گا کہ روزہ بڑی نیکی ہے، زکوۃ بڑی نیکی ہے، حج بڑی نیکی ہے اور اس کے علاوہ جتنی نیکیاں ہیں، چھوٹی نیکیاں ہیں جس طرح عام مسلمانوں میں یہ تصور پایا جاتا ہے۔ اگر یہ

خیال دل سے نہیں نکالتے تو ہمارا عملی حصہ کمزور رہے گا۔ عملی حصے کی مضبوطی اُس وقت آئے گی جب ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس بات کو سامنے رکھیں گے کہ قرآنِ کریم کے سات سو حکموں پر عمل نہ کرنے والا نجات کا دروازہ اپنے اوپر بند کرتا ہے۔ پس ہمیں غیروں کی طرح یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ بعض نیکیاں بڑی ہیں اور بعض نیکیاں چھوٹی ہیں۔ اور اس معاملے میں اُن لوگوں کی جو دوسرے مسلمان ہیں، غُلو کی یہ حالت ہے کہ مثلاً وہ سمجھتے ہیں کہ روزہ سب سے بڑی نیکی ہے، لیکن نماز باجماعت کی کوئی اہمیت نہیں ہے، لیکن روزہ بہت ضروری ہے، اس پر بڑی پابندی ہوتی ہے۔ جس پر زکوٰۃ فرض ہے، وہ زکوٰۃ بچانے کی کوشش تو کرے گا لیکن روزہ ضرور رکھے گا۔ کیونکہ اگر روزہ نہ رکھے تو اُس کے نزدیک یہ بہت بڑا جرم ہے۔

زکوٰۃ بچانے کا ایک وقت میں تو یہ حال تھا لیکن اب پتہ نہیں پاکستان میں کیا حال ہے۔ 1974ء کے بعد جب احمدیوں کو آئین اور قانون کی اغراض کے لئے غیر مسلم قرار دیا گیا تو بعض غیر از جماعت جن کے بنکوں میں اکاؤنٹ تھے، تو اُن اکاؤنٹس سے کیونکہ حکومت سال کے آخر پر زبردستی زکوٰۃ لیتی ہے لیکن حکومت کے مطابق احمدیوں پر یہ واجب نہیں ہے کیونکہ غیر مسلم قرار دے دیا گیا تھا۔ سو زکوٰۃ سے بچنے کے لئے بعض غیر از جماعت بھی بنک فارموں پر قادیانی یا احمدی لکھ دیا کرتے تھے۔ تو ان کی ایمان کی تو یہ حالت ہے کہ ویسے احمدی کافر ہیں لیکن اپنے پیسے بچانے کے لئے وقت آیا تو خود بھی اُن کافروں میں شامل ہو گئے۔ آجکل پتہ نہیں کیا صورتحال ہے۔ بہرحال ایک وقت میں ایسی صورتحال تھی۔ یہ صورتِ حال اس لئے ہے کہ نیکی اور بدی کے معیاروں کو مقرر کرنے کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف نہیں دیکھتے، اُس کے رسول کی طرف نہیں دیکھتے بلکہ نام نہاد فقیہوں اور مفتیوں اور علماء کے پیچھے چل پڑے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک واقعہ حضرت مصلح موعودؓ نے بیان فرمایا کہ رمضان کے مہینے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام امرتسر کے ایک سفر پر تھے اور اس حالت میں ایک موقع پیدا ہوا کہ آپ ایک جگہ تقریر فرما رہے تھے۔ تقریر کے دوران آپ کے گلے میں خشکی محسوس ہوئی تو ایک دوست نے یہ دیکھ کر چائے کی پیالی آپ کو پیش کی۔ آپ نے اُسے ہٹا دیا۔ تھوڑی دیر بعد پھر تکلیف محسوس ہوئی، اُس نے فکرمند ہو کے پھر چائے کی پیالی پیش کی۔ آپ نے ہٹا دیا اور ہاتھ سے اشارہ بھی کیا کہ رہنے دو۔ لیکن کیونکہ تکلیف پھر ہوئی اور گلے میں خشکی کا احساس ہوا تو پھر اُس نے تیسری دفعہ چائے کی پیالی پیش کی تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے غالباً یہ سمجھ کر کہ اگر میں نے نہ لی تو یہ سمجھا جائے گا کہ میں ریاء کر رہا ہوں اور سفر میں جو روزہ نہ رکھنے کا حکم اور سہولت ہے، اُس سے لوگوں کو دکھانے کے لئے فائدہ نہیں اُٹھا رہا۔ آپ نے ایک گھونٹ اس پیالی میں سے لے لیا۔ تو اس پر وہاں بیٹھے غیر از جماعت لوگوں نے شور مچا دیا کہ دیکھو مہدی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور رمضان کے مہینے میں روزہ نہیں رکھا ہوا۔ اُن لوگوں کے نزدیک روزے کی اہمیت یہ ہے کہ روزہ رکھ لو چاہے خدا تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی ہو۔ حضرت مصلح موعود بیان فرماتے ہیں کہ ان میں سے شاید نوّے فیصد نماز بھی نہیں پڑھتے ہوں گے، اُس کے بھی تارک ہوں گے اور ننانوے فیصد جھوٹ بولنے والے، دھوکہ فریب کرنے والے، مال لوٹنے والے تھے، مگر یہ بھی سچ ہے کہ اُن میں سے ننانوے فیصد یقیناً اُس وقت روزے دار بھی ہوں گے کیونکہ روزے کو سب سے بڑی نیکی سمجھا جاتا ہے۔ مگر وہ روزہ اُس طرح نہیں رکھتے جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو جھوٹ بولتا ہے، غیبت کرتا ہے، گالی دیتا ہے، خدا تعالیٰ کے نزدیک اُس کا روزہ روزہ نہیں ہے، وہ صرف بھوکا پیاسا رہتا ہے۔ اگر ہم جائزہ لیں تو مسلمانوں کی جو اکثریت ہے اس معیار کے مطابق بھوکی پیاسی رہتی ہے۔ مگر یہ بھوکا پیاسا رہنا اُن کے نزدیک بہت بڑی نیکی ہے اور اُن کا بیڑا پار کرنے کے لئے کافی ہے۔ یا چند مزید نیکیوں کو جو اُن کے نزدیک بڑی ہیں اُس میں شامل کر لیں گے کہ اسی سے ہماری بخشش کے سامان ہو گئے۔ ایسے لوگ جو ہیں وہ نہ دنیا میں نیکیاں قائم کرنے والے ہو سکتے ہیں، نہ ہی وہ صحیح معیارِ گناہ قائم کر سکتے ہیں۔ انہوں نے خود ساختہ بڑی نیکیوں اور چھوٹی نیکیوں اور بڑے گناہوں اور چھوٹے گناہوں کے معیار قائم کر لئے ہیں اور نتیجۃً وہ جو بھی اُن کی نیکی کی تعریف ہے، اُس کے مقابلے پر بڑی نیکی اختیار کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور جس بدی کو چھوٹا سمجھتے ہیں اُس کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے، اُس کو نہ چھوڑنا یہی ہے کہ اُس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اور یوں ایک برائی سے دوسری برائی میں دھنستے چلے جاتے ہیں۔ حالانکہ اسلام نے اُس نیکی کو بڑا قرار دیا ہے جسے کرنا مشکل ہو اور وہ ہر ایک کے لئے مختلف ہے، اور اُس بدی کو بڑا قرار دیا ہے جس سے بچنا مشکل ہو۔

پس اگر ہم نے اپنی اصلاح کرنی ہے تو ہمیشہ یہ بات سامنے رکھنے کی ضرورت ہے کہ ہر نیکی کو اختیار کرنے اور ہر بدی سے بچنے کی کوشش کرنی ہوگی۔ ہماری خود ساختہ تعریفیں ہمیں نیکیوں پر قدم مارنے والا اور بدیوں سے روکنے والا نہیں بنائیں گی۔ اگر خود ہی تعریفیں کرنے لگ جائیں اور کچھ بدیاں چھوڑیں اور کچھ نہ چھوڑیں اور کچھ نیکیاں اختیار کریں اور کچھ نہ اختیار کریں تو بسا اوقات انسان اپنے آپ کو نقصان پہنچا لیتا ہے۔ چھوٹی نظر آنے والی نیکیاں عدمِ توجہ کی وجہ سے نیکیوں سے بھی محروم کر دیتی ہیں اور اکثر معمولی نظر آنے والی بدیاں روحانیت کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا دیتی ہیں اور خدا تعالیٰ کی طرف سے طہارت اور پاکیزگی کے انعام سے انسان محروم رہ جاتا ہے۔ پھر بعض بدیوں کو چھوٹا سمجھنے کا نتیجہ یہ بھی ہوتا ہے کہ بدی کا بیج قائم رہتا ہے جو مناسب موقع اور وقت کی تلاش میں رہتا ہے اور موقع پاتے ہی باہر آ جاتا ہے۔

پس بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔ کسی ایک بدی یا بدیوں کا خاتمہ تبھی ہو سکتا ہے جب سب مل کر بھرپور کوشش کریں۔ ایک معاشرہ ہے، جماعت ہے پھر جماعت کا ہر فرد جو ہے وہ اس کے لئے کوشش کرے۔ اگر ہر کوئی اپنی تعریف کے مطابق نیکی اور بدی کرے گا تو پھر ایک شخص ایک بات کو بدی سمجھ رہا ہوگا یا بڑی بدی سمجھ رہا ہوگا تو دوسرا اُس کو چھوٹی بدی سمجھ رہا ہوگا اور ہو سکتا ہے کہ تیسرا ان دونوں سے مختلف سوچ رکھتا ہو، تو پھر معاشرے سے بدیاں ختم نہیں ہو سکتیں۔ بدیاں تبھی ختم ہوں گی جب سب کی سوچ کا دھارا ایک طرف ہو۔ مثلاً مسلمانوں کی اکثریت جو ہے وہ تمام گناہوں سے بدتر بلکہ شرک سے بھی بڑا (گناہ) سؤر کا گوشت کھانے کو سمجھتی ہے۔ ہر بدمعاش، چور، زانی، لٹیرا یہ سب کام کرنے کے بعد اپنے آپ کو مسلمان کہے گا، لیکن اگر کہو کہ سؤر کھا لو تو کہے گا میں مسلمان ہوں۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے، مَیں کس طرح سؤر کھا سکتا ہوں۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ مسلمانوں میں مجموعی طور پر یہ احساس پیدا ہو چکا ہے کہ سؤر کھانا گناہ ہے اور حرام ہے۔ اس معاشرے میں رہنے اور پیدا ہونے اور پلنے اور بڑھنے کے باوجود یہاں کے جو مسلمان ہیں، اُن میں ننانوے اعشاریہ نو فیصد مسلمان جو ہیں سؤر کے گوشت سے کراہت کرتے ہیں۔ پس یہ اُس احساس کی وجہ سے ہے جو اجتماعی طور پر مسلمانوں میں پیدا کیا گیا ہے۔

پس برائیوں کو روکنے اور نیکیوں کو قائم کرنے کے لئے معاشرے کے ہر فرد کے احساس کو اجاگر کرنے کی ضرورت ہے کہ معمولی نیکی بھی بڑی نیکی ہے اور معمولی بدی بھی بڑا گناہ ہے۔ جب تک ہم میں سے ہر ایک میں یہ احساس پیدا نہیں ہوگا اور اُس کے لئے کوشش نہیں ہوگی معاشرے میں بدیاں قائم رہیں گی اور عملی اصلاح میں روک بنتی رہیں گی۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 17 صفحہ 342 تا 346 خطبہ جمعہ فرمودہ 29 مئی 1936ء)

پھر اعمال کی اصلاح میں جو دوسری وجہ ہے، وہ ماحول ہے یا نقل کا مادّہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں نقل کا مادّہ رکھا ہوا ہے جو بچپن سے ہی ظاہر ہو جاتا ہے کیونکہ فطرت میں ہے۔ اس لئے بچہ کی فطرت میں بھی یہ نقل کا مادّہ ہے۔ اور یہ مادّہ جو ہے یقیناً ہمارے فائدے کے لئے ہے لیکن اس کا غلط استعمال انسان کو تباہ بھی کر دیتا ہے یا تباہی کی طرف بھی لے جاتا ہے۔ یہ نقل اور ماحول کا ہی اثر ہے کہ انسان اپنے ماں باپ سے زبان سیکھتا ہے، یا باقی کام سیکھتا ہے اور اچھی باتیں سیکھتا ہے، اور اچھی باتیں سیکھ کر بچہ اعلیٰ اخلاق والا بنتا ہے۔ ماں باپ نیک ہیں، نمازی ہیں، قرآن پڑھنے والے ہیں، اُس کی تلاوت کرنے والے ہیں، آپس میں پیار اور محبت سے رہنے والے ہیں، جھوٹ سے نفرت کرنے والے ہیں تو بچے بھی اُن کے زیرِ اثر نیکیوں کو اختیار کرنے والے ہوں گے۔ لیکن اگر جھوٹ، لڑائی جھگڑا، گھر میں دوسروں کا استہزاء کرنے کی باتیں، جماعتی وقار کا بھی خیال نہ رکھنا یا اس قسم کی برائیاں جب بچہ دیکھتا ہے تو اس نقل کی فطرت کی وجہ سے یا ماحول کے اثر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

ALLADIN BUILDERS

Own your Plot/ Home in Qadian Darul Aman

Contact for quality construction works in Qadian

Khalid Ahmad Alladin

#67, WHITE AVENUE, QADIAN, PUNJAB 143516 INDIA

Phones: +91 7837211800, +91 8712890678

Email: khalid@alladinbuilders.com,

Please visit us at : **www.alladinbuilders.com**

الہام حضرت مسیح موعودؑ

کی وجہ سے پھر وہ یہی برائیاں سیکھتا ہے۔ باہر جاتا ہے تو ماحول میں، دوستوں میں جو کچھ دیکھتا ہے، وہ سیکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس لئے بار بار میں والدین کو توجہ دلاتا ہوں کہ اپنے بچوں کے باہر کے ماحول پر بھی نظر رکھا کریں اور گھر میں بھی بچوں کے جو پروگرام ہیں، جو ٹی وی پروگرام وہ دیکھتے ہیں یا انٹرنیٹ وغیرہ استعمال کرتے ہیں اُن پر بھی نظر رکھیں۔

پھر یہ بات بھی بہت توجہ طلب ہے کہ بچوں کی تربیت کی عمر انتہائی بچپن سے ہی ہے۔ یہ ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے۔ یہ خیال نہ آئے کہ بچہ بڑا ہوگا تو پھر تربیت شروع ہوگی۔ دو سال، تین سال کی عمر بھی بچے کی تربیت کی عمر ہے۔ جیسا کہ میں نے کہا، بچہ گھر میں ماں باپ سے اور بڑوں سے سیکھتا ہے اور اُن کو دیکھتا ہے اور اُن کی نقل کرتا ہے۔ ماں باپ کو کبھی یہ خیال نہیں ہونا چاہئے کہ ابھی بچہ چھوٹا ہے، اُسے کیا پتہ؟ اُسے ہر بات پتہ ہوتی ہے اور بچہ ماں باپ کی ہر حرکت دیکھ رہا ہوتا ہے اور لاشعوری طور پر وہ اُس کے ذہن میں بیٹھ رہی ہوتی ہے۔ اور ایک وقت میں آ کے پھر وہ اُن کی نقل کرنا شروع کر دیتا ہے۔ بچیاں ماؤں کی نقل میں اپنی کھیلوں میں اپنی ماؤں جیسے لباس پہننے کی کوشش کرتی ہیں، اُن کی نقّالی کرتی ہیں۔ لڑکے باپوں کی نقل کرتے ہیں۔ جو برائیاں یا اچھائیاں ماں باپ میں ہیں، اُن کی نقل کریں گے۔ مثلاً جب یہ بڑے ہوں گے اور ان کو پڑھایا جائے گا کہ یہ برائیاں ہیں اور یہ اچھائیاں ہیں، جیسے مثلاً جھوٹ ہے، یہ بولنا برائی ہے، وعدہ پورا کرنا اچھائی ہے۔ لیکن ایک بچہ جس نے اپنے ماں باپ کی سچائی کے اعلیٰ معیار نہیں دیکھے، جس نے ماں باپ اور گھر کے بڑوں سے کبھی وعدے پورے ہوتے نہیں دیکھے، وہ تعلیم کے لحاظ سے تو بیشک سمجھیں گے کہ یہ جھوٹ بولنا برائی ہے اور وعدے پورے کرنا نیکی ہے اور اچھائی ہے لیکن عملاً وہ ایسا نہیں کریں گے کیونکہ اپنے گھر میں اس کے خلاف عمل دیکھتے رہے ہیں۔ بچوں کی عادتیں بچپن سے ہی پختہ ہو جاتی ہیں، اس لئے وہ بڑے ہو کر اس کو نہیں تسلیم کریں گے۔ اگر ماں کو بچہ دیکھتا ہے کہ نماز میں سست ہے اور باپ گھر آ کر پوچھے اگر کہ نماز پڑھ لی تو کہہ دے کہ ابھی نہیں پڑھی، پڑھ لوں گی تو بچہ کہتا ہے کہ یہ تو بڑا اچھا جواب ہے۔ مجھ سے بھی اگر کسی نے پوچھا کہ نماز پڑھ لی تو مَیں بھی یہی جواب دے دیا کروں گا۔ ابھی نہیں پڑھی، پڑھ لوں گا۔ یا یہ جواب سنتا ہے کہ بھول گئی، یا یہ جواب سنتا ہے کہ پڑھ لی، حالانکہ بچہ سارا دن ماں کے ساتھ رہا اور اُسے پتہ ہے کہ ماں نے نماز نہیں پڑھی۔ تو بچہ یہ جواب ذہن میں بٹھا لیتا ہے۔ اسی طرح باپ کی غلط باتیں جو ہیں وہ بچے کے ذہن میں آ جاتی ہیں اور اُن کے جو بھی جواب غلط رنگ میں باپ دیتا ہے، وہ پھر بچہ ذہن میں بٹھا لیتا ہے۔ تو ماں باپ دونوں بچے کی تربیت کے لحاظ سے اگر غلط تربیت کر رہے ہیں یا غلط عمل کر رہے ہیں تو اُس کو غلط رنگ کی طرف لے جا رہے ہیں۔ اپنے عمل سے غلط تعلیم اُس کو دے رہے ہیں۔ اور بچہ پھر بڑے ہو کے یہی کچھ کرتا ہے، عملاً یہی جواب دیتا ہے۔

اسی طرح ہمسایوں، ماں باپ کی سہیلیوں اور دوستوں کے غلط عمل کا بھی بچے پر اثر پڑ رہا ہوتا ہے۔ پس اگر اپنی نسل کی، اپنی اولاد کی حقیقی عملی اصلاح کرنی ہے تا کہ آئندہ عملی اصلاح کا معیار بلند ہو تو ماں باپ کو اپنی حالت کی طرف بھی نظر رکھنی ہوگی۔ اور اپنی دوستیاں ایسے لوگوں سے بنانے کی ضرورت ہوگی جو عملی لحاظ سے ٹھیک ہوں۔ تو بہر حال بچپن میں نقل کی بھی عادت ہوتی ہے اور ماحول کا اثر بھی ذہن میں بیٹھ جانے والا ہوتا ہے۔ اگر بچے کو نیک ماحول میں رکھ دیں گے تو نیک کام کرتا چلا جائے گا۔ اگر بُرے ماحول میں رکھ دیں گے تو بُرے کام کرتا چلا جائے گا۔ اور بُرے کام کرنے والے کو جب بڑے ہو کر سمجھایا جائے گا کہ یہ بری چیز ہے اُسے مت کرو تو اُس وقت وہ اُن کے اختیار سے نکل چکا ہوگا۔ پھر ماں باپ کو شکوہ نہیں ہونا چاہئے کہ ہمارے بچے بگڑ گئے۔

پس ماں باپ کی یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ اپنے عمل سے بچوں کو بھی نمازی بنائیں۔ اپنے عمل سے بچوں کو بھی سچ پر قائم کریں۔ اپنے عمل سے دوسرے اعلیٰ اخلاق بھی اُن کے سامنے رکھیں تا کہ وہ بھی اُن اخلاق کو اپنانے والے ہوں۔ جھوٹی قسمیں کھانے سے اپنے آپ کو بھی بچائیں تا کہ بچے بھی بچ سکیں۔

عملی طور پر بچپن میں پیدا کئے گئے خیالات کا کس قدر اثر رہتا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک صحابی کی مثال دی ہے جو سکھوں کے ایک رئیس خاندان سے تھے اور احمدی ہو گئے تھے، گائے کا گوشت نہیں کھاتے تھے اور اُن کے ساتھیوں نے اُن کی چِڑ بنا لی تھی کہ ہم نے آپ کو گائے کا گوشت ضرور کھلانا ہے۔ حضرت مصلح موعود کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے دیکھا کہ مہمان خانے میں آگے آگے وہ تیز تیز چلے جا رہے ہیں اور پیچھے پیچھے اُن کے دوست کہہ رہے ہیں، ہم نے آپ کو آج یہ بوٹی ضرور کھلانی ہے۔ اور وہ ہاتھ جوڑ رہے ہیں کہ خدا کے لئے یہ نہ کرو۔ اور بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ان کو یا کسی اَور نومسلم کو کسی نے کھلا دی تو عملاً اتنی کراہت آئی کہ اُس نے اُس کی قَے کر دی۔ اُس کو اُلٹی آ گئی۔ تو یہ بچپن سے گائے کے گوشت سے نفرت پیدا کرنے کا نتیجہ ہے کہ بڑے ہو کر مسلمان ہو کر پھر بھی اُس سے کراہت ہے۔ اب عقیدہ کے لحاظ سے بیشک انہوں نے اپنا عقیدہ بدل لیا۔ نیا عقیدہ اختیار کر لیا لیکن ماں باپ نے عملی نمونے سے اُن کو گائے کے گوشت سے جو نفرت دلوا دی تھی وہ پھر بھی دُور نہ ہوئی۔ حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ عمل چونکہ نظر آنے والی چیز ہے اس لئے لوگ اُس کی نقل کر لیتے ہیں اور یہ بیج پھر بڑھتا چلا جاتا ہے۔ لیکن عقیدہ کیونکہ نظر آنے والی چیز نہیں ہے اس لئے وہ اپنے دائرے میں محدود رہتا ہے۔ اور اس کی مثال اس طرح ہی ہے کہ عقیدہ ایک پیوندی درخت ہے۔ درخت کو جس طرح پیوند لگائی جائے تو پھر اُس سے نئی شاخ پھوٹتی ہے، نئی قسم کا پھل نکل آتا ہے۔ اُسے خاص طور پر لگایا جائے تو لگتا ہے۔ عمل کی مثال تخمی درخت کی طرح ہے یعنی جو بیج سے پھیلتا ہے۔ آپ ہی آپ اس کا بیج زمین میں جڑ پکڑ کر اُگنے لگ جاتا ہے جب بھی موسم سازگار ملتا ہے۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 17 صفحہ 346 تا 350 خطبہ جمعہ فرمودہ 29 مئی 1936ء)

پس بُرے عمل کا پھیلنا بہت آسان ہے اور یہ معاشرے میں اپنوں کے بدعمل کی وجہ سے بھی پھیلتا ہے اور غیروں کے بدعمل کی وجہ سے بھی پھیلتا ہے۔ یعنی نیکیوں اور بدیوں کے پھیلنے میں معاشرے کا بہت زیادہ اثر ہے۔ اس لئے ہمیشہ اس بات کو ہمیں اپنے سامنے رکھنا چاہئے۔ بعض اور اسباب بھی ہیں جو انشاء اللہ آئندہ بیان کروں گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی اصلاح کی طرف اور اپنے بچوں کی عملی اصلاح کی طرف ہمیشہ توجہ رکھنے کی توفیق عطا فرماتا رہے۔

آج ایک افسوسناک خبر بھی ہے۔ جمعہ کی نمازوں کے بعد میں ایک جنازہ بھی پڑھوں گا جو مکرم خالد احمد البراقی مرحوم سیریا کا ہے۔ خالد براقی صاحب انجینئر تھے۔ 37 سال ان کی عمر تھی۔ ان کے والدین کو 1986ء میں دمشق کے نواحی علاقے کی ایک بستی 'حوش عرب' میں سب سے پہلے بیعت کرنے کی توفیق ملی۔ بیعت کرنے کے بعد ان کے والد صاحب کو مخالفت اور دھمکیوں کے ساتھ 1989ء میں چھ ماہ کی جیل بھی کاٹنی پڑی۔ اسی طرح حالیہ فسادات میں جو شام میں ہو رہے ہیں، 2012ء اور 2013ء میں بھی دو دفعہ ان کے والد کو گرفتار کیا گیا۔ خالد براقی صاحب کے سب بہن بھائی بچپن سے ہی احمدی ہیں۔ انہیں 18 ستمبر 2013ء کی شام کو وہاں کی جو انٹیلی جنس کی ایجنسی ہے، اُس کی کسی برانچ نے گرفتار کیا جس کے بعد ان کے بارے میں کوئی کسی قسم کی معلومات نہیں مل سکیں۔ یہاں تک کہ 9 دسمبر 2013ء کو ان کے والد کو ملٹری انٹیلی جنس کی ایک برانچ میں بلایا گیا اور وہاں اُن کے بیٹے کے بعض کاغذات وغیرہ تھما دیئے اور بتایا کہ اس کی 28 اکتوبر 2013ء کو وفات ہو گئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ان کی لاش بھی ان کے والد صاحب کو نہیں دی گئی۔ غالباً یہی امکان ہے کہ وہاں اُن کو ٹارچر دیا گیا جس کی وجہ سے اُن کی وفات ہوئی۔ خالد البراقی صاحب کی نیکی، تقویٰ، حُسنِ خلق اور دینی تعلیمات کی پابندی کی گواہی وہاں سے

Love For All Hatred For None
SPARSH INFO SOLUTIONS PVT. LTD.
Employee Background Verification Company, Bangalore
Mob.: 9900077866, Website:
www.sparshinfo.co.in
DIRECTOR VALIYUDDIN K
"FOR FIELD EXECUTIVE JOBS CONTACT US"

مالک رام دی ہٹی مین بازار قادیان
Malik Ram Di Hatti, Main Bazar, Qadian
کمپنی کے اُونی، ریشمی بڑھیا کپڑے خریدنے کیلئے تشریف لائیں
098141-63952
نوٹ: پرانی دوکان بدل کر سامنے نئے شوروم میں چلی گئی ہے۔

بہت سارے احمدیوں اور غیر احمدیوں نے دی ہے۔ تلاوتِ قرآنِ کریم کے وقت ان کی آواز غیر معمولی اچھی ہوتی تھی۔ بہت نرم دل اور لوگوں سے ہمدردی رکھنے والے اور ہر مفوضہ کام کو نہایت خوشدلی کے ساتھ انجام دینے والے۔ تعاون، اخلاص اور نظامِ جماعت اور خلافت سے محبت ان کے خصائل میں شامل تھیں۔ اپنے وطن اور تمام لوگوں سے محبت رکھنے والے وجود تھے۔ ایک مقامی جماعت کے صدر بھی رہے۔ اس وقت سیکرٹری تعلیم القرآن اور وقفِ عارضی کی خدمات بجالا رہے تھے۔ موصی تھے۔ باقاعدہ چندوں کی ادائیگی کرنے والے تھے۔ ان کی بیوی بھی احمدی ہیں اور تین بچے ہیں۔ بیٹی شروب اور بیٹا احمد، دونوں کی عمر چھ سال سے کم ہے اور چھوٹا بچہ حسام الدین جو اُن کی گرفتاری سے چند ہفتے قبل پیدا ہوا تھا، وقفِ نو کی تحریک میں شامل ہے۔

اپنی فیس بُک پر گرفتاری سے پہلے خالد البراقی صاحب نے یہ لکھا تھا کہ:

''وطن کی محبت جزوِ ایمان ہے۔ یا رب ہمارے ملک کی حفاظت فرما اور اُسے تمام مصائب سے رہائی عطا فرما اور اُسے پہلے سے زیادہ مضبوط اور زیادہ خوبصورت بنا اور اس کے اہل کو اپنا زیادہ مقرب بنا لے۔ خدایا! اس ملک کے باسیوں کے دل ایک دوسرے کے قریب کر دے۔ اُنہیں آپس میں محبت کرنے والا بنا دے۔ اے خدایا! تو ہمیشہ کے لئے امن اور سلامتی اور خیر کے پھیلانے کے لئے اس ملک کے نیک لوگوں کی مدد فرما''۔ اللہ کرے یہ دعا اس کے ملک کے لئے پوری ہو اور تمام امتِ مسلمہ کے لئے بھی پوری ہو تا کہ وہاں کے فساد ختم ہوں۔

طاہر ندیم صاحب کہتے ہیں خالد البراقی صاحب کا اکثر ای میل سے رابطہ رہتا تھا۔ شام میں قیام کے دوران ہمارا ان سے تعارف ہوا۔ یہ نوجوان تواضع اور خاکساری کی بڑی مثال تھے۔ نہایت سادہ، نیک، ہنس مکھ۔ دمشق میں جماعت کے ہی ایک مکان میں رہتے تھے جسے بطور مرکز استعمال کیا جاتا تھا۔ اُنہیں علم کی اس قدر پیاس تھی کہ کہتے ہیں اکثر اپنے ایک کزن کے ساتھ ہمارے پاس آجایا کرتے تھے۔ علمی موضوعات پر باتیں ہوتی تھیں۔ جو بھی کوئی جماعتی کتاب ملتی، بڑی محبت اور تڑپ کے ساتھ اُس کا مطالعہ کرتے۔ جماعت کی پرانی لائبریری میں سے بعض عربی کتب اور رسالہ البشریٰ کے قدیم شماروں میں سے مضامین نکالے، پھر کمپیوٹر پر دوبارہ لکھے اور کہتے ہیں پھر ہمیں بھی ارسال کئے۔ مختلف کتابوں کے جو ترجمے ہو رہے ہیں ان تراجم پر نظرِ ثانی میں معاونت کیا کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے گہری محبت اور خلافت سے بھی عشق تھا۔ یومِ مسیح موعود علیہ السلام کے موقع پر نشر ہونے والے عربی پروگرام کو سن کر بہت جذباتی انداز میں انہوں نے اپنا پیغام بھیجا۔ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک قصیدہ بھی نہایت پُرسوز آواز میں ریکارڈ کروایا۔ یکم اپریل 2012ء کو انہوں نے مجھے ایک خط لکھا تھا جس کے آخر پر اپنا 2006ء کا ایک رؤیا لکھا تھا۔ اس رؤیا سے وہ یہ سمجھتے تھے کہ بھاری ذمہ داری اور اہم امانت اُن کے سپرد کی جائے گی اور رؤیا میں اُنہیں حق پر قائم رہنے اور کوئی کمزوری نہ دکھانے کی تاکید کی گئی تھی۔ اس رؤیا کے بعد اُن کو جماعت کا صدر بنایا گیا تو سمجھے کہ شاید یہ رؤیا پوری ہو گئی ہے۔ لیکن رؤیا میں حق پر قائم رہنے اور کمزوری نہ دکھاتے ہوئے جان دینے کی تلقین کی گئی تھی۔ تو بظاہر یہ لگتا ہے کہ اسی حالت میں اُنہوں نے اپنی جان دی کہ دین پر قائم رہے اور اپنے ایمان میں لغزش نہیں آنے دی۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرماتا چلا جائے۔

وہاں ہمارے ایک اور مبلغ انجم پرویز صاحب رہے ہیں وہ کہتے ہیں بڑی محنت، اخلاص اور دیانتداری کے ساتھ کام کرتے تھے اور کہتے تھے میں اس لئے ایسا کرتا ہوں کہ میں احمدی ہوں تا کہ لوگوں کو پتہ چلے کہ احمدی سچے، دیانتدار، محنتی اور بااخلاق ہوتے ہیں۔ تبلیغ کا انہیں بڑا شوق تھا اور کام پر چونکہ تبلیغ کرنا منع ہے اس لئے کہتے تھے کہ میں احمدی اخلاق سے لوگوں کو متاثر کرنے کی کوشش کرتا ہوں تا کہ لوگوں کو خود توجہ پیدا ہو۔ وطن سے بڑی محبت کرنے والے تھے جیسا کہ اُن کے اس بیان سے بھی ظاہر ہو گیا اور اپنے دوستوں اور ہم جلیسوں کو بھی یہ سمجھایا کرتے تھے کہ وطن سے محبت کرو کیونکہ یہی صحیح اسلامی تعلیم ہے اور میں نے ان حالات پر جو خطبات دیئے ہیں، وہ خطبات بھی انہوں نے اپنے دوستوں کو سنائے اور اُن کو آمادہ کیا کہ تشدد کی زندگی ختم کرو اور پُرامن شہری بن کے رہو۔ لیکن بعض بدفطرت جو تھے ان کے خلاف تھے۔ لگتا ہے حکومت کے انہی کارندوں نے اُن پر ظلم کیا ہے جس کی وجہ سے اُن کو یہ شہادت کا رُتبہ نصیب ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرماتا رہے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کے بچوں کو بھی صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔ ان کے والدین کو بھی صبر عطا فرمائے۔

☆☆☆

اسلام اور بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے بے پناہ عشق

منظوم کلام سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دیں دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے

کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشاں دکھلائے
یہ ثمر باغ محمدؐ سے ہی کھایا ہم نے

ہم نے اسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا
نور ہے نور اٹھو دیکھو سنایا ہم نے

اور دینوں کو جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا
کوئی دکھلائے اگر حق کو چھپایا ہم نے

تھک گئے ہم تو انہیں باتوں کو کہتے کہتے
ہر طرف دعوتوں کا تیر چلایا ہم نے

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بُلایا ہم نے

یونہی غفلت کے لحافوں میں پڑے سوتے ہیں
وہ نہیں جاگتے سو بار جگایا ہم نے

جل رہے ہیں یہ سبھی بغضوں میں اور کینوں میں
باز آتے نہیں ہر چند ہٹایا ہم نے

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلّی کا بتایا ہم نے

آج ان نوروں کا اِک زور ہے اِس عاجز میں
دل کو ان نوروں کا ہر رنگ دلایا ہم نے

جب سے یہ نور ملا نور پیمبر سے ہمیں
ذات سے حق کی وجود اپنا ملایا ہم نے

مصطفیٰ پر ترا بے حد ہو سلام اور رحمت
اس سے یہ نور لیا بار خدایا ہم نے

ربط ہے جانِ محمدؐ سے مری جاں کو مدام
دل کو وہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے

اُس سے بہتر نظر آیا نہ کوئی عالم میں
لاجرم غیروں سے دل اپنا چھڑایا ہم نے

مورد قہر ہوئے آنکھ میں اغیار کے ہم
جب سے عشق اس کا تہِ دل میں بٹھایا ہم نے

زعم میں ان کے مسیحائی کا دعویٰ میرا
افترا ہے جسے از خود ہی بنایا ہم نے

کافر و ملحد و دجّال ہمیں کہتے ہیں
نام کیا کیا غمِ ملّت میں رکھایا ہم نے

گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو
رحم ہے جوش میں اور غیض گھٹایا ہم نے

تیرے منہ کی ہی قسم میرے پیارے احمدؐ
تیری خاطر سے یہ سب بار اٹھایا ہم نے

تیری اُلفت سے ہے معمور مرا ہر ذرّہ
اپنے سینہ میں یہ اک شہر بسایا ہم نے

صفِ دشمن کو کیا ہم نے بہ حجت پامال
سیف کا کام قلم سے ہی دکھایا ہم نے

نور دکھلا کے تیرا سب کو کیا ملزم و خوار
سب کا دل آتش سوزاں میں جلایا ہم نے

نقش ہستی تری الفت سے مٹایا ہم نے
اپنا ہر ذرّہ تری راہ میں اڑایا ہم نے

تیرا میخانہ جو اِک مرجع عالم دیکھا
خُم کا خُم منہ سے بصد حرص لگایا ہم نے

شانِ حق تیرے شمائل میں نظر آتی ہے
تیرے پانے سے ہی اُس ذات کو پایا ہم نے

چھو کے دامن ترا ہر دام سے ملتی ہے نجات
لاجرم در پہ ترے سر کو جھکایا ہم نے

دلبرا مجھ کو قسم ہے تری یکتائی کی
آپ کو تیری محبت میں بھلایا ہم نے

بخدا دل سے مرے مٹ گئے سب غیروں کے نقش
جب سے دل میں یہ ترا نقش جمایا ہم نے

دیکھ کر تجھ کو عجب نور کا جلوہ دیکھا
نور سے تیرے شیاطیں کو جلایا ہم نے

ہم ہوئے خیر امم تجھ سے ہی اے **خیر رسل**
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

آدمی زاد تو کیا چیز فرشتے بھی تمام
مدح میں تیری وہ گاتے ہیں جو گایا ہم نے

قوم کے ظلم سے تنگ آ کے مرے پیارے آج
شور محشر ترے کوچہ میں مچایا ہم نے

سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا دورہ جاپان 2013ء

❁ ناگویا سے ٹوکیو کے لئے روانگی ❁ ٹوکیو میں پریس کانفرنس جس میں پریس کے نمائندوں کے علاوہ کئی دیگر معززین بھی شامل ہوئے ❁ اسلام کی خوبصورت تعلیمات اور جماعت احمدیہ کی خدمتِ انسانیت اور اسلام کے حقیقی پیغام کی اشاعت کے سلسلہ میں مساعی کا تذکرہ۔

❁ Asakusa کا وزٹ ❁ انفرادی و فیملی ملاقاتیں ❁ نیشنل مجلس عاملہ جماعت احمدیہ جاپان کے ممبران کی حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ میٹنگ ❁ مختلف شعبہ جات کی کارکردگی کا جائزہ اور حضور انور کی اہم ہدایات

جاپان سے لندن کے لئے روانگی .... مسجد فضل لندن میں آمد اور استقبال

(رپورٹ مرتّبہ: عبدالماجد طاہر۔ ایڈیشنل وکیل التبشیر لندن)

10 رنومبر 2013ء بروز اتوار

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے صبح سوا پانچ بجے ہوٹل کے ایک ہال میں تشریف لا کر نماز فجر پڑھائی۔ نماز کی ادائیگی کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے رہائشی اپارٹمنٹ میں تشریف لے گئے۔ صبح حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے دفتری ڈاک ملاحظہ فرمائی اور ہدایات سے نوازا۔

ناگویا سے ٹوکیو کے لئے روانگی

آج پروگرام کے مطابق ناگویا (Nagoya) سے بذریعہ ٹرین ٹوکیو (Tokyo) کے لئے روانگی تھی۔ صبح دس بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ہوٹل سے باہر تشریف لائے تو ہوٹل کی لابی (Lobby) میں خواتین اور بچیاں اپنے پیارے آقا کو الوداع کہنے کے لئے موجود تھیں۔ اس موقع پر بچیوں کے گروپ نے دعائیہ گیت پیش کیا۔ حضور انور نے اپنا ہاتھ بلند کرتے ہوئے سب کو السلام علیکم کہا اور اجتماعی دعا کروائی۔ اس کے بعد ناگویا ریلوے سٹیشن کے لئے روانگی ہوئی۔

دس بج کر پینتیس منٹ پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ریلوے سٹیشن پہنچے۔ یہاں سے ٹوکیو کے لئے ٹرین کی روانگی گیارہ بجکر تین منٹ پر تھی۔ گاڑی اپنے وقت پر ٹھیک گیارہ بج کر ایک منٹ پر اپنے پلیٹ فارم پر پہنچی اور گیارہ بج کر تین منٹ پر ٹوکیو کے لئے روانہ ہوئی۔ جاپان میں گاڑیاں اپنے وقت پر آتی ہیں اور اپنے وقت پر آگے روانہ ہوتی ہیں۔ وقت کے لحاظ سے ایک منٹ کی بھی تاخیر نہیں ہوتی۔

ناگویا سے ٹوکیو کا فاصلہ قریباً ساڑھے تین سو کلومیٹر ہے۔ اس بلٹ ٹرین Nazomi سپر ایکسپریس کی رفتار بعض جگہوں پر 280 کلومیٹر فی گھنٹہ اور بعض جگہوں پر تین سو کلومیٹر فی گھنٹہ ہوتی ہے۔ راستہ میں یہ ٹرین Yokohama اور Shinagawa کے ریلوے سٹیشن پر رکتی ہوئی بارہ بج کر تینتیس منٹ پر ٹوکیو کے سٹیشن پر پہنچی۔

ریلوے سٹیشن ٹوکیو پر احباب جماعت حضور انور کے استقبال کے لئے موجود تھے۔ ریلوے سٹیشن سے روانہ ہو کر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ایک بج کر دس منٹ پر اپنی جائے رہائش ہوٹل Ana Intercontinental تشریف لے آئے۔

دو بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ہوٹل کے ایک ہال میں (جو نمازوں کی ادائیگی کے لئے حاصل کیا گیا تھا) تشریف لا کر نماز ظہر و عصر جمع کرکے پڑھائیں۔ نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنی جائے رہائش پر تشریف لے گئے۔

ٹوکیو میں پریس کانفرنس

آج اسی ہوٹل Continental میں پروگرام کے مطابق ایک پریس کانفرنس کا انعقاد تھا۔ جس میں پریس کے نمائندوں کے علاوہ بعض دیگر جاپانی مہمان بھی شامل تھے۔ مہمانوں کی کل تعداد 64 تھی جن میں Yomiuri اخبار اور Chugai Nippo اخبار کے تین جرنلسٹس کے علاوہ دو ممبران پارلیمنٹ، سات مختلف اداروں کے پریذیڈینٹس، Shinto Temple کے ہیڈ، پروفیسرز، ڈاکٹرز اور دیگر مہمان شامل تھے۔

پروگرام کے مطابق چھ بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کانفرنس ہال میں تشریف لائے اور پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو مکرم حافظ امجد عارف صاحب نے کی اور فرحان ملک صاحب نے اس کا جاپانی زبان میں ترجمہ پیش کیا۔ اس کے بعد عزیزم عمر احمد ڈار نے ایک تعارفی ایڈریس پیش کیا۔ بعدازاں عزیزم حزقیل احمد نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اور جماعت احمدیہ کے تعارف کے حوالہ سے اپنا ایڈریس پیش کیا۔

آج اس پریس کانفرنس کے پروگرام میں شامل ہونے والے مہمانوں میں جاپان کے ایک سب سے سینئر پارلیمینٹیرین Dr. Jimi Shozaburo بھی شامل تھے۔ موصوف 38 سال تک جاپان کے ممبر پارلیمنٹ رہے ہیں اور وزیر خزانہ اور وزیر پوسٹل سروسز بھی رہے ہیں۔ موصوف حضور انور کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔

موصوف نے اپنا ایڈریس پیش کرتے ہوئے کہا: آج حضور انور کے ساتھ بیٹھنا میرے لئے بہت عزت، وقار اور غیر معمولی اعزاز کا باعث ہے اور میں اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھتا ہوں کہ آج حضور انور کو خوش آمدید کہہ رہا ہوں۔

موصوف نے کہا: جاپان میں آنے والے زلزلہ اور سونامی کے بعد جب میں دورہ کرتے ہوئے اچانک ایک سکول میں گیا تو وہاں جماعت احمدیہ ہیومینٹی فرسٹ کا کیمپ لگا ہوا دیکھا اور دیکھا کہ یہ لوگ سب سے پہلے خدمت کے لئے پہنچے، ان کا جذبہ قابل قدر تھا اور جوش اور ولولہ تھا۔ آج میں حضور انور کی خدمت میں خاص طور پر شکریہ ادا کرنے آیا ہوں کہ جماعت احمدیہ نے اس مصیبت کی گھڑی میں ہماری بہت خدمت کی ہے۔

موصوف نے کہا کہ جب میں نے حضور انور کے یورپین پارلیمنٹ اور کیپٹل ہل میں خطابات پڑھے تو مجھے حضور انور کی اہمیت کا اندازہ ہوا۔ اس لئے حضور انور کو ایئر پورٹ پر پروٹوکول دینے کے لئے میں نے بھی اپنی حقیر سی کوشش کی۔ چونکہ میں حکومت میں مختلف وزارتوں میں رہا ہوں اس لئے مجھے علم تھا کہ اہم شخصیات کو کس طرح پروٹوکول دیا جاتا ہے۔ موصوف نے کہا کہ دوسری جنگ عظیم کے بعد 1951ء میں سان فرانسسکو (امریکہ) میں ایک معاہدہ ہوا تھا جس میں جاپان پر بعض سخت پابندیاں لگائی جارہی تھیں۔ تو اس وقت پاکستان کے وزیر خارجہ سر محمد ظفر اللہ خان صاحب نے جاپان کے حق میں ایک زبردست تاریخی تقریر کی تھی اور کہا تھا کہ معاہدہ اور پابندیاں جاپان کے ساتھ عدل اور انصاف کی بنیاد پر ہونی چاہئیں، انتقام کی بنیاد پر نہیں ہونی چاہئیں اور آپ نے یہ بھی کہا تھا کہ مستقبل میں جاپان ساری دنیا میں معاشی لحاظ سے اور امن کے لحاظ سے ایک اہم کردار ادا کرنے والا ملک ہوگا۔ چنانچہ آپ نے جاپان کی آزادی میں اور جاپان کے آگے بڑھنے میں بہت عظیم الشان خدمت سرانجام دی۔

موصوف نے کہا میں آج جاپان کے ایک وزیر کی حیثیت سے آپ سب کا شکر گزار ہوں کہ وہ جماعت احمدیہ کے ایک مخلص ممبر تھے اور انہوں نے جماعت کی حمایت میں بہت کام کیا۔

موصوف نے اپنے ایڈریس کے آخر پر پھر کہا کہ میں حضور انور کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور جاپان میں حضور کو خوش آمدید کہتے ہوئے، حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر خوشی محسوس کر رہا ہوں۔

بعدازاں جرنلسٹس کے طرف سے سوالات کا سلسلہ شروع ہوا۔

☆......جرنلسٹ کی طرف سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقام کے حوالہ سے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے حضور انور نے فرمایا: بائبل جو Old Testament اور New Testament کا مجموعہ ہے۔ اسے ہم عیسائیوں کی کتاب تسلیم کرتے ہیں۔ عیسائیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایک نبی سے بڑھ کر خدا کا مقام دیا جاتا ہے اور اسلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایک نبی تسلیم کرتا

ہے۔جس طرح دنیا کی باقی اقوام میں انبیاء آئے، اسی طرح حضرت عیسیٰؑ بھی آئے۔ یہ فرق ہے دونوں مذاہب کی تعلیمات کا۔ہم عیسیٰؑ کو وہ مقام دیتے ہیں جو ایک انسان کو دینا چاہئے اور خدا کے پیارے کو دینا چاہئے۔

حضور انور نے فرمایا: باوجود اس اختلاف کے ہم دنیا میں حضرت عیسیٰؑ کے اصل مقام کو بیان کرتے ہیں۔اس کے باوجود عیسائیت کے ساتھ مسلمانوں کی وہ مخالفت نہیں ہے جو کسی زمانہ میں ہوا کرتی تھی۔ اب تو عیسائیت میں بھی بہت سے فرقے ایسے ہیں جنہوں نے اس بات کو Realise کرلیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا مقام خدا کا مقام نہیں ہے۔

☆......حضور انور نے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ بائبل کی رُو سے وہ بنی اسرائیل کی اصلاح کے لئے آئے تھے۔ جو بارہ قبائل تھے ان کی اصلاح کے لئے آنے کا ذکر بائبل میں ہے۔ بلکہ حضرت عیسیٰؑ خود تسلیم کرتے ہیں کہ میں بارہ قبائل کی اصلاح کے لئے آیا ہوں۔تو یہ عقیدہ کہ وہ

مذہبی اختلافات کو ختم کر دینا چاہئے۔ مذہب کا معاملہ دل کے ساتھ ہے۔خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے لَاۤ اِکۡرَاہَ فِی الدِّیۡنِ دین میں کوئی جبر نہیں ہر ایک دین کے معاملہ میں، مذہب کے معاملہ میں آزاد ہے۔

حضور انور نے فرمایا: جب تمام مذاہب خدا کی طرف سے ہیں تو پھر تمام مذاہب کو اس بات پر جمع ہوجانا چاہئے کہ ایک خدا کی عبادت کریں اور جو اس کی مخلوق ہے وہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ عزت واحترام سے پیش آئے۔

حضور انور نے فرمایا: بانی جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام نے یہی تجویز مختلف مواقع پر پیش کی۔ ملکہ وکٹوریہ کی جون 1897ء میں گولڈن جوبلی کے موقع پر آپ نے ''تحفہ قیصریہ'' کے نام سے ایک کتاب تصنیف کر کے ملکہ وکٹوریہ کو بھجوائی۔ اس کتاب میں آپؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی صداقت کا اظہار اور ان اصولوں کا ذکر فرمایا ہے جو امن عالم اور اخوت ومحبت کی بنیاد بن سکتے ہیں۔ آپ نے اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ ہمیں

ہیں۔ان کا مقام ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی بھی نبی کا ہے۔

☆......ایک سوال کے جواب میں حضور انور نے فرمایا 'اللہ' کا لفظ اسلام میں صرف خدا تعالیٰ کے لئے ہی استعمال ہوا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ایسا نام ہے جس میں اس کی ساری صفات موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بے شمار لامحدود صفات ہیں۔ہمیں صرف 99 صفات کا علم ہے یا بعض جگہ 104 بھی بیان ہوئی ہیں۔اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کے اذن سے جو بھی کام یا تغیرات ہو رہے ہیں یا ہوسکتے ہیں وہ سب خدا تعالیٰ کی کسی نہ کسی صفت کے تحت ہیں۔ اس لئے توحید میں، خدا تعالیٰ کی وحدانیت میں اور خدا تعالیٰ کی صفات میں آپس میں کوئی ٹکراؤ نہیں ہے۔

حضور انور نے فرمایا: ابھی جو قرآن کریم کی تلاوت کی گئی ہے۔ اس میں خدا تعالیٰ کی صفات رحمن، رحیم، غیب و حاضر کا جاننے والا، ملک، قدوس، سلام، مومن، خالق، الباری اور مصور وغیرہ بیان کی گئی ہیں۔ اگر توحید اور صفات میں کسی قسم کا ٹکراؤ ہوتا تو خدا تعالیٰ خود اپنی ان صفات کو قرآن

کرو۔اس طرح انصاف قائم کرو کہ کسی قوم کی دشمنی بھی تمہیں انصاف کرنے سے نہ روکے۔حق بات کہو، سچائی پر قائم ہوجاؤ اور اس طرح قائم ہو کہ اگر اپنے خلاف، اپنے پیاروں کے خلاف گواہی دینی پڑے تو دو۔

پس اصل یہ ہے کہ خدا کا حق ادا کرو اور اس کے بندوں کا حق ادا کرو۔ پس اس کے اندر رہتے ہوئے اگر معاشرہ کی، ہر قوم کی روایات کا خدا تعالیٰ کی وحدانیت پر، اس کی دی ہوئی تعلیم پر اثر نہیں پڑتا تو پھر ان کو اپنانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

☆......ایک سوال کے جواب میں حضور انور نے فرمایا: جاپانی قوم کے بعض اخلاق بہت اعلیٰ ہیں اور عین اسلام کے مطابق ہیں۔مسلمان جو تبلیغ کر رہا ہے پیغام پہنچا رہا ہے اسے بھی یہ اچھے اخلاق اپنانے چاہئیں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر اچھی چیز کو اپناؤ۔ ہر اچھی چیز تمہاری کھوئی ہوئی میراث ہے۔ اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرو۔

☆......جرنلسٹ کے ایک سوال پر حضور انور نے فرمایا کہ اس بارہ میں مَیں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ

خدا ہیں بائبل کی رُو سے ہی باطل ہوجاتا ہے۔ اگر آپ غور سے بائبل پڑھیں تو آپ کو علم ہوجائے گا کہ وہ بارہ قبائل کے لئے آئے تھے۔ اس لئے خدا نہیں تھے۔

☆......اس سوال کے جواب میں کہ مسلمان اور عیسائی وغیرہ کس طرح باہم اکٹھے ہو سکتے ہیں۔ حضور انور نے فرمایا یہ بڑی اچھی بات ہے قرآن کریم نے اس بارہ میں لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ''تُو کہہ دے اے اہل کتاب! اس کلمہ کی طرف آجاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کریں گے اور نہ ہی کسی چیز کو اس کا شریک ٹھہرائیں گے اور ہم میں سے کوئی کسی دوسرے کو اللہ کے سوا ربّ نہیں بنائے گا''۔ (آل عمران: 65)

حضور انور نے فرمایا: ہر ایک مانتا ہے کہ اس کائنات کا ایک خدا ہے جو سب طاقتوں کا مالک ہے۔ پس مقاصد کے حصول کے لئے ایک خدا پر سب مذاہب کو اکٹھا ہوجانا چاہئے اور باقی سب

ایک دوسرے کے مذاہب کا احترام کرنا چاہئے بجائے اس کے کہ ایک دوسرے کے مذہب پر اعتراض کیا جائے۔ یہ پابندی لگا دی جائے کہ کوئی ایک دوسرے کے مذہب پر اعتراض نہ کرے تا کہ باہمی بھائی چارہ اور اخوت و محبت اور رواداری قائم ہو۔ ہر ایک کو یہ حق ہونا چاہئے کہ اپنے مذہب کی تبلیغ آزادی سے کرسکے۔ جو چاہے قبول کرے اور جو چاہے قبول نہ کرے۔

حضور انور نے فرمایا: آج جماعت احمدیہ دنیا میں امن کے قیام کے حوالہ سے کوشاں ہے اور ہر طرف یہی پیغام پہنچا رہی ہے۔

☆......ایک سوال کے جواب میں حضور انور نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ بتایا ہے کہ دنیا کی ہر قوم کی طرف نبی آئے۔ کچھ کا ذکر قرآن کریم میں ہے اور کچھ کا ذکر بائبل میں ہے۔ مجموعی طور پر ایک لاکھ چوبیس ہزار کی تعداد کا ذکر ملتا ہے۔ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر قوم میں نبی بھیجا۔ ہم حضرت بدھؑ کو خدا تعالیٰ کا نبی مانتے

کریم میں بیان نہ کرتا۔

☆......ایک سوال کے جواب میں حضور انور نے فرمایا قرآن کریم آخری اور کامل شریعت ہے۔ کامل شریعت وہ ہوتی ہے جس میں ہر قسم کی خوبی پائی جاتی ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ قرآن کریم میں تمام ضروری باتوں کا ذکر کر دیا گیا ہے۔ حضور انور نے فرمایا اس سے زائد مقامی رسم ورواج ہیں۔ اگر ان رسم ورواج کا اسلامی تعلیم سے ٹکراؤ نہیں تو پھر ان کے اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اسلام یہ نہیں کہتا کہ مسلمان بنانے کے لئے تم ایسی ایسی باتیں اپنا لو جو اسلام کی تعلیم سے ٹکراتی ہوں اور اسلام ان کی اجازت نہ دیتا ہو۔

حضور انور نے فرمایا: اسلام تو یہ کہتا ہے کہ ایک خدا کی عبادت کرو، ایک دوسرے کے حقوق ادا کرو، بیوی خاوند کے حقوق ادا کرے اور خاوند بیوی کے حقوق ادا کرے، بچوں کے حقوق ادا کرو، مالی معاملات میں، لین دین میں ایک دوسرے کے حقوق ادا کرو اور انصاف اور عدل قائم

تَعَالَوۡا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍۢ بَیۡنَنَا وَ بَیۡنَکُمۡ
کہ اُس کلمہ پر اکٹھے ہو جائیں جو ہم سب کے درمیان مشترک ہے کہ ایک ہی خدا کی عبادت کریں۔ ہم سب خدا کی مخلوق ہیں۔ مخلوق ہونے کے ناطے ہم سب کو اکٹھے ہوجانا چاہئے اور ایک دوسرے کا احترام کرنا چاہئے۔ ہم سب ایک ہی خدا کے ماننے والے ہیں۔

☆......جرنلسٹ نے سوال کیا کہ بائبل کہتی ہے کہ جو اپنے لئے پسند کرتے ہو وہ دوسرے کے لئے بھی پسند کرو۔ اس سے باہمی تعلقات کا ایک بہت اچھا اصول نکل سکتا ہے۔

اس سوال کے جواب میں حضور انور نے فرمایا: اسلام میں بھی یہی اصول ہے کہ جو اپنے لئے پسند کرو وہی دوسرے کے لئے پسند کرو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بانی جماعت احمدیہ نے فرمایا ہے کہ دوسرے کا درد تم اسی طرح محسوس کرو جس طرح اپنا درد محسوس کرتے ہو تو تبھی تم دوسروں کے حقوق ادا کرسکتے ہو اور اسلامی

تعلیمات پر عمل پیرا ہو سکتے ہو۔

حضور انور نے فرمایا: اسلام کے اسی اصول کے تحت ہم تبلیغ کا کام کرتے ہیں۔ ہم اسلام کی تعلیمات پر عمل کرتے ہیں کہ ہمیں خدا کا قرب حاصل ہو جائے اور ہم مخلوق خدا کے حقوق ادا کرنے والے ہوں تو یہی تعلیمات اور پیغام ہم دوسروں کے لئے پسند کرتے ہیں اور انہیں پہنچاتے ہیں۔ حضور انور نے فرمایا کہ جو ہمارا نعرہ ہے کہ ''محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں'' یہ انہی باتوں اور تعلیمات کا خلاصہ ہے۔

☆......ایک جرنلسٹ نے سوال کیا کہ میں مذہب اور سائنس کے آپس کے تعلق کے بارہ میں جاننا چاہتا ہوں اور پھر خواتین کی صلاحیتوں کو زیادہ پھیلانے کے بارہ میں معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ موصوف نے عرض کیا کہ پاکستان سے ایک بچی تین سال کی عمر میں ہجرت کر کے امریکہ آئی اور پھر اس نے امریکہ میں پی ایچ ڈی کی، ایک انسٹیٹیوٹ کی ہیڈ بھی رہی اور ایک دفاعی عہدہ پر بھی فائز رہی۔ میرا خیال ہے کہ پاکستان میں خواتین میں بہت زیادہ Talent موجود ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: قرآن کریم ایک مکمل کتاب ہے۔ ہماری کائنات، زمین کی بناوٹ اور انسانی پیدائش کے عمل سے لے کر بِگ بینگ اور بلیک ہول اور کائنات کے حوالہ سے دوسری سب چیزوں کا ذکر اور راہنمائی اس میں موجود ہے۔

حضور انور نے فرمایا: پاکستان کے سب سے بڑے سائنسدان ڈاکٹر عبدالسلام صاحب جو نوبیل انعام یافتہ تھے وہ اپنی تحقیق اور ریسرچ میں قرآن کریم سے مدد لیتے تھے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ قرآن کریم میں سات سو آیات ہیں جو سائنس کی طرف راہنمائی کرتی ہیں۔ ہمارے نزدیک سائنس اور مذہب میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

باقی جہاں تک خواتین کے تعلیم حاصل کرنے اور ان کی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانے کا تعلق ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہر مرد اور عورت پر تعلیم حاصل کرنا فرض ہے۔ آپؐ نے یہاں تک فرمایا کہ جس کی تین بیٹیاں ہوں اور وہ ان کی بہترین تربیت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت عطا فرمائے گا۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: سوئٹزرلینڈ میں انڈر گراؤنڈ جو بگ بینگ (Big Bang) پر کام ہو رہا ہے جو سائنٹسٹ کی ٹیم اس پر کام کر رہی ہے اس میں ایک احمدی لڑکی بھی شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے تعلیم حاصل کرنے میں ہماری احمدی لڑکیاں، لڑکوں سے آگے ہیں۔ جو اچھے اور ذہین طلباء ہوتے ہیں لیکن مزید تعلیم کے حصول کے لئے ان کی مالی استطاعت نہیں ہوتی تو جماعت وظائف دے کر بھی ایسے بچوں کو پڑھاتی ہے۔ افریقہ میں ہم بلاتمیز مذہب اور رنگ و نسل ہر ایک کو تعلیم کی سہولتیں مہیا کر رہے ہیں۔

حضور انور نے فرمایا: ہم اس بات کے قائل ہیں کہ تعلیم حاصل کرو، تحقیق کرو، ریسرچ کرو اور آگے پڑھنے کی کوشش کرو۔

حضور انور نے ریسرچ کے حوالہ سے فرمایا کہ اگر تم Cloning کر کے خدا تعالیٰ کی مخلوق میں تبدیلی پیدا کرنے کی کوشش کرو گے اور کچھ کر بھی لو گے تو اس کا نتیجہ خطرناک ہوگا اور تباہی پر منتج ہوگا اور پھر آخرت میں بھی سزا ملے گی کیونکہ تم خدا کی مخلوق کو تبدیل کر رہے ہو جس کی تمہیں اجازت نہیں دی گئی۔ حضور انور نے فرمایا اگر انسانوں میں کلوننگ کر کے کوشش کی تو پھر ایسا خطرناک فساد پیدا ہوگا جو انتہائی خوفناک تباہی پر منتج ہوگا۔

☆......جرنلسٹ نے سوال کیا کہ یورپین ممالک میں سائنس کا کوٹہ 30 فیصد مقرر کیا گیا ہے۔ لیکن ان ممالک میں ایسا نہیں ہو رہا۔ جاپان میں بھی ایسا نہیں ہے۔ تو کیا اسلامی ملکوں کے بارہ میں کوئی Data آپ کے پاس ہے۔

اس پر حضور انور نے فرمایا کہ اسلامی ممالک کا Data تو میرے پاس نہیں ہے۔ اگر ترقی یافتہ ممالک میں اس بارہ میں شکوہ ہے تو پھر تیسری دنیا کے ممالک سے کیا شکوہ ہو سکتا ہے؟ ان میں تو مرد بھی اتنے پڑھے لکھے نہیں ہیں تو عورتوں کے بارہ میں کیا بات ہو سکتی ہے۔ وہ بھی مردوں کی طرح ہی ہوں گی۔

حضور انور نے فرمایا: جماعت احمدیہ کے بارہ میں مَیں جانتا ہوں کہ خدا کے فضل سے لڑکیاں تعلیم حاصل کرتی ہیں اور غیروں کو بھی توجہ دلاتے ہیں کہ تعلیم حاصل کریں اور ہم غیروں کی مدد بھی کرتے ہیں۔

☆......ایک مہمان نے سوال کیا کہ پاکستان میں احمدیوں پر کیوں ظلم ہو رہا ہے؟

حضور انور نے اس سوال کا تفصیلی جواب عطا فرمایا۔ حضور انور نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پیشگوئی فرمائی تھی کہ ایک زمانہ آئے گا جب مسلمان عملی طور پر اپنی تعلیم کو بھول چکے ہوں گے۔ قرآن کریم تو موجود ہوگا لیکن اس پر عمل نہیں ہوگا اور ایک اندھیرا زمانہ ہوگا۔ علماء ایسے ہوں گے جو غلط رہنمائی کریں گے۔ وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔ تو اس زمانہ میں، چودھویں صدی میں اللہ تعالیٰ ایک مصلح کو مبعوث کرے گا اور وہ مسیح اور مہدی ہوگا اور اسلام کی حقیقی تعلیم کو اور قرآن کریم کی تعلیم کو آگے بڑھائے گا۔

ہم یہ مانتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق آنے والا مسیح اور مہدی آ گیا ہے اور ہم اس پر ایمان لے آئے ہیں۔ لیکن اِن مخالف علماء نے اسے ردّ کیا اور یہ اس انتظار میں ہیں کہ آنے والا مسیح آسمان سے آئے گا۔ اب یہ علماء، عوام کی غلط رہنمائی کر رہے ہیں تاکہ ان کا سٹیج قائم رہے۔ اور مسلمانوں کی اکثریت ان کے پیچھے چل رہی ہے۔ اگر علماء کو ایک طرف کر دیا جائے اور حکومتیں عقل کریں تو عوام جلد اس بات کو سمجھ جائے گی کہ صحیح کون ہے اور ہدایت پر کون ہے اور علماء کا کردار غلط ہے۔ تو یہ وہ وجہ ہے کہ آنے والے مسیحؑ اور مہدیؑ کو ماننے کی وجہ سے ہم پر ظلم ہو رہا ہے۔ تو یہ آپ کے سوال کا مختصر جواب ہے۔

☆......ایک سوال کے جواب میں حضور انور نے فرمایا: مذہب کا معاملہ دل سے ہے۔ مذہب میں کوئی جبر نہیں ہے۔ ہر ملک کا شہری کوئی بھی مذہب اختیار کر سکتا ہے۔ مذہب کے بارہ میں کوئی سختی نہیں ہونی چاہئے۔ تبلیغ کرنے کا حکم ہے۔ پیغام پہنچانے کا حکم ہے وہ پہنچایا جائے۔ ہر مذہب کو اپنے مذہب کی تبلیغ کرنے اور پیغام پہنچانے کا حق ہے۔

حضور انور نے فرمایا: سب سے پہلی حکومت مدینہ میں قائم ہوئی۔ جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام اختیارات دیے گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمانوں کے فیصلے اسلامی تعلیم کے مطابق ہوں گے۔ یہودیوں کے فیصلے یہود کی شریعت کے مطابق ہوں گے اور جو دوسرے قبائل ہیں ان کے فیصلے ان کے رواج اور دستور کے مطابق ہوں گے۔ حضور انور نے فرمایا پس ملکی قانون تو ایسے ہونے چاہئیں جو ہر شخص کو، ایک شہری کے حقوق دلوائیں اور ہر شہری کو اس کا حق ملے۔ حکومت کا کام ہر شہری کو اس کا حق دینا ہے نہ کہ اس کے مذہب کے فیصلے کرنا۔

جاپان میں بدھ مذہب کے لوگ ہیں۔ ہندو ہیں، عیسائی ہیں اور دوسرے مذاہب کے لوگ ہیں۔ ہر ایک کو ان کے شہری حقوق ملنے چاہئیں۔ اگر شہری حقوق نہیں ملیں گے تو فساد پیدا ہوگا۔ پس مذہب کی آزادی ہونی چاہیے۔ قرآن کریم کسی کے مذہب میں دخل اندازی سے منع کرتا ہے۔

حضور انور نے فرمایا: مسلمان ملکوں میں اسلامی شریعت کے مطابق قوانین بنا سکتے ہیں لیکن یہ نہیں کر سکتے کہ ہر شہری ان کا مذہب قبول کر کے ان کی پابندی کرے۔

حضور انور نے فرمایا: بعض عائلی قوانین جو قرآن کریم میں ہیں اگر مسلمان ملک ان پر عمل کروانے کے لئے اپنے قانون کا حصہ بنا لیتے ہیں تو ٹھیک ہے۔ لیکن کسی مسلمان ملک کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ جبر کر کے اپنے شہریوں کو ان کے حقوق سے محروم کیا جائے۔ یہ غلط ہے۔

حضور انور نے فرمایا: UNO کے تحت ہیومن رائٹس کے چارٹر میں تمام ممالک شامل ہیں۔ اس کے مطابق ہر ملک میں ہر شہری کے حقوق ہیں اور ہر ملک میں اس چارٹر پر عمل ہونا چاہئے اور ہر شہری کو اس کے حقوق ملنے چاہیں۔ جو حقوق ہر شہری کے جاپان اور امریکہ میں ہیں، وہی حقوق ہر شہری کے اسلامی ممالک میں ہیں۔ قرآن کریم کا یہ حکم نہیں کہ ظلم کرو بلکہ قرآن یہ کہتا ہے کہ انصاف سے کام لو۔ قرآن کریم تو یہ کہتا ہے اللہ کی خاطر مضبوطی سے نگرانی کرتے ہوئے انصاف کی تائید میں گواہ بن جاؤ اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں ہرگز اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔ پس انصاف کرو اور عدل سے کام لو۔

حضور انور نے فرمایا: پس قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق ضروری ہے کہ انصاف اور عدل کے ساتھ ہر شہری کو اس کا حق دیا جائے اور پھر یہ بھی ضروری ہے کہ ہمسائیگی کا بھی حق ادا کرو، چالیس گھروں تک تو ہمسایہ کے حق کی ادائیگی ہے۔ لیکن صرف یہی نہیں آگے بڑھتے جائیں تو ہمسایہ قوموں کے حق بھی ادا ہونے چاہئیں۔ اگر ایسا ہو جائے اور ہمسایہ اقوام کے حقوق ادا ہونے لگیں تو پھر کہیں بھی کوئی خرابی نہ ہو۔

حضور انور نے فرمایا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا کہ ہمسایہ کے حقوق کے حوالہ سے اس قدر تاکید کی گئی ہے کہ مجھے خیال ہوا کہ کہیں اسے وارث ہی نہ بنا دیا جائے۔ پس اسلام تو حقوق دلواتا ہے نہ کہ غصب کرتا ہے۔

حضور انور نے فرمایا: اگر انتہا پرست، اسلام کے نام پر دہشت گردی کر رہے ہیں تو وہ اسلام کی تعلیم کے خلاف ہے۔ وہ ایسا اپنے ذاتی مفاد کے لئے کر رہے ہیں نہ کہ اسلام کی تعلیم کو پھیلانے کے لئے ایسا کر رہے ہیں۔ حضور انور نے فرمایا میں اس بات کو ہر جگہ دہراتا ہوں کہ جو شدّت پسند القاعدہ، طالبان وغیرہ تنظیمیں ہیں وہ اسلام کے نام پر یہ حرکتیں کر رہی ہیں۔ ان کے یہ عمل اسلام کی تعلیم کے بالکل خلاف ہیں بلکہ یہ اسلام کو بدنام کر رہے ہیں۔

پریس کانفرنس کا یہ پروگرام آٹھ بجے تک جاری رہا۔ اس کے بعد مہمانوں کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا۔

بعد ازاں مہمانوں نے باری باری حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ سے شرف مصافحہ حاصل کیا۔ حضور انور کے ساتھ تصاویر بنوائیں اور حضور انور نے ازراہ شفقت ان مہمانوں سے گفتگو فرمائی۔ پونے نو بجے یہ پروگرام اپنے اختتام کو پہنچا۔

نو بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے نمازوں کے لئے حاصل کیے گئے ہال میں تشریف لا کر نماز مغرب وعشاء جمع کر کے پڑھائیں۔ نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

اپنے رہائشی اپارٹمنٹ میں تشریف لے گئے۔

11 نومبر 2013ء بروز سوموار

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے صبح سوا پانچ بجے ہوٹل کے ایک ہال میں تشریف لا کر نماز فجر پڑھائی۔ نماز کی ادائیگی کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے رہائشی اپارٹمنٹ میں تشریف لے گئے۔

Asakusa کا وزٹ

آج جماعت جاپان نے ٹوکیو شہر کے ایک علاقہ Asakusa کے وزٹ کا پروگرام بنایا تھا۔ یہ علاقہ ٹوکیو (Tokyo) کے سب سے زیادہ روایتی علاقوں میں سے ہے اور اپنے قدیم شہر کے مناظر اور بدھ مت کے تاریخی ٹیمپلز کی وجہ سے مشہور ہے۔

یہ صدیوں پرانا Asakusa Kannon Temple جاپان کے لوگوں کا قدیم ترین ٹیمپل ہے جو کہ Sensouji Temple کہلاتا ہے۔ عرف عام میں اسے Kannon کے رحیم دیوتا کی وجہ سے ہمدردی کا نشان سمجھا جاتا ہے۔ اس کا احاطہ بڑا وسیع ہے اور بیرونی احاطہ میں نمائشیں اور بازار لگتے ہیں اور ایک بہت بڑی تعداد جو ہزاروں میں ہوتی ہے روزانہ اس جگہ کا وزٹ کرتی ہے۔ یہاں کا بازار جاپان کا قدیم روایتی بازار ہے اور آج کے اس دور میں بھی جاپان کے اس قدیم بازار کو دیکھا جا سکتا ہے۔ پروگرام کے مطابق سوا گیارہ بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ہوٹل سے باہر تشریف لائے اور اس علاقہ کے وزٹ کے لئے روانگی ہوئی۔ قریباً پینتالیس منٹ کے سفر کے بعد بارہ بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی Asakusa کے علاقہ میں تشریف آوری ہوئی۔

جونہی حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز گاڑی سے باہر تشریف لائے اور اس علاقہ میں داخل ہوئے تو اس علاقہ کے وزٹ کے دوران حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی پُرنور شخصیت ہزاروں کی تعداد میں موجود ٹورسٹ کی توجہ کا مرکز بنی رہی۔ مرد وخواتین اور بچوں بچیوں، قریباً سبھی کے ہاتھوں میں کیمرے تھے۔ یہ سب حضور انور کو مسلسل دیکھتے رہے اور تصاویر بناتے رہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ جہاں بھی قدم رکھتے اور جس طرف بھی آگے بڑھتے وہاں اردگرد سینکڑوں کیمرے فضا میں بلند ہو جاتے اور ہر طرف مسلسل تصاویر کھینچی جا رہی تھیں۔ پھر یہیں پر بس نہیں بلکہ سینکڑوں فیملیز مرد وخواتین، بچوں اور بچیوں نے بار بار حضور انور کی خدمت میں درخواست کر کے تصاویر بنوائیں۔ مختلف فیملیز کے گروپس جگہ جگہ حضور انور کو روک لیتے اور تصاویر بنوانے کی درخواست کرتے۔ بچے بچیاں حضور انور کے دائیں بائیں اور آگے کھڑی ہو جاتیں اور تصاویر بنواتیں، ویڈیو بنواتیں۔ آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے سینکڑوں لوگوں نے حضور انور کے ساتھ تصاویر بنوائیں اور حضور انور کی شفقتوں اور برکتوں سے حصہ پایا۔

تھائی لینڈ سے بدھسٹ کا ایک گروپ بھی یہاں اس تاریخی ٹیمپل کی زیارت اور اپنی عبادت کے لئے آیا ہوا تھا۔ اس گروپ کے ممبران نے حضور انور سے شرف مصافحہ حاصل کیا اور حضور انور کے ساتھ تصویر بنوانے کی سعادت بھی پائی۔

ایک ایرانی دوست دور سے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ کر قریب آئے اور شرف مصافحہ حاصل کرنے کے بعد درخواست کر کے تصویر بنوائی۔ ایک افریقن پادری بھی حضور انور کے پاس آئے اور اپنا تعارف کروایا اور حضور انور کے ساتھ تصویر بنوائی۔

مسجد فضل لندن کے ساتھ والی سڑک Melrose Road پر رہنے والے ایک انگریز میاں بیوی نے اچانک حضور انور کو دیکھا تو وہ حضور کے قریب آ گئے اور بتایا کہ ہم وہاں لندن میں مسجد کے ساتھ ہی رہتے ہیں اور وہاں حضور کو آتا جاتا دیکھتے ہیں۔ ان دونوں نے بھی حضور انور کے ساتھ تصویر بنوانے کا شرف پایا۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز قریباً ڈیڑھ گھنٹہ یہاں پر رہے اور قریباً یہ سارا وقت ہی ان جاپانی فیملیز نے حضور انور کے بابرکت وجود کو گھیرے رکھا اور باری باری قدم قدم پر تصاویر بناتے رہے۔

پروگرام کے مطابق دو بجے یہاں سے واپس رہائش گاہ ہوٹل Inter Continental روانگی ہوئی۔ راستہ میں ایک جگہ رُک کر ایک ریسٹورنٹ میں دوپہر کا کھانا کھایا گیا۔ بعد ازاں یہاں سے روانہ ہو کر سوا چار بجے ہوٹل میں تشریف آوری ہوئی اور حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ہوٹل کے ایک ہال میں تشریف لا کر نماز ظہر وعصر جمع کر کے پڑھائیں۔ نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ اپنے رہائشی حصہ میں تشریف لے گئے۔ آج شام پروگرام کے مطابق ٹوکیو جماعت کی فیملی ملاقاتیں اور بعد ازاں نیشنل مجلس عاملہ جماعت جاپان کی حضور انور کے ساتھ میٹنگ تھی۔ اس کا انتظام ہوٹل میں ہی کیا گیا تھا۔

انفرادی و فیملی ملاقاتیں

چھ بجکر پینتیس منٹ پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ملاقاتوں کے پروگرام کے لئے تشریف لائے اور فیملی ملاقاتیں شروع ہوئیں۔

آج ملاقاتوں کے اس سیشن میں 24 فیملیز کے 87 افراد نے اپنے پیارے آقا کے ساتھ ملاقات کی سعادت پائی۔ آج ملاقات کرنے والوں میں انڈونیشیا اور کوریا سے آئے ہوئے مہمان بھی شامل تھے۔ جاپان سے ایک فیملی پاکستان گئی ہوئی تھی۔ جب انہیں علم ہوا کہ حضور انور جاپان آئے ہوئے ہیں تو وہ اپنے پروگرام ختم کر کے آج ہی پاکستان سے واپس جاپان پہنچی اور حضور انور سے ملاقات کی سعادت پائی۔

ملاقات کی سعادت پانے والی ان تمام فیملیز نے اپنے پیارے آقا کے ساتھ تصویر بنوانے کا شرف بھی پایا۔ حضور انور نے ازراہ شفقت تعلیم حاصل کرنے والے طلباء اور طالبات کو قلم عطا فرمائے اور چھوٹی بچیوں اور بچوں کو چاکلیٹ عطا فرمائیں۔

قرآن کریم کے جاپانی ترجمہ کی نظر ثانی کرنے میں مدد دینے والی لڑکیوں اور لڑکوں پر مشتمل ٹیم نے بھی علیحدہ علیحدہ گروپ کی صورت میں حضور انور سے ملاقات کی اور تصویر بنوانے کی سعادت پائی۔

نیشنل صدر صاحب جاپان نے دفتری ملاقات کی اور مختلف معاملات میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ہدایات سے نوازا۔ ملاقاتوں کا یہ پروگرام نو بجے تک جاری رہا۔

نیشنل مجلس عاملہ جاپان کے ممبران کی حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ میٹنگ

بعد ازاں پروگرام کے مطابق نیشنل مجلس عاملہ جماعت احمدیہ جاپان کی حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ میٹنگ شروع ہوئی۔

جنرل سیکرٹری صاحب نے اپنی رپورٹ پیش کرتے ہوئے بتایا کہ ہماری دو جماعتیں ہیں ناگویا اور ٹوکیو۔ اس پر حضور انور نے فرمایا: دونوں جماعتوں سے رپورٹس لیا کریں اور جو سیکرٹریان ہیں وہ اپنے اپنے شعبوں پر تبصرہ کیا کریں اور صدر صاحب کی طرف سے بھی ان رپورٹس پر تبصرہ جانا چاہئے اس طرح کارکردگی بہتر ہوگی۔

نیشنل سیکرٹری مال سے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سالانہ بجٹ، کمانے والوں کی تعداد اور یہاں کی ماہانہ انکم کے بارہ میں دریافت فرمایا۔ جس پر سیکرٹری مال نے بتایا کہ سالانہ بجٹ تو 15 ملین ین (Yen) ہے۔ جبکہ کمانے والوں کی تعداد 90 ہے اور ان میں سے 79 چندہ کے نظام میں شامل ہیں۔

حضور انور نے بڑی تفصیل کے ساتھ مختلف پہلوؤں سے چندہ کے معیار اور یہاں کے مختلف لوگوں کی آمد کا جائزہ لیا اور ہدایت فرمائی کہ آپ کے چندہ کا معیار تو بہت بڑھ سکتا ہے اور جو آپ کا پندرہ ملین ین (Yen) کا بجٹ ہے یہ تو عام لوگوں سے ہی پورا ہو سکتا ہے۔ جبکہ یہاں بزنس مین بھی ہیں اور بعض دوسرے اچھے کمانے والے ہیں۔ ان کو یہ احساس دلوائیں کہ چندہ شرح کے مطابق دینے کی کوشش کریں۔ چندہ کوئی Tax نہیں ہے بلکہ یہ خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے ہے۔ جو دینا ہے ایمانداری سے دیں۔ غلط بیانی نہیں ہونی چاہئے۔

نیشنل سیکرٹری وصیت نے اپنی رپورٹ پیش کرتے ہوئے بتایا کہ موصیان کی تعداد 46 ہے۔ جن میں 18 خواتین ہیں اور ان خواتین میں سے بھی بعض کمانے والی نہیں ہیں۔ حضور انور نے فرمایا آپ نے جو پچاس فیصد موصیان کا ٹارگٹ پورا کرنا ہے وہ 90 جو کمانے والے لوگ ہیں ان کا پچاس فیصد کرنا ہے۔ اس لحاظ سے آپ اپنے ٹارگٹ سے پیچھے ہیں۔ اس لئے اس کمی کو دور کریں اور اپنا ہدف پورا کریں۔ حضور انور نے فرمایا ایک موصی کا معیار تقویٰ اور نمازوں کی ادائیگی کا بہت اچھا ہونا چاہئے۔ صرف یہ نہیں کہ چندہ کا معیار بہتر ہو اور چندہ کی طرف ہی توجہ ہو بلکہ اعلیٰ اخلاقی معیار بھی ہونا چاہئے۔

سیکرٹری امور عامہ نے اپنی رپورٹ پیش کرتے ہوئے بتایا کہ لوگوں کو کام دلوانے میں اور ان کے بزنس میں ان کی مدد کرتا ہوں اور اس شعبہ کے تحت دوسرے مختلف مفوضہ امور سرانجام دینے کی توفیق مل رہی ہے۔

سیکرٹری تحریک جدید اور سیکرٹری وقف جدید نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان دونوں چندوں میں 198 میں سے 163 افراد جماعت شامل ہیں۔ اس پر حضور انور نے فرمایا کوشش کریں کہ باقی بھی شامل ہوں۔ سو فیصد شامل ہوں۔ آپ کی جماعت چھوٹی ہے یہاں تو ہر ایک کو شامل ہونا چاہئے۔

نیشنل سیکرٹری تعلیم القرآن و وقف عارضی کو حضور انور نے ہدایت دیتے ہوئے فرمایا کہ یہاں احباب سے وقف عارضی کروائیں۔ یہاں بہت زیادہ کام ہونے والا ہے۔ اس پر سیکرٹری صاحب نے بتایا کہ وقف عارضی کی تحریک کی تھی۔ لیکن کوئی جواب نہیں ملا۔

حضور انور نے ہدایت فرمائی کہ تحریک کر کے بیٹھ نہیں جانا چاہئے بلکہ مسلسل یاددہانی کی ضرورت ہے۔ Follow Up کیا کریں۔ اپنے کام کو آرگنائز کریں۔

سیکرٹری صاحب نے قرآن کریم پڑھانے کے حوالہ سے رپورٹ پیش کرتے ہوئے بتایا کہ ہم ہفتہ میں تین دن کلاسیں لیتے ہیں۔ لیکن بعض بچے اس میں شامل نہیں ہوتے۔ حضور انور نے فرمایا جاپانی زبان میں پڑھائیں اور جو بچے شامل نہیں ہوتے ان کے لئے مربی صاحب اور سیکرٹری تربیت کا کام ہے کہ ذیلی تنظیموں کے ساتھ مل کر

کوشش کریں اور ان بچوں کو ان کلاسز میں شامل کریں۔ حضور انور نے سیکرٹری صاحب کو فرمایا کہ آپ نے مسلسل کام کئے جانا ہے ایک وقت آئے گا کہ سب ٹھیک ہوجائے گا۔

نیشنل سیکرٹری وقف نو نے حضور انور کے استفسار پر بتایا کہ واقفین نَو کی کل تعداد 27 ہے۔ ان میں سے جو پندرہ سال سے اوپر ہیں ان کی تعداد بارہ ہے اور ان سب نے اپنا وقف فارم پُر کردیا ہوا ہے اور اس کی اطلاع مرکز کو کی جاچکی ہے۔ حضور انور نے فرمایا ان سب واقفین نَو کو بتائیں کہ وقف نَو کوئی ٹائٹل نہیں ہے بلکہ آپ نے اپنی ساری زندگی وقف کی ہوئی ہے۔ آپ میں سے ہر ایک واقف زندگی ہے۔ اب جو جماعت آپ کو کہے گی آپ نے وہی کرنا ہے آپ کا اپنا اختیار نہیں رہے گا۔

نیشنل سیکرٹری اشاعت نے اپنی رپورٹ پیش کرتے ہوئے بتایا کہ ہم اپنا رسالہ 'النور' جاپانی زبان میں شائع کرتے ہیں اور یہ باقاعدگی سے شائع ہوتا ہے۔

نیشنل سیکرٹری تربیت کو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ہدایت فرمائی کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقتباسات کا ترجمہ کرکے شائع کریں اور گھروں میں دیں۔ لوگ پڑھ لیں گے۔ یہ تربیت کے لئے بہت ضروری ہے۔ یہاں زندگی بہت ایڈوانس ہے۔ دنیاداری کی طرف توجہ زیادہ ہے۔ تربیت کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔

نیشنل سیکرٹری تبلیغ نے رپورٹ پیش کرتے ہوئے بتایا کہ امسال جاپان میں تین بیعتیں ہوئی ہیں۔ حضور انور نے دریافت فرمایا کہ تبلیغ کے لئے لٹریچر کتنا موجود ہے۔ حضور انور نے اب تک طبع ہونے والے لٹریچر اور کتب کا جائزہ لیا۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی جن کتب کے تراجم ہوچکے ہیں ان کا جائزہ لیا۔ کشتی نوح اور اسلامی اصول کی فلاسفی شائع ہوچکی ہیں۔ اس کے علاوہ دیباچہ تفسیر القرآن اور لائف آف محمدؐ کے تراجم ہوچکے ہیں۔ حضور انور نے ہدایت فرمائی کہ جن جن کتب کے تراجم ہوچکے ہیں۔ اب ان کو جلد شائع کرنے کی پلاننگ کریں۔

حضور انور نے ہدایت فرمائی کہ وکیل اعلیٰ صاحب خطبہ جمعہ کا جو خلاصہ نکال کر بھجواتے ہیں اس کا ترجمہ کرکے جماعت کے ہر فرد تک پہنچایا کریں۔ ہر ہفتہ لوگوں کے پاس یہ ترجمہ پہنچ جایا کرے۔ ای میل کے ذریعہ بھجوادیا کریں۔

حضور انور نے فرمایا: تبلیغ کے لئے ایک دو ورقہ شائع کریں اور یہ کثرت سے تقسیم کریں۔ آج آپ وہاں Asakusa کے وزٹ کے دوران تقسیم کررہے تھے۔ جس پر ایک دوست نے عرض کیا کہ پچاس کاپیاں تقسیم کی ہیں۔ اس پر حضور انور نے فرمایا زیادہ تعداد میں ساتھ رکھنا چاہئے تھا۔ ہزار بھی ہوتیں تو تقسیم ہوجاتیں۔

حضور انور نے ہدایت فرمائی **لٹریچر کی اشاعت کا باقاعدہ پلان کریں** کہ کتنا چاہئے۔ اگر جاپان میں اشاعت مہنگی ہے تو سنگاپور سے اشاعت کا جائزہ لیں۔ سنگاپور سے شائع ہوسکتا ہے۔ یوکے سے بھی اشاعت کا جائزہ لیا جاسکتا ہے۔ حضور انور نے فرمایا: اب آپ نے نئی جگہ حاصل کرلی ہے جو وسیع ہے۔ اب آپ کو دو چار چھ ماہ کے اندر سٹوریج کے لئے جگہ مل جائے گی۔ اس لئے لٹریچر کی اشاعت کا پروگرام بنائیں۔

حضور انور نے فرمایا: لٹریچر تیار کرتے ہوئے یہ پلان بھی ہونا چاہئے کہ جاپانی قوم کو اس کے مزاج کے مطابق کون سا لٹریچر دینا ہے اور کن موضوعات پر لٹریچر تیار کرنا ہے۔ مذہب کی دلچسپی دلانے کے لئے کیا ضرورت ہے اور کون سا لٹریچر تیار کرنا ہے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ پر یقین دلانے کے لئے کیا دینا ہے۔

حضور انور نے صدر صاحب خدام الاحمدیہ کو ہدایت فرمائی کہ تبلیغ کے لئے پلان بناؤ اور اپنے خدام کو involve کرو۔ کچھ سوالات تیار کرکے اور چند علاقوں کا انتخاب کرکے ریسرچ کرواور سروے کرو۔ اس سروے کے نتیجہ میں سوالات کے جو جوابات موصول ہوں گے اس سے آپ کو پتہ چلے گا کہ ان لوگوں کا مزاج کیا ہے اور ان کے کیا مسائل ہیں اور انہیں اپنے جوابات کے لئے کس قسم کا لٹریچر چاہئے۔ **حضور انور نے مجلس عاملہ کے ممبران کو ہدایت فرمائی کہ تبلیغ کے لئے اپنے وسائل کے اندر رہتے ہوئے پلان کریں۔** آپ بڑے بڑے منصوبے بنارہے ہیں۔ پہلے تو کچھ چھوٹے لیول پر کرکے دکھائیں پھر آگے قدم بڑھائیں۔ بڑے منصوبے بنانا ایسے ہی ہے کہ پرائمری کا امتحان تو پاس نہیں کیا اور MA کی ڈگری لینے کی کوشش شروع کردی۔

حضور انور نے فرمایا مجلس عاملہ کے ممبران اپنے ذاتی روابط اور تعلقات بنا کر تبلیغ شروع کردیں تو پانچ چھ بیعتیں تو اس طرح بھی ہوسکتی ہیں۔ آپ میں سے بہت سے جاپانیوں کے ساتھ کاروبار کرتے ہیں۔ مل کر کام کرتے ہیں۔ اس معاشرے میں ان کے ساتھ رہتے ہیں تو انہیں پیغام پہنچانا چاہئے اور تبلیغ کرنی چاہئے۔

حضور انور نے فرمایا نیشنل مجلس عاملہ کے ممبران، دونوں جماعتوں کی مجالس عاملہ کے ممبران، ذیلی تنظیموں کی عاملہ کے ممبران، اگر ہر ایک تبلیغ کے لئے کوشش کرے اور ذاتی رابطے اور تعلق بنا کر پیغام پہنچائے تو پچاس ساٹھ بیعتیں تو اس طرح ہی ہوسکتی ہیں۔

نیشنل سیکرٹری جائداد نے عرض کیا کہ ناگویا کے بعد ٹوکیو میں بھی مسجد کی بہت ضرورت ہے۔ یہاں جماعتی سنٹر کرائے پر ہے جس کے سالانہ اخراجات بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ اگر فی الحال اپنا سنٹر بنالیا جائے تو کرایہ کے ان اخراجات سے بچا جاسکتا ہے۔ اس پر حضور انور نے فرمایا: پہلے ناگویا کی مسجد کو جلد مکمل کریں اور جماعت رجسٹرڈ کروائیں پھر ٹوکیو کا پلان بنائیں۔ حضور انور نے فرمایا: سردست ایک چھوٹا سا ہال، ایک دو کمرے اور وضو کے لئے جگہیں وغیرہ بنائی جاسکتی ہیں۔ یہ جائزہ لے کر بتائیں کہ ٹوکیو میں جو جگہ جماعت کے پاس موجود ہے اس پر اگر ایک چھوٹا سا ہال جس میں پچاس یا سو آدمی نماز پڑھ سکتے ہوں، ایک دو کمرے، وضو کرنے کی جگہیں اور کچن وغیرہ بنایا جائے تو کیا خرچ آتا ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں رپورٹ پیش کی گئی کہ یہ موجودہ قطعہ زمین ٹوکیو سے کافی باہر ہے اور شہر سے دور ہے۔ اس پر حضور انور نے فرمایا جہاں پر احمدی دوستوں کے گھر ہیں وہاں سے آدھ گھنٹہ کے فاصلہ پر کوئی مناسب جگہ دیکھیں۔ پلاٹ دیکھیں جہاں مسجد وغیرہ تعمیر کرنے کی اجازت ہو۔ یا اگر کوئی بنی بنائی عمارت، ہال وغیرہ مل سکتا ہے تو لے لیں۔

حضور انور نے فرمایا: آپس میں پیار و محبت سے رہنا سیکھیں۔ اکائی پیدا ہوگی تو آپ کے ہر کام میں برکت پڑ جائے گی۔

نیشنل سیکرٹری تعلیم کو حضور انور نے ہدایت دیتے ہوئے فرمایا کہ اپنے تمام طلباء کا data مکمل کریں۔ یونیورسٹیز، کالجز، ہائی سکولز، اور پرائمری سکولز میں جو طلباء اور طالبات تعلیم حاصل کررہے ہیں ان سب کے کوائف اور ریکارڈ مکمل ہو۔ عمر (age) کے حساب سے بھی ریکارڈ ہو اور پھر مضامین کے حساب سے بھی ریکارڈ مکمل ہو کہ کس کس مضمون میں کتنے کتنے طلباء تعلیم کی کس سٹیج پر ہیں۔ **زعیم انصار اللہ** نے اس موقع پر عرض کیا کہ ہم نے پانچ صد قرآن کریم جاپان کی مختلف لائبریریوں میں رکھے ہیں۔ حضور انور نے فرمایا دوسروں کو بھی کہیں کہ وہ بھی یہ کام کریں۔

حضور انور نے فرمایا: خدمتِ خلق کے کاموں کے ذریعہ اخبارات اور میڈیا، پریس میں جو پروجیکشن ہوتی ہے اس سے جماعت کا تعارف بڑھتا ہے اور آجکل کے حالات میں یہ پروجیکشن ضروری ہے تاکہ اسلام کا حسین چہرہ لوگوں کے سامنے آئے اور اسلام کی ایک منفی تصویر جو ان کے دلوں میں ہے وہ ختم ہو۔ نیشنل مجلس عاملہ جاپان کی حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ یہ میٹنگ نو بجکر پچاس منٹ پر ختم ہوئی۔ بعد ازاں عاملہ کے ممبران نے حضور انور کے ساتھ اجتماعی گروپ فوٹو بنوانے کی سعادت حاصل کی۔

تقریب آمین

بعد ازاں تقریب آمین ہوئی۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہ شفقت عزیزم یحییٰ احمد، نعیم احمد اور فرزان احمد سے قرآن کریم کی ایک ایک آیت سنی اور آخر پر دعا کروائی۔

اس کے بعد کوریا (Korea) سے آنے والے دونوں مبلغین نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ تصویر بنوانے کی سعادت پائی۔ بعد ازاں دس بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے نماز مغرب و عشاء جمع کرکے پڑھائیں۔ نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے رہائشی اپارٹمنٹ میں تشریف لے گئے۔

جاپان کی ایک مشہور اخبار آساہی کے نمائندہ نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا انٹرویو لیا تھا۔ یہ جاپان کی دوسری بڑی اخبار ہے۔ جس کی سرکولیشن دو کروڑ سے زائد ہے۔ اس اخبار نے اپنی 14 نومبر 2013ء کی اشاعت میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی تصویر کے ساتھ دورہ کے حوالہ سے درج ذیل خبر شائع کی۔

Tsushima میں
ایک اسلامی فرقہ کے مرکز کی بنیاد

اسلام کے ایک فرقہ احمدیت جن کا مرکز لندن میں ہے، کے سپریم لیڈر مرزا مسرور احمد صاحب نے 9 نومبر کو ناگویا میں ایک استقبالیہ کے موقع پر خطاب سے قبل آساہی اخبار کو انٹرویو دیتے ہوئے Tsushima کے علاقہ Hiruma میں جاپان کی پہلی احمدیہ مسجد کے قیام کا اعلان فرمایا۔

جماعت احمدیہ جاپان (جس کا مرکز ناگویا کے علاقہ میتو میں واقع ہے) کے ذرائع کے مطابق یہ مسجد پہلے ایک سپورٹس ہال تھی اور یہ دو منزلہ عمارت پر مشتمل ہے اور اس کا باقاعدہ افتتاح نئے سال کے آغاز تک متوقع ہے۔ خلیفۃ المسیح نے فرمایا کہ مذہب یا قومیت کے امتیاز سے الگ ہوکر ہر شخص اس مسجد میں آسکتا ہے۔

12 نومبر 2013ء بروز منگل

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے صبح پانچ بجکر پندرہ منٹ پر تشریف لاکر نماز فجر پڑھائی۔ نماز کی ادائیگی کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے رہائشی حصہ میں تشریف لے آئے۔

جاپان سے لندن کے لئے روانگی
مسجد فضل لندن میں آمد و استقبال

آج جاپان سے لندن روانگی کا دن تھا۔ ساڑھے آٹھ بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ہوٹل سے باہر تشریف لائے اور اجتماعی دعا کروائی اور ٹوکیو کے انٹرنیشنل ایئرپورٹ Narita

کے لئے روانگی ہوئی۔ ایئرپورٹ پر صبح سے ہی ٹوکیو اور ناگویا کی جماعتوں سے احباب جماعت مرد وخواتین اور بچے بچیاں اپنے پیارے آقا کو الوداع کہنے کے لئے جمع تھے۔

وزارت خارجہ جاپان کے دو پروٹوکول آفیسرز خصوصی انتظامات کے لئے ایئرپورٹ پر آئے ہوئے تھے۔ اس خصوصی انتظام کے تحت حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ایئرپورٹ پر آمد سے قبل سامان کی بکنگ، بورڈنگ کارڈز کے حصول اور پاسپورٹس پر Exit Stamp لگنے کی کارروائی پہلے سے ہی مکمل ہو چکی تھی۔

نو بج کر چالیس منٹ پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ایئرپورٹ پر تشریف آوری ہوئی۔ جونہی حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز گاڑی سے باہر تشریف لائے تو وزارت خارجہ کے پروٹوکول آفیسرز نے حضور انور کو receive کیا اور اپنے ساتھ ایئرپورٹ کے اندر لے آئے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے الوداع کہنے کے لئے آنے والے احباب کو شرف مصافحہ سے نوازا اور خواتین نے شرف زیارت حاصل کیا۔ حضور انور نے اپنا ہاتھ بلند کر کے سب کو السلام علیکم کہا اور ایئرپورٹ کے اندرونی حصہ میں تشریف لے گئے۔ دونوں پروٹوکول آفیسرز حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کو اپنے ساتھ فرسٹ کلاس لاؤنج میں لے آئے جہاں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے کچھ دیر کے لئے قیام فرمایا۔ یہاں سے گیارہ بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جہاز پر سوار ہوئے۔ پروٹوکول آفیسرز حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو جہاز کے دروازہ تک چھوڑ نے آئے۔

برٹش ایئرویز کی پرواز BA06 گیارہ بجکر بیس منٹ پر Narita ایئرپورٹ ٹوکیو سے لندن (برطانیہ) کے ہیتھرو ایئرپورٹ کے لئے روانہ ہوئی۔ قریباً ساڑھے بارہ گھنٹے کی مسلسل پرواز کے بعد لندن (یوکے) کے مقامی وقت کے مطابق ساڑھے تین بجے جہاز لندن کے ہیتھرو انٹرنیشنل ایئرپورٹ پر اترا۔ برطانیہ کا وقت جاپان کے وقت سے نو گھنٹے پیچھے ہے۔ جہاز کے دروازہ پر ایئرپورٹ کے ایک پروٹوکول آفیسر نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو receive کیا اور اپنے ساتھ سپیشل لاؤنج میں لے آئے۔

لاؤنج میں مکرم رفیق احمد حیات صاحب امیر جماعت یوکے، مکرم عطاء المجیب راشد صاحب مبلغ انچارج یوکے، مکرم اخلاق احمد انجم صاحب (دفتر وکالت تبشیر)، مکرم ظہور احمد صاحب (دفتر پرائیویٹ سیکرٹری)، مکرم صاحبزادہ مرزا وقاص احمد صاحب (صدر مجلس خدام الاحمدیہ یوکے)، مکرم وسیم احمد چوہدری صاحب (صدر مجلس انصاراللہ یوکے) اور مکرم میجر محمود احمد صاحب (افسر حفاظت خاص) نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا استقبال کیا، حضور انور کو خوش آمدید کہا اور شرف مصافحہ حاصل کیا۔ امیگریشن آفیسر نے اسی لاؤنج میں آکر پاسپورٹ دیکھے۔ یہاں ایئرپورٹ سے چار بجے روانہ ہو کر قریباً پانچ بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا مسجد فضل لندن میں ورود مسعود ہوا۔ جہاں احباب جماعت کی ایک کثیر تعداد نے اپنے پیارے آقا کو خوش آمدید کہا۔ مسجد فضل کے احاطہ کو خوبصورت اور رنگ برنگی جھنڈیوں سے سجایا گیا تھا۔ مسجد کے بیرونی احاطہ میں ایک طرف خواتین اور بچیاں کھڑی تھیں اور دوسری طرف مرد احباب تھے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خواتین کے سامنے سے گزرتے ہوئے مرد احباب کے پاس تشریف لائے اور اپنا ہاتھ بلند کر کے سب کو السلام علیکم کہا اور اپنی رہائشگاہ پر تشریف لے گئے۔ آج ہر چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا کہ آج ان کا محبوب آقا کامیاب وکامران ان میں واپس لوٹ آیا تھا۔

آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا مشرق بعید کے ممالک سنگاپور، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ اور جاپان کا یہ تاریخ ساز اور دور رس نتائج کا حامل دورہ، اللہ تعالیٰ کے بے انتہا فضلوں اور برکتوں کو سمیٹتے ہوئے، عظیم الشان کامیابیوں اور کامرانیوں کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔ فالحمدللہ علی ذلک۔

ممبران قافلہ

جن خوش نصیبوں کو اس تاریخی اہمیت کے حامل سفر میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی معیت کی سعادت نصیب ہوئی ان کے اسماء بغرض ریکارڈ درج ہیں۔

1۔ حضرت سیدہ امۃ السبوح صاحبہ مدظلہا العالی (حرم سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ) 2۔ مکرم منیر احمد جاوید صاحب (پرائیویٹ سیکرٹری) 3۔ مکرم مبارک احمد ظفر صاحب (ایڈیشنل وکیل المال لندن) 4۔ مکرم عابد وحید خان صاحب (انچارج پریس سیکشن لندن) 5۔ مکرم بشیر احمد صاحب (دفتر پرائیویٹ سیکرٹری) 6۔ مکرم سید محمد احمد صاحب (نائب افسر حفاظت لندن) 7۔ مکرم ناصر احمد سعید صاحب (شعبہ حفاظت) 8۔ مکرم سخاوت احمد باجوہ صاحب (شعبہ حفاظت) 9۔ مکرم خالد محمود اکرم صاحب (شعبہ حفاظت) 10۔ (خاکسار) عبدالماجد طاہر (ایڈیشنل وکیل التبشیر لندن)

اس کے علاوہ MTA انٹرنیشنل یوکے کے درج ذیل ممبران نے خطبات جمعہ، جلسہ کے خطابات اور دیگر جملہ پروگراموں کی ریکارڈنگ اور Live ٹرانسمیشن کے لئے شریک سفر ہونے کی سعادت پائی۔

1۔ مکرم منیر عودہ صاحب 2۔ مکرم توقیر احمد مرزا صاحب 3۔ مکرم سفیرالدین قمر صاحب 4۔ مکرم عطاء الاوّل عباسی صاحب

اللہ تعالیٰ یہ سعادت ان کے لئے مبارک فرمائے۔ آمین۔

(بشکریہ الفضل انٹرنیشنل 7 فروری 2014)

منظوم کلام

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

کیوں عجب کرتے ہو گر میں آگیا ہوکر مسیح
خود مسیحائی کا دم بھرتی ہے یہ بادِ بہار
آسماں پر دعوتِ حق کیلئے اِک جوش ہے
ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اُتار
آرہا ہے اس طرف احرارِ یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگہ زندہ وار
کہتے ہیں تثلیث کو اب اہلِ دانش الوداع
پھر ہوئے ہیں چشمۂ توحید پر از جاں نثار
باغ میں ملت کے ہے کوئی گل رعنا کِھلا
آئی ہے بادِ صبا گلزار سے مستانہ وار
آرہی ہے اب تو خوشبو میرے یوسف کی مجھے
گو کہو دیوانہ میں کرتا ہوں اُس کا انتظار
اِسْمَعُوْا صَوْتَ السَّمَاءِ جَاءَ الْمَسِيْحُ جَاءَ الْمَسِيْحُ
نیز بشنو از زمیں آمد امامِ کامگار
آسماں بارد نشاں الوقت مے گوید زمیں
ایں دو شاہد از پئے من نعرہ زن چوں بیقرار
اب اِسی گلشن میں لوگو راحت و آرام ہے
وقت ہے جلد آؤ اے آوارگانِ دشتِ خار
اِک زماں کے بعد اب آئی ہے یہ ٹھنڈی ہوا
پھر خدا جانے کہ کب آئیں یہ دن اور یہ بہار
میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار
اِک شجر ہوں جس کو داؤدی صفت کے پھل لگے
میں ہوا داؤد اور جالوت ہے میرا شکار
پر مسیحا بن کے میں بھی دیکھتا روئے صلیب
گر نہ ہوتا نام احمد جس پہ میرا سب مدار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۰۱۔۱۰۳)

ارشادِ نبوی ﷺ
اَلصَّلٰوةُ عِمَادُ الدِّيْن
(نماز دین کا ستون ہے)
طالب دُعا از: اراکین جماعت احمدیہ ممبئی

آٹو ٹریڈرز
AUTO TRADERS
16 مینگو لین کلکتہ 70001
دکان: 2248-5222,
2248-16522243-0794
رہائش:: 2237-0471, 2237-8468

تقریر جلسہ سالانہ قادیان دسمبر 2013ء

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بے مثال صبر و استقلال

محمد انعام غوری۔ ناظر اعلیٰ و امیر جماعت احمدیہ قادیان

وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّن دَعَا إِلَى اللهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَO وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۚ اِدْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌO وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍO (سورۃ حٰم سجدہ: 34 تا 36)

ترجمہ:- اور بات کہنے میں اُس سے بہتر کون ہوسکتا ہے جو اللہ کی طرف بُلائے اور نیک اعمال بجالائے اور کہے کہ میں یقیناً کامل فرمانبرداروں میں سے ہوں۔ نہ اچھائی برائی کے برابر ہوسکتی ہے اور نہ برائی اچھائی کے برابر۔ ایسی چیز سے دفاع کر کہ جو بہترین ہو۔ تب ایسا شخص جس کے اور تیرے درمیان دُشمنی تھی وہ گویا اچانک ایک جاں نثار دوست بن جائے گا۔

اور یہ مقام عطا نہیں کیا جاتا مگر اُن لوگوں کو جنہوں نے صبر کیا اور یہ مقام عطا نہیں کیا جاتا مگر اُسے جو بڑے نصیب والا ہو۔

ان آیات میں یہ حقیقت بیان فرمائی گئی ہے کہ اپنے قولِ احسن اور عملِ صالح کے ذریعے اور بدی کا بدلہ نیکی کے ساتھ دیتے ہوئے نہایت صبر و استقلال کے ساتھ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے پھر یہ معجزہ دیکھ لیتے ہیں کہ خون کے پیاسے دُشمن جاں نثار دوست بن جاتے ہیں۔ اور یہ معجزہ سب سے اعلیٰ شان کے ساتھ سیّدنا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات والا صفات کے ذریعے رُونما ہوا جو سب صبر کرنے والوں سے زیادہ صبر کرنے والے اور سب سے زیادہ صاحب نصیب تھے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَ اٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

آخرین کے اِس دَور میں آپؐ کے عاشق صادق ، آپؐ کے ظلّ اور بروز کامل حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام نے اپنے عملی نمونوں کے ذریعے اپنے آقا و مطاع حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صبر و استقلال کے اُسوۂ حسنہ کی کامل اتباع کی عملی تصویر دنیا کے سامنے پیش کردی ہے۔

آج کی اس بابرکت مجلس میں خاکسار سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صبر و استقلال کی ایک جھلک پیش کرنے کی کوشش کرے گا۔

(اندرون خانہ آپؑ کا صبر واستقلال)

سب سے پہلے مَیں آپؑ کے اندرون خانہ صبر و استقلال کی بے نظیر تصویر پیش کرتا ہوں کیوں کہ دُنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سارے لوگ گھر کے باہر تو صبر وتحمل کا مظاہرہ کرتے ہیں لیکن گھر میں داخل ہوتے ہی نہایت تُرش رُو ہو جاتے ہیں اور ذرہ ذرہ سی بات پر بگڑتے اور جھگڑتے رہتے ہیں لیکن سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام گھر کے اندر ہوں یا باہر، صبر وتحمل مزاجی کے عظیم پیکر نظر آتے ہیں۔ آپؑ کا گھر امن وسکون کا گہوارہ تھا اور اس میں کیا شک ہے کہ صبر و برداشت ہی وہ نسخہ کیمیا ہے جو گھروں کو جنّت نظیر بناتا ہے۔ آپؑ کے ایک جلیل القدر صحابی حضرت مولانا عبد الکریم صاحب سیالکوٹیؓ نے اپنی کتاب ’سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام‘ میں آپؑ کے گھر میں صبر و استقلال کے حسین مناظر کی کچھ یوں منظر کشی کی ہے:

آپؓ فرماتے ہیں:-

’’ہندوستان میں ایک نامی گرامی سجادہ نشین ہیں۔ لاکھ سے زیادہ ان کے مرید ہیں اور خدا کے قرب کا انہیں دعویٰ بھی بڑا ہے۔ ان کے بہت ہی قریب متعلقین سے ایک نیک بخت عورت کو کچھ مدت سے ہمارے حضرت کے اندرون خانہ میں رہنے کا شرف حاصل ہے۔ وہ حضرت اقدس کا گھر میں فرشتوں کی طرح رہنا نہ کسی سے نوک ٹوک نہ چھیڑ چھاڑ جو کچھ کہا گیا اس طرح مانتے ہیں جیسے ایک واجب الاطاعت مطاع کے امر سے انحراف نہیں کیا جاتا۔ ان باتوں کو دیکھ کر وہ حیران ہو ہو جاتی ہیں اور بارہا تعجب سے کہہ چکی ہیں کہ ہمارے حضرت شاہ صاحب کا حال تو سراسر اس کے خلاف ہے۔ وہ جب باہر سے زنانہ میں آتے ہیں ایک ہنگامہ رستخیز برپا ہو جاتا ہے۔ اِس لڑکے کو گھور۔ اُس خادمہ سے خفا۔ اُس بچے کو مار۔ بیوی سے تکرار ہو رہی ہے کہ نمک کھانے میں کیوں زیادہ یا کم ہوگیا۔ یہ برتن یہاں کیوں رکھا ہے۔ اور وہ چیز وہاں کیوں دھری ہے۔ تم کیسی پھوہڑ بد مذاق اور بے سلیقہ عورت ہو اور کبھی جو کھانا طبع عالی کے حسب پسند نہ ہو تو آگے کے برتن کو دیوار سے پٹک دیتے ہیں اور بس ایک کہرام گھر میں مچ جاتا ہے۔ عورتیں بِلک بِلک کر خدا سے دعا کرتی ہیں کہ شاہ صاحب باہر ہی رونق افروز رہیں۔۔۔ (لیکن حضرت صاحب کے ہاں) عجب سکون اور جمعیت باطن اور فوق العادت وقار اور حلم ہے کہ کیسا ہی شور وغلغلہ برپا ہو جائے جو عموماً قلب کو پرِ کاہ کی طرح اُڑا دیتا اور شور اور جائے شور کی طرف خواہ مخواہ کھینچ لاتا ہے حضرت اسے ذرہ بھر بھی محسوس نہیں کرتے اور مشوش الاوقات نہیں ہوتے۔ یہی ایک حالت ہے جس کے لئے اہل مذاق تڑپتے اور سالک ہزار دست و پا مارتے اور رو رو کر خدا سے چاہتے ہیں۔ میں نے بہت سے قابل مصنّفوں اور لائق محرروں کو سُنا اور دیکھا ہے کہ کمرہ میں بیٹھے کچھ سوچ رہے ہیں یا لکھ رہے ہیں اور ایک چڑیا اندر گھُس آئی ہے اس کی چِڑ چِڑ سے اس قدر حواس باختہ اور سراسیمہ ہوئے ہیں کہ تفکر اور مضمون سب نقش برآب ہوگیا اور اسے مارنے اور نکالنے کو یوں لپکے ہیں جیسے کوئی شیر اور چیتا پر حملہ کرتا یا سخت اشتعال دینے والے دشمن پر پڑتا ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ حضرت اقدس نازک سے نازک مضمون لکھ رہے ہیں یہاں تک کہ عربی زبان میں بے مثل فصیح کتابیں لکھ رہے ہیں اور پاس ہنگامہ قیامت برپا ہے بے تمیز بچے اور سادہ عورتیں جھگڑ رہی ہیں چیخ رہی ہیں چلّا رہی ہیں یہاں تک کہ بعض آپس میں دست وگریباں ہو رہی ہیں اور پوری زنانہ کرتوتیں کر رہی ہیں۔ مگر حضرت یوں لکھے جارہے ہیں اور کام میں یوں مستغرق ہیں کہ گویا خلوت میں بیٹھے ہیں یہ ساری لانظیر اور عظیم الشان کتابیں عربی اُردو فارسی کی ایسے ہی مکانوں میں لکھی ہیں۔ میں نے ایک دفعہ پوچھا اتنے شور میں حضور کو لکھنے میں یا سوچنے میں ذرا بھی تشویش نہیں ہوتی۔ مسکرا کر فرمایا میں سُنتا ہی نہیں، تشویش کیا ہو اور کیوں کر ہو۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے محمود چار ایک برس کا تھا حضرت معمولاً اندر بیٹھے لکھ رہے تھے میاں محمود دیا سلائی لے کر وہاں تشریف لائے اور آپ کے ساتھ بچوں کا غول بھی تھا پہلے کچھ دیر آپس میں کھیلتے جھگڑتے رہے پھر جو کچھ دل میں آئی اُن مسودات کو آگ لگا دی اور آپ لگے خوش ہونے اور تالیاں بجانے اور حضرت لکھنے میں مصروف ہیں سَر اُٹھا کر دیکھتے بھی نہیں کہ کیا ہو رہا ہے۔ اتنے میں آگ بجھ گئی اور قیمتی مسودے راکھ کا ڈھیر ہو گئے اور بچوں کو کسی اور مشغلہ نے اپنی طرف کھینچ لیا۔ حضرت کو سیاق عبارت کو ملانے کے لئے کسی گذشتہ کاغذ کے دیکھنے کی ضرورت ہوئی۔ اس سے پوچھتے ہیں خاموش۔ اُس سے پوچھتے ہیں دُبکا جاتا ہے آخر ایک بچہ بول اٹھا کہ میاں صاحب نے کاغذ جلا دیئے۔ عورتیں بچے اور گھر کے سب لوگ حیران اور انگشت بدنداں کہ اب کیا ہوگا اور در حقیقت عادتاً ان سب کو علیٰ قدر مراتب بری حالت اور مکروہ نظارہ کے پیش آنے کا گمان اور انتظار تھا اور ہونا بھی چاہئے تھا مگر حضرت مسکرا کر فرماتے ہیں خوب ہوا اس میں اللہ تعالیٰ کی کوئی بڑی مصلحت ہوگی اور اب خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس سے بہتر مضمون ہمیں سمجھائے‘‘

(سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام صفحہ 13 تا 17)

آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو عظیم الشان صبر کا مادہ عطا ہوا تھا اس کی ایک اور دلکش اور دلنشین مثال حضرت عبد الکریم صاحب سیالکوٹیؓ ہی کی زبانی سماعت فرمایئے۔ آپؓ فرماتے ہیں:-

’’حضرت کا حوصلہ اور حلم یہ ہے کہ

میں نے سینکڑوں مرتبہ دیکھا ہے۔آپ اُوپر دالان میں تنہا بیٹھے لکھ رہے ہیں یا فکر کر رہے ہیں اور آپ کی قدیمی عادت ہے کہ دروازے بند کر کے بیٹھا کرتے ہیں۔ایک لڑکے نے زور سے دستک بھی دی اور منہ سے بھی کہا ابا بوا کھول ۔آپ وہیں اُٹھتے ہیں اور دروازہ کھولا ہے۔کم عقل بچہ اندر گھسا ہے اور ادھر اُدھر جھانک تانک کر اُلٹے پاؤں نکل گیا ہے۔حضرت نے پھر معمولاً دروازہ بند کر لیا دو ہی منٹ گزرے ہوں گے جو پھر موجود۔اور زور زور سے دھکے دے رہے ہیں اور چلّا رہے ہیں ''ابا بوا کھول'' آپ پھر بڑے اطمینان سے اور جمعیت سے اُٹھے اور دروازہ کھول دیا اور بچہ اب کی دفعہ بھی اندر نہیں گھستا اور ذرا سر ہی اندر کر کے اور کچھ منہ میں بڑ بڑا کے پھر اُلٹا بھاگ جاتا ہے۔حضرت بڑے بشاش بشاش بڑے استقلال سے دروازہ بند کر کے اپنے نازک اور ضروری کام پر بیٹھ جاتے ہیں کوئی پانچ منٹ ہی گزرے ہیں تو پھر موجود اور پھر وہی گرما گرمی اور شوراشوری کہ ''ابا بوا کھول'' اور آپ اُٹھ کر اُسی وقار اور سکون سے دروازہ کھول دیتے ہیں اور منہ سے ایک حرف تک نہیں نکالتے کہ تو کیوں آتا اور کیا چاہتا ہے۔اور آخر تیرا مطلب کیا ہے جو بار بار ستاتا ہے اور کام میں حرج ڈالتا ہے۔میں نے ایک دفعہ گنا کوئی بیس دفعہ ایسا کیا اور ان ساری دفعات میں ایک دفعہ بھی حضرت کے منہ سے زجر و توبیخ کا کلمہ نہیں نکلا۔

(سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام مؤلف حضرت عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ صفحہ 38)

اسی طرح بعض اور واقعات کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مولوی عبد الکریم صاحب سیالکوٹیؓ فرماتے ہیں:-

''بعض اوقات دوا درمل پوچھنے والی گنوار عورتیں زور سے دستک دیتی ہیں اور اپنی سادہ اور گنواری زبان میں کہتی ہیں'' میرجا جی جرا بوا کھولو تاں'' حضرت اس طرح اُٹھتے ہیں جیسے مطاع ذیشان کا حکم آیا ہے اور کشادہ پیشانی سے باتیں کرتے اور دوا بتاتے ہیں ہمارے ملک میں وقت کی قدر پڑھی ہوئی جماعت کو بھی نہیں تو پھر گنوار تو اور بھی وقت کے ضائع کرنے والے ہیں۔ایک عورت بے معنی بات چیت کرنے لگ گئی ہے اور پھر اپنے گھر کا رونا اور ساس نند کا گلہ شروع کر دیا ہے اور گھنٹہ بھر اسی میں ضائع کر دیا ہے۔آپ وقار اور تحمل سے بیٹھے سُن رہے ہیں زبان سے یا اشارہ سے اس کو کہتے نہیں کہ بس اب جاؤ دوا پوچھ لی اب کیا کام ہے ہمارا وقت ضائع ہوتا ہے وہ خود ہی گھبرا کر اُٹھ کھڑی ہوتی اور مکان کو اپنی ہوا سے پاک کرتی ہے۔

(سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام مؤلفہ حضرت عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ صفحہ 40-39)

بیماری پر صبر

حدیث نبوی میں مذکور ہے کہ مسیح موعود دو زرد چادروں میں لپٹا ہوا آئے گا۔اس میں یہ بات مضمر تھی کہ وہ موعود عوارض میں مبتلاء ہوگا لیکن بایں ہمہ نہایت ہی صبر و استقلال سے اپنے مشن کو پایۂ تکمیل تک پہنچائے گا۔چنانچہ دوران سر اور کثرت بول کا عارضہ آپ کو عمر بھر رہا بعض اوقات آپ کو سو سو مرتبہ پیشاب کی حاجت ہوتی لیکن آپ نے نہایت ہی صبر اور تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان عوارض کی تکالیف کو برداشت کیا آپ کو جب دورے پڑتے تو ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو جاتے تھے اور بدن کے پٹھے کھنچ جاتے تھے خصوصاً گردن کے پٹھے اور سر میں چکر ہوتا تھا اور اُس وقت آپ اپنے بدن کو سہار نہیں سکتے تھے لیکن ان عوارض و عوائق کے باوجود آپؑ اپنے مقصد میں سرخ رو اور فائز المرام ہوئے۔

حضرت ایوبؑ نے مختلف تکالیف و عوارض کو برداشت کر کے ایوب صابر کا لقب حاصل کیا اور آپؑ نے بھی اپنے ان عوارض پر صبر و استقلال دکھاتے ہوئے حضرت ایوب صابر کے نمونہ کو ایک دفعہ پھر دوہرایا۔

روزوں کے ذریعہ صبر

روزوں کو بھی اسلام میں صبر کا معیار اور کسوٹی قرار دیا گیا ہے چنانچہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ رمضان صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا اجر جنّت ہے قرآن کریم میں آیا ہے کہ جو صبر کرتا ہے اس کو اس دنیا میں بھی جنت ملتی ہے اور آخرت میں بھی۔چنانچہ آپؑ نے آٹھ نو ماہ لگاتار نفلی روزے رکھے اور یوں ایک طویل مدت تک عظیم الشان صبر کی مثال قائم فرماتے رہے۔اس دوران آپ کی غذا چند تولہ رہ گئی تھی

اولاد کی وفات پر صبر

صبر بظاہر تو ایک قدرتی اور طبعی امر ہے جو انسان کو اُن مصیبتوں اور دکھوں اور بیماریوں پر کرنا پڑتا ہے جو اس پر ہمیشہ پڑتے رہتے ہیں اور انسان بہت سے سیاپے اور جزع فزع کے بعد صبر اختیار کرتا ہے مگر یہ صبر اخلاق میں داخل نہیں اور نہ انسان کے اخلاق کمال کا ثبوت اور نہ کسی نیکی کے رنگ میں اجر کا موجب ہو سکتا ہے بلکہ وہ ایک طاقت ہے جو تھک جانے کے بعد ضرورتاً خود بخود ظاہر ہو جاتی ہے مگر حقیقی صبر وہی ہے جس کی تعریف آنحضرت ﷺ نے یہ فرمائی ہے کہ ''الصبر عند الصدمة الا ولی حقیقی صبر وہی ہے جو پہلی چوٹ پر کیا جائے جب ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس قول کی عملی تصویر تھے۔آپ پر ہر قسم کے مصائب و ابتلاء وارد ہوئے لیکن آپ پہاڑ کی طرح اپنے مقام پر کھڑے رہے اور ان مشکلات اور مصائب نے آپ کے مقام صبر کو متزلزل نہیں کیا۔

آپؑ نے خدا سے علم پا کر یہ اعلان کیا کہ خدا مجھے ایک بے نظیر بیٹا عطا کرے گا۔لیکن خدا نے پہلے آپ کو بیٹی عطا کی،لوگوں نے ہنسی اور ٹھٹھا کیا۔آپ نے اس شماتت اور استہزاء کو نہایت ہی صبر کے ساتھ برداشت کیا لیکن اس پر طرہ یہ کہ یہ لڑکی بھی فوت ہوگئی گویا پیدائش اور وفات دونوں ابتلاء کا موجب بنیں لیکن آپ نے صبر کے دامن کو تھامے رکھا جس عظیم الشان صبر و استقلال کا مظاہرہ آپ نے اپنی پہلوٹی بیٹی عصمت کی وفات پر کیا اس کو مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ نے اپنے الفاظ میں کچھ یوں بیان کیا ہے۔فرماتے ہیں:-

''آپؑ کی پہلوٹی بیٹی عصمت لدھیانہ میں ہیضہ سے بیمار ہوئی آپ اس کے علاج میں یوں دوا دوئی کرتے کہ گویا اس کے بغیر زندگی محال ہے۔اور ایک دنیا دار دنیا کی عرف و اصطلاح میں اولاد کا بھوکا اور شیفتہ اس سے زیادہ جانکاہی کر نہیں سکتا مگر جب وہ مرگئی آپ یوں الگ ہو گئے کہ گو یا کوئی چیز تھی ہی نہیں اور جب سے کبھی ذکر تک ہی نہیں کیا کہ کوئی لڑکی تھی۔یہ مصالحت اور مسالمت خدا کی قضاء و قدر سے بجز منجانب اللہ لوگوں کے ممکن نہیں۔ (سیرت حضرت مسیح موعودؑ مؤلف حضرت عبدالکریمؓ صفحہ 80)

اسی طرح جب آپ کے لخت جگر صاحبزادہ مرزا مبارک احمد فوت ہوئے ہیں تو صبر کا وہ نمونہ پیش کیا جو آپؑ کے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنے بیٹے حضرت ابراہیم کی وفات پر کیا تھا اور بمقتضائے بشریت آپؐ نے یہ کہا تھا:-

''اِنَّ الْعَیْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبَ یَحْزَنُ وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا یَرْضٰی رَبُّنَا وَاِنَّا بِفِرَاقِكَ یَااِبْرَاهِیْمُ لَمَحْزُوْنُوْن

(بخاری جلد 2 کتاب الجنائز)

یعنی آنکھیں آنسو بہاتی ہیں اور دل غمگین ہے۔اور زبان سے صرف وہی کہتے ہیں جس سے ہمارا رب راضی ہو۔ اور اے ابراہیم ہم تیری جدائی سے مغموم ہیں۔

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے منظوم کلام میں اپنے اس غم کا اظہار کیا جو کہ شفقت پدری کے بشری تقاضے کے سبب لاحق ہوگیا تھا۔لیکن آخری مصرعے میں انا للہ و انا الیہ راجعون کا مضمون خوب کھول کر سمجھا دیا آپؑ فرماتے ہیں:-

جگر کا ٹکڑا مبارک احمد
جو پاک شکل اور پاک خو تھا
وہ آج ہم سے جدا ہوا ہے
ہمارے دل کو حزیں بنا کر
برس تھے آٹھ اور کچھ مہینے
کہ جب خدا نے اُسے بلایا
بلانے والا ہے سب سے پیارا
اسی پہ اَے دل تو جاں فدا کر

صاحبزادہ مرزا مبارک احمد جب فوت ہوئے تو آپؑ اپنے دوستوں کو صبر و رضا کی تلقین کرنے کے لئے چٹھیاں لکھنے بیٹھ گئے۔اس طرح روئے زمین پر صبر کی ایک انوکھی اور نرالی مثال قائم فرما دی کہ خود مصیبت زدہ ہیں لیکن بجائے ہمدردیاں لینے کے دوسروں کو صبر کی تلقین فرماتے ہیں۔

چنانچہ اس ضمن میں ایک روایت حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے سیرۃ المہدی جلد دوم حصہ چہارم کے صفحہ 40 پر اس طرح درج فرمائی ہے کہ:-

ملک مولا بخش صاحب نے بواسطہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبشر بیان کیا کہ صاحبزادہ مبارک احمد صاحب مرحوم جب بیمار تھے تو

ان کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تشویش اور فکر کا علم رہتا تھا۔ جب صاحبزادہ صاحب مرحوم فوت ہو گئے تو سردار فضل حق صاحب اور ڈاکٹر عباد اللہ صاحب مرحوم اور بندہ بخیال تعزیت قادیان آئے۔ لیکن جب حضور مسجد میں تشریف لائے تو حضور حسب سابق بلکہ زیادہ خوش تھے۔ صاحبزادہ مرحوم کی وفات کا ذکر آیا تو حضور نے فرمایا کہ مبارک احمد فوت ہو گیا۔ میرے مولا کی بات پوری ہوئی اس نے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ یہ لڑکا یا تو جلد ہی فوت ہو جائے گا یا بہت با خدا ہوگا۔ پس اللہ نے اس کو بُلا لیا ایک مبارک احمد کیا اگر ہزار بیٹا ہو اور ہزار ہی فوت ہو جائے مگر میرا مولا خوش ہو اسکی بات پوری ہو۔ میری خوشی اسی میں ہے۔ یہ حالات دیکھ کر ہم میں سے کسی کو افسوس کے اظہار کی جرأت نہ ہوئی۔

روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ صاحبزادہ مبارک احمد کی وفات پر آپؑ نے اُم المومنینؓ کے حد درجہ صبر کا ذکر کرتے ہوئے دیر تک تقریر فرمائی اور فرمایا کہ جب قرآن شریف میں ان اللہ مع الصابرین ہے کہ صابروں کے ساتھ اللہ کی معیت ہے تو اس سے زیادہ اور کیا چاہئے۔ (سیرت المہدی جلد دوم صفحہ 93)

اس عظیم الشان صبر کو خدا تعالیٰ نے الہاماً بہت سراہا اور خوشخبری سنائی کہ:-

''خدا خوش ہو گیا''

پس رضائے الٰہی سے بڑھ کر کوئی مرتبہ اور مقام نہیں جو عظیم الشان صبر کے نتیجہ میں آپؑ کو حاصل ہوا۔

اقرباء کی تکالیف پر صبر

آپ کو اپنوں نے بھی ستایا اور غیروں نے بھی۔ اوائل میں تائی صاحبہ آپ کو دسترخوان کا پس خوردہ کھانے کے لئے بھجواتیں لیکن آپ نہایت ہی صابر و شاکر بنے رہے کبھی اُف تک نہیں کیا آپؑ ان ایام کا ذکر کرتے ہوئے اپنے شعر میں فرماتے ہیں:-

لُفَاظَاتُ الْمَوَائِدِ كَانَ اُكْلِيْ
وَ صِرْتُ الْيَوْمَ مِطْعَامَ الْاَهَالِيْ

کہ ایک وقت تھا کہ دسترخوان کا پس خوردہ میرا کھانا ہوا کرتا تھا لیکن آج میرے دسترخوان سے خاندانوں کے خاندان پل رہے ہیں۔

آپؑ کے چچازاد بھائی آپؑ کے سخت مخالف تھے آپؑ کو تکلیف اور ایذا رسانی میں یہ لوگ کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتے تھے۔ گالیاں دیتے آوازیں کستے طعن و تشنیع کرتے۔ آپؑ کے ہاں آنے والے مہمانوں کو بدظن کرتے اور واردین و صادرین کو ہر طرح سے تنگ کرنے کی کوشش کرتے جو کہ حضرت مسیح موعودؑ کو براہ راست تنگ کرنے والی بات تھی کیوں کہ آپ کو مہمانوں کا بہت خیال رہتا اور ان کی تکلیف کو آپ اپنی تکلیف سمجھا کرتے تھے۔ آپؑ کے چچازاد بھائیوں میں سے مرزا امام الدین کو آپؑ سے اور سلسلہ سے سخت عداوت اور عناد تھا۔ اور وہ کوئی دقیقہ تکلیف دہی کا اٹھا نہ رکھتے تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے اپنے دوسرے بھائیوں کے ساتھ مل کر اس راستہ کو جو بازار اور مسجد مبارک کا تھا ایک دیوار کے ذریعہ بند کر دیا اور آپؑ کو سخت تکلیف اس سے ہوئی لیکن آپ نے کوئی ایسا قدم نہیں اُٹھایا جو فساد کا موجب بنتا ہو۔ اس واقعہ کی تفصیل حضرت یعقوب علی صاحب عرفانیؓ صحابی حضرت اقدس مسیح موعودؑ یوں بیان فرماتے ہیں:-

''دیوار ہماری آنکھوں کے سامنے بن رہی تھی اور ہم کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ اس کی یہ وجہ نہ تھی کہ ہم کچھ نہ کر سکتے تھے بلکہ حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم تھی کہ شر کا مقابلہ شر سے نہ کرو۔۔۔ وہ ایام عجیب ایام تھے۔ ابتلاؤں پر ابتلاء آتے تھے اور جماعت ان ابتلاؤں کے اندر ایک لذیذ ایمان کے ساتھ اپنی ترقی کی منزلیں طے کرتی تھی۔ غرض وہ دیوار چن دی گئی اور اس طرح ہم سب کے سب پانچ وقت کی نمازوں کے لئے مسجد مبارک میں جانے سے روک دیئے گئے اور مسجد مبارک کے لئے حضرت صاحب کے مکانات کا ایک چکر کاٹ کر آنا پڑتا تھا۔۔۔ جماعت میں بعض کمزور اور ضعیف العمر انسان بھی تھے۔ بعض نابینا تھے اور بارشوں کے دن تھے۔ راستہ میں کیچڑ ہوتا تھا اور بعض بھائی اپنے مولیٰ حقیقی کے حضور نماز کے لئے جاتے ہوئے گر پڑتے تھے۔ اور ان کے کپڑے گارے کیچڑ میں لت پت ہو جاتے تھے۔ ان تکلیفوں کا تصور بھی آج مشکل ہے جبکہ احمدیہ چوک میں پکے فرش پر سے احباب گزرتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے خدام کی ان تکالیف کو دیکھ کر بہت تکلیف محسوس کرتے تھے۔ مگر کچھ چارہ اس کے سوا نہ تھا کہ حضرت رب العزت کے سامنے گڑگڑائیں۔ غرض وہ دیوار ہو گئی۔ راستہ بند ہو گیا اور پانی تک بند کر دیا گیا۔ آخر مجبوراً عدالت میں جانا پڑا اور عدالت کے فیصلہ کے موافق خود دیوار بنانے والوں کو اپنے ہی ہاتھ سے دیوار ڈھانی پڑی جو بجائے خود ایک نشان تھا۔ عدالت نے نہ صرف دیوار گرانے کا حکم دیا بلکہ حرجانہ اور خرچہ کی ڈگری بھی فریق ثانی پر کر دی۔

(سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام مؤلف حضرت یعقوب علی صاحب عرفانیؓ جلد دوم صفحہ 123)

آپؑ نے تمام دکھوں اور تکالیف کو انتہائی صبر و استقلال کے ساتھ برداشت کیا اب جب انتقام کی باری آئی تو ان پر عائد جرمانہ کو معاف کر دیا۔ جس طرح نبیؐ رحمت نے فتح مکہ کے وقت یہ اعلان عام فرمایا تھا کہ لاتثریب علیکم الیوم اسی طرح آپؑ کے عاشق صادق نے اپنے بھائیوں کے دکھوں اور تکالیف کو بھلاتے ہوئے ان کو معاف کر دیا۔ جس طرح یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کی ایذا رسانی پر صبر کیا تھا اسی طرح اس دور کے یوسف نے اپنے بھائیوں کی تکالیف کو نہ صرف یہ کہ صبر کے ساتھ برداشت کیا بلکہ احسان کرتے ہوئے عفو اور درگزر سے بھی کام لیا۔

گالی گلوچ اور تکفیر بازی پر صبر

یہ سنت مستمرہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ہمیشہ تمسخر و استہزاء کا سلوک کیا جاتا ہے اور یہ بھی ایک دائمی سنت ہے کہ انبیاء ہمیشہ مخالفوں اور معاندوں کی توہین و تحقیر پر صبر و استقلال دکھاتے آئے ہیں۔ اور ہمیشہ خدا کی معیت و نصرت ان صابر لوگوں کے ساتھ رہی ہے۔

چنانچہ اسی سنت متواترہ کے عین مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی جھٹلایا گیا آپؑ کی بھی تکفیر کی گئی مختلف برے ناموں سے آپ کو یاد کیا گیا۔ کافر، ملحد، دجال، ٹھگ، دغاباز اور دنیادار کہا گیا۔

یہ کیسی ستم ظریفی ہے کہ اُمت کے سب سے بڑے خیر خواہ کو دجال کہا گیا اس سے آپ کا دل بہت مجروح و محزون ہو گیا اور افسردہ اور رنجیدہ خاطر ہو کر آپ نے اپنے حبیب آقا کے حضور یوں فریاد کی کہ:-

يَا سَيِّدِيْ قَدْ جِئْتُ بَابَكَ لَاهِفاً
وَ الْقَوْمُ بِالْاِكْفَارِ قَدْ اٰذَانِيْ

یعنی اے میرے آقا! میں تیرے دروازے پر مضطر فریادی بن کر آیا ہوں جبکہ قوم نے کافر کہہ کر مجھے ایذا دی ہے۔

لیکن آپ نے دشمن کی زبان سے چلائے جانے والے ان دلخراش تیروں پر صبر کیا جس طرح طائف کے اوباشوں کی ایذا رسانی پر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے صبر کرتے ہوئے یہ دعا کی تھی اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَوْمِيْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ

آپؑ کے غلام صادق نے بھی صبر کرتے ہوئے یہی کہا کہ:-

اے دل تو نیز خاطر اینا نگاہ دار
کاخر کنند دعویٰ حب پیمبرم

آپؑ جس عظیم الشان صبر و استقلال کے حامل تھے اس کا بیان آپؑ نے خود فرمایا ہے۔ چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں:-

''میں اپنے نفس پر اتنا قابو رکھتا ہوں اور خدا تعالیٰ نے میرے نفس کو ایسا مسلمان بنایا ہے کہ اگر کوئی شخص ایک سال بھر میرے سامنے بیٹھ کر میرے نفس کو گندی سے گندی گالی دیتا رہے آخر وہی شرمندہ ہوگا۔ اور اسے اقرار کرنا پڑے گا کہ وہ میرے پاؤں جگہ سے اکھاڑ نہ سکا۔

(سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام مؤلفہ حضرت عبدالکریم سیالکوٹیؓ صفحہ 76)

پہلوانی اور جوانمردی کا تصور آنحضرت ﷺ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ لَيْسَ الشَّدِيْدُ بِالصُّرَعَةِ وَاِنَّمَا الشَّدِيْدُ الَّذِيْ يَغْلِبُ نَفْسَهٗ عِنْدَ الْغَضَبِ پہلوان وہ نہیں جو کشتی میں دوسرے کو پچھاڑ دے بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھتا ہے۔ غصہ پی جاتا ہے اور تکلیف پہنچانے والے کے لئے عافیت طلب کرتا ہے۔

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس میدان میں بھی وہ جواں مرد اور بہادر اور بطل جلیل اس دور میں ثابت ہوئے جن کی نظیر ملنا مشکل و محال ہے۔ اور آپؑ کو کوئی برانگیختہ کرتا تو نہایت متانت اور سنجیدگی اور صبر و استقلال کا

مظاہرہ فرماتے ۔اور ہمیشہ صبر کی نصیحت اور وصیت فرماتے اور وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ (البلد:۱۷) پرعمل پیرا ہوتے۔

دعویٰ مسیحیت و مہدویت کا اعلان فرمانے کے بعد آپؑ کی مخالفت اور ایذا رسانی میں غیر معمولی اضافہ ہوگیا۔اسلامی دنیا میں خطرناک شور اور طوفان بے تمیزی برپا ہوگیا اور روز افزوں مخالفت کی یہ آگ تیز تر ہوتی جاتی تھی ۔اور نہ صرف مسلمان بلکہ آریہ اور عیسائی بھی یک جان ہوکر آپؑ کے خلاف کھڑے ہوگئے اور آپؑ کے خلاف اس قدر زہر اگلا گیا اور اس قدر بدزبانی سے کام لیا گیا کہ اللہ کی پناہ، گندی گالیوں سے پر خطوط آپ کو بھجوائے جاتے اور ان خطوط کو آپ نے ایک صندوق میں سنبھال کر رکھا تھا اللہ اللہ! صبر و استقلال کا کیا ہی منفرد نمونہ ہے۔ لوگ خلاف مزاج بات سُن کر افروختہ ہو جاتے ہیں لیکن یہاں صبر و استقلال کے پیکر فحش اور مغلظات سے بھرپور خطوط کو انعام سمجھ کر محفوظ کر لیتے ہیں۔اور بدلہ میں دعاؤں کا تحفہ انہیں ارسال کرتے ہیں ۔آپ نے ایک دفعہ حضرت منشی اروڑے خان صاحب، حضرت منشی ظفر احمد صاحب، حضرت محمد خان صاحب جو کہ آپؑ کے دیرینہ ساتھی تھے دہلی اس لئے بلایا کہ وہاں مخالفت اپنے عروج پر تھی لوگ اینٹ پتھر بہت برساتے تھے اور اعلانیہ گالیاں دیتے تھے۔آپؑ نے ان کو اس لئے بلایا تا کہ گالیاں سُن کر ثواب حاصل کر لیں۔

(سیرت المہدی جلد دوم صفحہ 103)

ایک دفعہ حضور لاہور میں تھے ۔ایک شخص سراج الدین نامی بازار میں سامنے آیا اور گالیاں دینی شروع کیں اور گالیاں بھی فحش گالیاں۔حضور کے ہاتھ میں گلاب کا پھول تھا ، اسے سونگھتے رہے ۔ وہ گالیاں نکالتا رہا۔ حتیٰ کہ آپ قیام گاہ پر آ گئے ۔ وہ بھی وہاں آ گیا۔اور تقریباً آدھ گھنٹہ وہاں روبرو کھڑا ہو سخت فحش بکتا رہا۔آپ خاموش بیٹھے رہے۔جب چپ ہوگیا تو آپ نے فرمایا بس اور کچھ فرمایئے۔وہ شرمندہ ہوکر چلا گیا۔

آپؑ نے اپنی زندگی کا آخری سفر لاہور کا اختیار فرمایا حضور علیہ السلام کے پہنچتے ہی سارے شہر میں ایک ہلچل مچ گئی ۔اور ایک شور برپا ہوگیا موافق و مخالف دونوں فریقوں کا ہجوم آپ کے گرد تھا ۔اس نادر المثال منظر کو حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانیؓ نے نہایت ہی حسن و خوبی کے ساتھ یوں بیان فرمایا ہے۔

''اس اقبال اور رجوعِ خلق کو دیکھ کر مولوی لوگوں کے سینے پر سانپ لوٹنے لگے۔ وہ اس منظر کو برداشت نہ کر سکے اور آپے سے باہر ہوگئے انہوں نے بالمقابل ایک اڈا قائم کیا جہاں ہر روز مخالفانہ تقریریں کرتے۔گالی گلوچ اور سب وشتم کا بازار گرم رکھتے افتراء پردازی اور بہتان طرازی کے ایسے شرمناک مظاہرے کرتے کہ انسانیت ان کی ایسی کرتوتوں پر سر پیٹتی اور اخلاق و شرافت کا جنازہ اٹھ جاتا ۔توہین و دل آزاری اتنی کرتے کہ قوت برداشت اس کی متحمل نہیں ہو سکتی۔مجبور ہوکر تنگ آ کر بعض دوستوں نے حضرتؑ کے حضور اپنے درد کا اظہار کیا تو حضور نے یہی نصیحت فرمائی کہ:۔

''گالیاں سُن کے دعا دو پا کے دکھ آرام دو''

صبر کرو اور ان کی گالیوں کی پرواہ نہ کیا کرو ۔ برتن میں جو کچھ ہوتا ہے وہی نکلتا ہے۔در اصل ان کو سمجھ نہیں۔کیوں کہ اس طرح تو وہ آپ ہماری فتح اور اپنی شکست کا ثبوت بہم پہنچاتے ہماری صداقت اور اپنے بطلان پر مہر تصدیق لگاتے ہیں۔منہ پھیر کر کان لپیٹ کر نکل آیا کرو۔کہتے ہیں۔

''صبر گرچہ تلخ است لٰکن برِ شیریں دارد''

صبر کا اجر ہے حضور پرنور کی یہ نصیحت کارگر ہوئی۔غلاموں نے کانوں میں روئی ڈال کر کلیجوں پر پتھر باندھ کر یہ سب وشتم سُنا اور برداشت کیا اُف تک نہ کیا اور اپنے آقائے نامدار کی تعلیم پر اس طرح عمل کر کے دکھایا کہ جس کی مثال قرون اولیٰ کے سوا بہت ہی کم دنیا میں پائی جاتی ہے۔چنانچہ اس کے خوشکن نتائج اور شیریں ثمرات بھی ملنے شروع ہوگئے اور باوجود مخالفوں کی مخالفت کے علیٰ رغم أنف سلیم الطبع اور شریف المزاج انسانوں نے اس زمانہ میں اس کثرت سے بیعت کی کہ ہمارے اخبارات ان اسماء کی اشاعت کی گنجائش نہ پا سکے اور اعلان کیا کہ ''بقدر گنجائش انشاء اللہ تعالیٰ بتدریج اسماء بیعت کنندگان شائع کئے جاتے رہیں گے۔''

(سیرت المہدی جلد دوم تتمہ صفحہ 389)

حضرات! یہی وہ بے حساب اجر ہے جس کا وعدہ صابر بندوں کو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں دیا ہے

إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿الزمر: ١٠﴾

اور یہی اجر عظیم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنے عدیم المثال صبر و استقلال کے نتیجہ میں عطا ہوا۔

اس خدائے ذوالمنن نے جو کہ ہمیشہ صابروں کا معاون و مددگار رہا ہے آپ کو اس عظیم الشان صبر و استقلال کے نتیجہ میں حسنات دارین سے نوازا ۔اور آپؑ کو مسیحیت و مہدویت کے عظیم الشان منصب پر فائز فرمایا ۔ جری اللہ فی حلل الانبیاء کا خطاب آپ کو ملا ۔ الغرض روحانیت کے بلند مینار پر آپؑ صبر و استقلال کے نتیجہ میں فائز کئے گئے اور ایک جہان نے آپؑ کی طرف رجوع کیا اور آئے دن آپ کی یہ بات ایک نئی شان کے ساتھ پوری ہو رہی ہے کہ۔

وہ گھڑی آتی ہے جب عیسیٰؑ پکاریں گے مجھے
اب تو تھوڑے رہ گئے دجال کہلانے کے دن

جس عدیم المثال صبر و استقلال کا آپؑ نے عمر بھر اظہار کیا اس کا خلاصہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ نے اپنے الفاظ میں یوں بیان کیا ہے۔

''میں مختلف شہروں اور ناگوار نظاروں میں آپؑ کے ساتھ رہا ہوں دہلی کے ناشکر گزار اور جلد باز مخلوق کے مقابل پٹیالہ۔جالندھر۔کپورتھلہ۔امرتسر۔لاہور ۔سیالکوٹ کے مخالفوں کی متفق اور منفرد دل آزار کوششوں کے مقابل میں آپ کا حیرت انگیز صبر اور حلم اور ثبات دیکھا ہے کبھی آپؑ نے خلوت میں یا جلوت میں ذکر تک نہیں کیا کہ فلاں شخص یا فلاں قوم نے ہمارے خلاف یہ ناشائستہ حرکت کی ۔اور فلاں نے زبان سے یہ نکالا۔میں صاف دیکھتا تھا کہ آپ ایک پہاڑ ہیں کہ ناتواں پست ہمت چوہے اس میں سرنگ کھود نہیں سکتے۔

(سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام صفحہ 79-78)

آخر میں سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اقتباس سُنا کر اِس تقریر کو ختم کرتا ہوں۔

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

''ہماری جماعت کے لئے بھی اسی قسم کی مشکلات ہیں جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وقت مسلمانوں کو پیش آئے تھے ۔ چنانچہ نئی اور سب سے پہلی مصیبت تو یہی ہے کہ جب کوئی شخص اِس جماعت میں داخل ہوتا ہے تو معاً دوست، رشتہ دار اور برادری الگ ہو جاتی ہے۔یہاں تک کہ بعض اوقات ماں باپ اور بہن بھائی مخالف ہو جاتے ہیں۔ السلام علیکم تک کے روادار نہیں رہتے اور جنازہ پڑھنا نہیں چاہتے ۔ اس قسم کی بہت سی مشکلات پیش آتی ہیں ۔ مَیں جانتا ہوں کہ بعض کمزور طبیعت کے آدمی بھی ہوتے ہیں اور ایسی مشکلات پر وہ گھبرا جاتے ہیں ۔لیکن یاد رکھو اس قسم کی مشکلات کا آنا ضروری ہے۔تُم انبیاء اور رُسُل سے زیادہ نہیں ہو، اُن پر اس قسم کی مشکلات اور مصائب آئے اور یہ اِسی لئے آتی ہیں کہ خدا تعالیٰ پر ایمان قوی ہو اور پاک تبدیلی کا موقع ملے ۔ دعاؤں میں لگے رہو۔پس یہ ضروری ہے کہ تُم انبیاء اور رُسُل کی پیروی کرو اور صبر کے طریق کو اختیار کرو۔۔۔تُم اپنے پاک نمونہ اور عمدہ چال چلن سے ثابت کر کے دکھاؤ کہ تم نے اچھی راہ اختیار کی ہے۔دیکھو مَیں اِس امر کے لئے مامور ہوں کہ تمہیں بار بار ہدایت کروں کہ ہر قسم کے فساد اور ہنگامہ کی جگہوں سے بچتے رہو اور گالیاں سُن کر بھی صبر کرو ۔ بدی کا جواب نیکی سے دو اور کوئی فساد کرنے پر آمادہ ہو تو بہتر ہے کہ تم اس جگہ سے کھسک جاؤ اور نرمی سے جواب دو۔۔۔مَیں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ صبر کو ہاتھ سے نہ دو۔صبر کا ہتھیار ایسا ہے کہ توپوں سے وہ کام نہیں نکلتا جو صبر سے نکلتا ہے۔صبر ہی ہے جو دلوں کو فتح کر لیتا ہے۔'' (ملفوظات جلد چہارم صفحہ 157-158)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں ان پاک نصائح پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین۔وَآخِرُ دَعْوٰنا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

❀❀❀

’’صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام، حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لانے کی ضرورت قُرآن، حدیث اور بزرگان اُمت کے ارشادات کی روشنی میں‘‘

تقریر جلسہ سالانہ قادیان دسمبر 2013ء

عطاء المجیب لون، مبلغ سلسلہ شعبہ نورالاسلام

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

رَبَّنَا إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْإِيمَانِ أَنْ آمِنُوا بِرَبِّكُمْ فَآمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ

﴿آل عمران:194﴾

اے ہمارے رب! یقیناً ہم نے ایک مُنادی کرنے والے کو سنا جو ایمان کی مَنادی کر رہا تھا کہ اپنے رب پر ایمان لے آؤ۔ پس ہم ایمان لے آئے۔ اے ہمارے رب! ہمارے گناہ بخش دے اور ہم سے ہماری بُرائیاں دور کر دے اور ہمیں نیکوں کے ساتھ موت دے۔

رب انفُخ روحَ برکتہٖ فی کلامی ھٰذا واجعل افئدۃً من النَّاسِ تھوی الیہ۔ آمین

قابل صد احترام صدر اجلاس اور معزز حاضرین و حاضرات! خاکسار کو ’’صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اِس پہلو قُرآن، حدیث اور بزرگان اُمت کے ارشادات کی روشنی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لانے کی ضرورت‘‘ کے بارے میں کچھ عرض کرنا ہے۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

حاضرین کرام!

تیرھویں صدی کا آخر اور چودھویں صدی کا ابتدایہ وہی زمانہ تھا جو ظھر الفساد فی البر والبحر کا نظارہ پیش کر رہا تھا۔ اُمت فرقوں میں بٹ چکی تھی، ایمان دلوں سے نکل کر ثریا ستارے پر جا چکا تھا۔ مذہب کی طرف منسوب ہونے والے افراد کی روحانیت فلاسفروں، دہریوں اور نام نہاد مذہبی لیڈروں کے نظریات اور فاسد عقائد کی وجہ سے مسخ ہورہی تھی، دجالی فتنے اپنے عروج پر تھے اور اپنے عقائد باطلہ کے ذریعہ اپنے مقاصد مکروہہ کے حصول کی کوشش میں تن، من، دھن سے مصروف عمل تھے۔ تمام مذاہب کے پیروکار اور خاص طور پر اُمت مسلمہ کی طرف منسوب لوگ، حقیقی تعلیمات سے دور جا رہے تھے، صراط مستقیم سے بھٹک کر ضالین اور مغضوب علیھم کے راستہ پر چلتے ہوئے اپنے آپ کو محفوظ و مامون سمجھ رہے تھے۔ اور یہ سب سرور کائنات فخر موجودات حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بیان فرمودہ پیشگوئیوں کے عین مطابق ہو رہا تھا۔

اسی زمانہ میں دنیا میں روحانی انقلاب کی از سر نو ضرورت تھی چنانچہ اس انقلاب کو پیدا کرنے کے لئے، تزکیۂ نفوس کے ذریعہ اور کتاب وحکمت کی حقیقی تعلیمات سے روشناس کر کے حقیقی خدا سے ملانے کے لئے اللہ اور اُس کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک عظیم مصلح کی بشارت دی تھی۔ وہی مصلح جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے امام مہدی اور مسیح موعود کے نام سے یاد فرمایا تھا۔ جس نے اندرونی طور پر اُمت محمدیہ کی اصلاح کا کام سرانجام دینا تھا اور بیرونی طور پر تمام دیگر ادیان پر اسلام کی حقانیت کو واضح کرتے ہوئے اس دین حق کو تمام ادیان باطلہ پر غالب کرنا تھا۔

یہ زمانہ اندرونی اور بیرونی طور پر گمراہی اور ضلالت کا ایسا زمانہ تھا کہ ہر مذہب کا پیروکار ایک آسمانی مصلح کی آمد کا منتظر تھا۔ سعید فطرت لوگ روتے بلکتے ہوئے، راتوں کو جاگ جاگ کر، آسمان کی طرف ہاتھ پھیلاتے ہوئے، اپنی بدحالی، بے کسی اور بے بسی کی دُہائیاں دیتے ہوئے رب کریم سے دُعائیں مانگتے تھے کہ یا اللہ اب اُس مصلح کو بھیج کہ گمراہی کا پانی سر سے اُوپر بہہ رہا ہے۔ کسی نے کہا۔

دین احمد کا زمانے سے مٹا جاتا ہے نام
قہر ہے اے میرے اللہ! یہ ہوتا کیا ہے
کس لئے مہدی برحق نہیں ظاہر ہوتے
دیر عیسیٰ کے اُترنے میں خدایا کیا ہے؟

خواجہ حسن نظامی صاحب نے اسلامی ممالک کا دورہ کیا تو جتنے علماء اور مشائخ سے ملاقات ہوئی اُن کو امام مہدی کا بڑی بیتابی سے منتظر پایا۔ شیخ سنوسیؒ کے ایک خلیفہ سے ملاقات ہوئی تو اُنہوں نے یہاں تک کہا کہ اسی 1330ھ میں امام ممدوح ظاہر ہو جائیں گے۔

(اہل حدیث 26 جنوری 1912ء ص1۔
بحوالہ چودھویں صدی کا اختتام اور ظہور امام مہدی)

غرض یہ حالات سعید روحوں کے دلوں سے آہ و فغاں اور نالوں کی صورت میں آسمان کی طرف جارہے تھے اور اُن کی نگاہیں، ندائیں اور صدائیں اس عظیم آسمانی مصلح کا شدت سے انتظار کر رہی تھیں جس کا وعدہ اُمت کو دیا جا چکا تھا۔

ایسے ہی وقت میں خدا تعالیٰ کے وعدوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیشگوئیوں کے عین مطابق زمانے کی ضرورت کو پورا کرتے ہوئے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود ہو کر مبعوث ہوئے۔ اور آپ نے اعلان فرمایا

کیوں عجب کرتے ہو گر میں آگیا ہو کر مسیح
خود مسیحائی کا دم بھرتی ہے یہ باد بہار
وقت تھا وقتِ مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا
ابن مریم ہوں مگر اُترا نہیں میں چرخ سے
نیز مہدی ہوں مگر بے تیغ اور بے کارزار

آپ نے فرمایا:

’’وَاللّٰهِ إِنِّي أَنَا الْمَسِيحُ الْمَوْعُودُ وَمَعِي رَبِّيَ الْوَدُودُ۔ وَوَاللّٰهِ إِنَّهُ لَا يُضَيِّعُنِي وَلَوْ عَادَانِيَ الْجِبَالُ۔ وَوَاللّٰهِ إِنَّهُ لَا يَتْرُكُنِي وَلَوْ تَرَكَنِي الْأَحْبَاءُ وَالْعِيَالُ۔ وَوَاللّٰهِ إِنَّهُ يَعْصِمُنِي وَلَوْ أَتَى الْعِدَا بِالْمُرْهَفَاتِ۔‘‘

(روحانی خزائن جلد 19 ص 271، مواہب الرحمن صفحہ 55)

خدا کی قسم میں ہی مسیح موعود ہوں اور میرے ساتھ رب ودود ہے۔ خدا کی قسم وہ مجھے ضائع نہیں کرے گا چاہے میری دشمنی پہاڑ جیسی شخصیات کریں۔ خدا کی قسم وہ مجھے نہیں چھوڑے گا چاہے احباب و عیال مجھے چھوڑ دیں۔ خدا کی قسم وہ مجھے بچائے گا چاہے دشمن تلواروں کے ذریعہ بھی مجھ پر وار کریں۔

کتنے افسوس کی بات ہے کہ وہی علماء جو دن رات اس انتظار میں تھے کہ امام مہدی اور مسیح دوراں کا ظہور ہوگا تو وہ اُمّت کے زوال کو عروج میں تبدیل کرے گا اور افراد اُمت کی اصلاح کر کے پھر ایک بار اُن میں عیسوی روح پھونک کر اُن کی روحانی موت کو لافانی زندگی میں تبدیل کرے گا، وہی علماء اس موعود برحق کی بعثت کے وقت اپنے فرسودہ عقائد کی بنیاد پر مخالفین کی پہلی صف میں کھڑے ہو گئے اور مخالفت کا وہ طوفانِ بے تمیزی پیدا کر دیا کہ اگر اللہ کا سچا مصلح سامنے نہ ہوتا تو اس طوفان کے بہاؤ میں ایسا بہہ جاتا کہ کہیں اُس کے وجود کا بھی پتہ نہ لگتا۔ لیکن یہاں اللہ کا پہلوان تھا، اللہ کا سچا مسیح تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سچا عاشق اور غلام تھا جس کی وجہ سے یہ طوفان خود ہی بے نام و نشاں ہو گیا۔ اور یہ دشمن ذلت و رسوائی کے گڑھے میں ایسے گرے کہ اللہ کے سچے مسیح کی صداقت کا ابدی نشان بن گئے۔

اس اللہ کے سچے مسیح نے ان کے بارے میں اپنے زمانے میں ہی یہ پیشگوئی کر دی کہ:

’’اگر مسلمان اس وقت مجھے قبول نہ کریں جو قُرآن اور حدیث اور دوسری کتابوں کی رُو سے اور تمام اہل کشف کی شہادت کی رُو سے چودھویں صدی کے سر پر ظاہر ہوا ہوں تو آئندہ ان کی ایمانی حالت کے لئے سخت اندیشہ ہے کیونکہ میرے انکار سے اب اُن کا یہ عقیدہ ہونا چاہئے کہ جس قدر قُرآن شریف سے مسیح موعود کے لئے علماء کبار نے استنباط کئے تھے وہ سب جھوٹے تھے اور جس قدر اہل کشف نے زمانہ مسیح موعود کے لئے خبریں دی تھیں وہ خبریں بھی سب جھوٹی تھیں اور جس قدر آسمانی اور زمینی نشان حدیث کے مطابق ظہور میں آئے جیسے رمضان میں عین تاریخوں کے مطابق خسوف کسوف ہو جانا۔ زمین پر ریل کی سواری کا جاری ہونا اور ذو السِّنین ستارہ کا نکلنا اور آفتاب کا تاریک ہو جانا یہ سب نعوذ باللہ جھوٹے تھے۔ ایسے خیال کا نتیجہ آخر یہ ہوگا کہ اس پیشگوئی کو ہی ایک جھوٹی پیشگوئی قرار

دیں گے‘‘۔

(تحفہ گولڑویہ ص135۔ روحانی خزائن جلد 17ص326،327)

سامعین کرام! مسیح برحق کی اس پیشگوئی کے عین مطابق اُمت مسلمہ میں سے کچھ لوگ انتظار کی وجہ سے اب اُوب گئے ہیں اور یہ کہتے ہوئے پائے جاتے ہیں کہ کسی مصلح کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔اور صاف لفظوں میں امام مہدی اور مسیح موعود کی آمد کی ہی تردید کرتے ہیں اور اس کو ماننا اور بیعت میں شامل ہوکر ایمان لانا ضروری نہیں سمجھتے۔ایک طبقہ ایسا بھی ہے جو مہدی اور مسیح کی آمد کا منکر تو نہیں لیکن اس پر ایمان لانے کو یہ کہہ کر خارج از بحث قرار دیتا ہے کہ موعود مصلح اپنے امام مہدی ہونے کا اعلان ہی نہیں کرے گا اور اُس کے بعد اُس کے کاموں سے اُسے پہچانا جائے گا۔ایسے لوگوں کی منشاء غالباً اپنے آپ کو امام مہدی ظاہر کرنا ہے۔

لیکن حق خدا تعالیٰ کی مشیت کے مطابق عین وقت پر امام مہدی ظاہر ہو چکا ہے اور اُس کی چمکار دنیا کے کونے کونے میں ظاہر ہو رہی ہے۔اور عنقریب سارے کرہ ارض پر محیط ہو جائے گا۔ان شاءاللہ

حاضرین و حاضرات! قُرآن، حدیث اور بزرگان کے اقوال پر غور کرنے سے یہ امر اظہر من الشّمس ہے کہ امام مہدی اور مسیح موعود کوئی معمولی امام نہیں بلکہ اُس کا مقام اور مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اُمت میں گزرے ہوئے تمام مصلحین سے اُونچا ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس کا مقام اُمتی نبی کا مقام بیان فرمایا ہے۔بزرگانِ اُمت نے آنے والے امام مہدی کو انبیاء کا مظہر، اُس کے باطن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا باطن، صاحب مقامِ محمدی اور اسم جامع محمدی کی پوری تشریح قرار دیا ہے۔اُس نے ایک ایسے زمانہ میں مبعوث ہونا تھا جب قُرآن وحدیث کی پیشگوئیوں کے مطابق دجال اور یاجوج ماجوج کے فتنوں کے خروج اور اندرونی طور پر افراد اُمت کے اخلاق و عادات اور اعمال کے بگڑنے کی وجہ سے دنیا کے حالات نے ایک بار پھر ظہر الفساد فی البر والبحر کا نقشہ پیش کرنا تھا۔

ایسے حالات میں آنے والے اس عظیم مصلح کو کیا دیکھا اَن دیکھا اور سنا اَن سنا کیا جاسکتا ہے؟ اور اس پر ایمان لانے اور اس کی بیعت میں شامل ہونے کو غیر ضروری سمجھا جاسکتا ہے؟

قرآن مجید میں سورہ ال عمران میں میثاق النبیین یعنی انبیاء سے لئے گئے پختہ وعدہ کا ذکر ہے اور سورۃ احزاب میں یہ عہد حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی لئے جانے کا ذکر ہے۔اس عہد کا خلاصہ یہ ہے کہ جب تمہارے پاس کوئی ایسا رسول آئے جو اس بات کی تصدیق کرنے والا ہو جو تمہارے پاس ہے تو لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنصُرُنَّهٗ (آل عمران:82) تم ضرور اُس پر ایمان لانا اور ضرور اُس کی مدد کرنا۔جیسا کہ خاکسار عرض کر چکا ہے یہ عہد حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی لیا گیا ہے۔اس عہد کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ صرف آنے والے نبی کی پیشگوئی بیان کی گئی بلکہ اُس پر ایمان لانے اور اُس کی مدد کرنے کی تاکیدی ہدایت بھی بیان ہوئی ہے۔

یہ نبی کون ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آنے والا تھا؟ یہ وہی ہے جس کو سورۃ الجمعہ کی آیت وَآخرین منهم لما یلحقوا بهم میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت ثانیہ قرار دیا گیا ہے اور سورۃ ہود میں وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ کے ذریعہ ایک عظیم گواہ قرار دیا گیا ہے۔پس کیا یہ عظیم مصلح ایسا ہے کہ اس کو نظر انداز کیا جائے۔نہیں ہرگز نہیں۔ہمیں اس پر ایمان لانے اور اس کی مدد کرنے کی تاکیدی ہدایت دی گئی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے سے ہم سب سے یہ عہد لیا ہے کہ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنصُرُنَّهٗ کہ تم ضرور اُس پر ایمان لانا اور ضرور اُس کی مدد کرنا۔

احادیث مبارکہ کے مطالعہ سے بھی ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایسے واضح اور قطعی ارشادات ملتے ہیں جن سے کوئی جائے مفر نہیں۔امام منتظر حضرت مہدی معہود و مسیح موعود علیہ السلام کو نہ ماننے والے چاہے کتنے بھی حیلے کریں لیکن جس نبی اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں کیا اُس کی ہدایات اور ارشادات کو بھی نظر انداز کریں گے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام مہدی کی بیعت کی تاکیدی ہدایت دیتے ہوئے فرمایا:

فَاِذَا رَاَيْتُمُوْهُ فَبَايِعُوْهُ وَلَو حبواً عَلَى الثَّلجِ فَاِنَّهٗ خَلِيفَةُ اللهِ الْمَهدِیُّ۔

(سنن ابن ماجہ۔کتاب الفتن باب خروج المہدی۔جلد2)

حضرت ثوبان سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم مہدی کو پاؤ تو اس کی بیعت کرو خواہ تمہیں برف کے پہاڑوں پر سے گھٹنوں کے بل جانا پڑے کیونکہ وہ مہدی اللہ کا خلیفہ ہے۔

حاضرین جلسہ! غور فرمائیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام مہدی کو اللہ کا خلیفہ قرار دے رہے ہیں، بیعت کے لئے ایسا تاکیدی ارشاد بیان فرماتے ہیں کہ جس سے زیادہ تاکید ممکن نہیں۔لیکن اس زمانہ کے نام نہاد علماء امام مہدی کی بیعت کو ہی غیر ضروری قرار دے رہے ہیں۔

ایک اور موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُمت کو یہ ہدایت دی کہ جو بھی تم میں سے مسیح موعود کو پائے گا اُس کو میرا سلام پہنچائے فَلْيَقْرَئْهُ مِنِّي السَّلَامُ۔ لیکن ہمارے آج کل کے ملّا اپنی سیادت اور ریاست کو کافی سمجھتے ہیں، حقیقت پر پردہ ڈالتے ہیں اور اس عظیم الشان مصلح سے اُمت کے افراد کو دور رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

سیدنا حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی اعلان فرمایا کہ کچھ عرصے بعد (آپ کی وفات کے کچھ عرصے کے بعد) امت مسلمہ پر اندھیرا زمانہ آئے گا لیکن وہ مستقل اندھیرا زمانہ نہیں ہوگا بلکہ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک عاشق صادق کو اللہ تعالیٰ دنیا میں بھیجے گا جو مسیح و مہدی ہوگا۔ ایسا نبی ہوگا جو آپ کی پیروی میں آنے والا نبی ہوگا وہ آکر پھر اس اندھیرے زمانے کو روشنیوں میں تبدیل کرے گا۔ وہ پھر مسلم اُمّہ میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے روحانیت کے نور کی کرنیں بکھیرے گا۔اور نہ صرف مسلمانوں کو بلکہ کل اقوام عالم اور تمام مذاہب والوں کو ایک ہاتھ پر اکٹھا کرے گا۔وہ اس زمانے میں جب مادیت کا دَور دَورہ ہوگا بندے کو خدا سے ملانے اور اس کے مقصد پیدائش کو پہچاننے کی طرف توجہ دلائے گا۔اور اس سلسلے میں یعنی مسیح و مہدی کے آنے کے بارے میں سب سے زیادہ توجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو دلائی ہے کہ جب وہ آئے تو چاہے برف پر گھٹنوں کے بل پر بھی جانا پڑے اسے جاکر میرا سلام کہنا کیونکہ وہی اللہ کا پہلوان ہے جو اس اندھیرے زمانے اور مادیت کے دور میں جب دنیا اپنے پیدا کرنے والے خدا کو بھلا بیٹھی ہوگی میری (یعنی آنحضرت کی) تعلیم کے مطابق تمہیں تمہارے پیدا کرنے والے خدا سے ملائے گا تاکہ تم اپنے مقصد پیدائش کو پہچان سکو۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 7 اپریل 2006ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 28 اپریل 2006ء)

ایک موقعہ پر حضرت مخبر صادق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُمت مسلمہ کے افراد کی ابتریت کا نقشہ کھینچتے ہوئے اُن کے اعمال کے بگڑنے کی خبر بیان کر رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جہنم کے دروازوں پر بلانے والے پیدا ہوں گے جو کوئی ان کی طرف جائے گا اُس کو وہ جہنم میں ڈال دیں گے۔حضرت حذیفہ ابن یمانؓ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لوگوں کا حال مجھ سے بیان کیجئے تاکہ جب وہ لوگ پیدا ہوں تو میں اُن کو پہچان لوں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ لوگ ہماری طرح کے ہوں گے اور ہماری زبان بولیں گے۔حضرت حذیفہ نے عرض کیا ایسے حالات میں میرے لئے کیا حکم ہے؟ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

تَلْزِمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِينَ وَاِمَامَهُم قُلتُ فَاِن لَم يَكُن لَهُم جَمَاعَةٌ وَلَا اِمَامٌ؟ قَالَ فَاعتَزِلْ تِلكَ الفِرَقَ كُلَّهَا وَلَو اَنْ تَعَضَّ بِاَصلِ شَجَرَةٍ حَتّٰى يُدْرِكَكَ المَوتُ وَاَنتَ عَلٰى ذٰالِكَ۔

یعنی اس وقت تم مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام سے چمٹ جانا۔حضرت حذیفہ نے عرض کی اگر ان میں کوئی جماعت اور امام نہ ہو تو پھر میرے لئے کیا حکم ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو تم تمام فرقوں کو چھوڑ دینا خواہ تجھے جنگل کی جڑیں کھا کر گزارہ کرنا پڑے اور تجھے اسی حال میں موت آجائے۔

(بخاری کتاب المناقب، سنن ابن ماجہ کتاب الفتن)

حاضرین کرام! اللہ تعالیٰ انہی جہنم کی طرف بلانے والوں سے اپنے نیک اور مخلص بندوں کو بچانے کے لئے اس زمانہ میں امام دوراں حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کے ذریعہ ایک پاک جماعت کا قیام عمل میں لایا ہے۔ پس اس امام وقت کے ساتھ وابستہ ہو جانا اور اس کی جماعت میں شامل ہونا اپنی عاقبت کو سنوارنے کے لئے اور جہنم کی

طرف بلانے والوں سے بچانے کے لئے نہایت ضروری ہے ورنہ ہماری کوئی خیر نہیں۔اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

''میرے ہاتھ میں ایک چراغ ہے جو شخص میرے پاس آتا ہے ضرور وہ اس روشنی سے حصہ لے گا۔مگر جو شخص وہم اور بدگمانی کی وجہ سے دور بھاگتا ہے وہ ظلمت میں ڈال دیا جائے گا۔اس زمانہ کا حصن حصین میں ہوں۔جو مجھ میں داخل ہوتا ہے وہ چوروں اور قزاقوں اور درندوں سے اپنی جان بچائے گا مگر جو شخص میری دیواروں سے دُور رہنا چاہتا ہے ہر طرف اُس کو موت درپیش ہے اُس کی لاش بھی سلامت نہیں رہے گی۔'' (فتح اسلام ص34)

صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے
ہیں درندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار

پس جو امام وقت کے قائم کئے ہوئے حصار عافیت میں، روحانیت کے حصار میں داخل ہوتا ہے وہی محفوظ ہے اور جو دور رہتا ہے وہ ہر طرف سے درندوں سے گھرا ہوا ہے جو اُس کی روحانیت کو مسخ کرکے اُس کو جہنم کی طرف بلا رہے ہیں۔

یہی وہ سر ہے جو حضور ﷺ نے یوں بھی واضح فرمایا کہ اَلْاِمَامُ جُنَّةٌ یُقَاتَلُ مِنْ وَّرَائِہٖ یعنی امام وہ ڈھال ہے جس کے پیچھے سے لڑا جاتا ہے۔

حسرت کا مقام ہے کہ ہر طرف سے ہزیمت اُٹھانے کے باوجود اب تک دشمنان احمدیت کی سمجھ میں یہ بات نہیں آرہی ہے کہ ایسا حشر صرف اور صرف اس لئے ہو رہا ہے کہ وہ امامِ آخرالزمان کی بیعت سے باہر ہیں۔جب تک وہ اس امام برحق کی اطاعت میں نہیں آتے اور اس کی وابستگی کی حقیقت اور اہمیت کو نہیں سمجھتے وہ اُس ڈھال سے محروم رہیں گے جو عافیت کے حصار کی صورت میں مخلصین اور سعید روحوں کو اپنی پناہ میں لئے ہوئے ہے۔

آنحضرت ﷺ نے نماز باجماعت میں امام سے پہلے اُٹھے ہوئے کسی مقتدی کے سر کو گدھے کا سر قرار دیا ہے تو ایسے لوگوں کے سروں کا کیا حال ہوگا جو امام زمان کی بیعت سے باہر ہیں۔اور بے لگام چوپایوں کی طرح کبھی یہاں بھٹک رہے ہیں تو کبھی وہاں۔ہر خِطے میں الگ دشائیں ہیں اور ہر سطح پر الگ آواز۔حقیقت یہ ہے کہ امام الزمان کی بیعت سے باہر یہ لوگ جاہلیت کی زندگی بسر کررہے ہیں۔جیسا کہ رسول اقدس ﷺ نے فرمایا مَنْ مَاتَ بِغَیْرِ اِمَامٍ مَاتَ مِیْتَةً جَاھِلِیَّةً کہ جو شخص امام کے بغیر ہی وفات پاجائے وہ جاہلیت کی موت مرا۔پس ایسے شخص کی موت کا کیا حال ہوگا جو امام آخرالزماں امام مہدی و مسیح موعود کی بیعت میں آنا نہیں چاہتا اور اس کی اہمیت سے منکر ہے۔

حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ یَخْرُجُ الْمَھْدِیُّ وَ عَلٰی رَأْسِہٖ عَمَامَةٌ. فَیَأْتِي مُنَادٍ یُنَادِي: ھٰذَا الْمَھْدِیُّ خَلِیْفَةُ اللّٰہِ فَاتَّبِعُوْہُ.

(سیوطی، الحاوی للفتاوی، طبرانی، مسند الشامیین، دیلمی، الفردوس)

امام مہدی تشریف لائیں گے اور ان کے سر پر عمامہ ہوگا۔پس ایک مُنادی یہ آواز بلند کرتے ہوئے آئے گا کہ یہ مہدی ہیں جو اللہ کے خلیفہ ہیں۔سو تم ان کی اتباع و پیروی کرو۔

پس یہ مُنادی آج حضرت خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کررہے ہیں اس زمانہ کے امام کی طرف لوگوں کو بلا رہے ہیں اور مہدی برحق کی جماعت میں داخل ہونے کی دعوت دے رہے ہیں۔آپ کی ہدایت اور راہنمائی میں ہزاروں مبلغ اسلام اس دعوت اور مُنادی کے کام میں مصروف ہیں۔خوش قسمت ہے وہ جو اس آواز پر لبیک کہتے ہوئے اس امام مہدی کو پہچاننے کی سعی کرکے اُس کی پاک للّٰہی جماعت میں داخل ہوکر اپنی دینی اور دنیاوی عاقبت کو سنوارتے ہیں۔پس مبارک ہیں وہ کیونکہ وہ حضرت نبی اقدس ﷺ کے ارشادات کی بجا آوری میں امام مہدی کو پہچاننے اور اُس کی بیعت میں شامل ہونے کی سعادت پارہے ہیں۔

حاضرین وحاضرات! اُمت کے صلحاء نے بھی جہاں امام مہدی کی بعثت کی اہمیت کو واضح کیا ہے اور اُس کے اعلیٰ روحانی مقام کو تواتر کے ساتھ بیان فرمایا ہے وہاں اُنہوں نے امام مہدی کو قبول کرنے کے بارے میں بھی خوب کھول کر بیان فرمایا ہے۔وہ علماء جو یقیناً حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق انبیاء بنی اسرائیل کے ہم پلہ ہیں امام مہدی کو ایک عظیم امام کی صورت میں پیش کرتے ہیں اور اسی کے پیش نظر اُس کی اطاعت و بیعت کو ضروری قرار دیتے ہیں۔

امام سفارینی مختلف راویوں کی روایتیں نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ اصحاب رسول ﷺ سے اور ان کے بعد تابعین سے اتنی روایتیں مروی ہیں کہ ان سے علم قطعی حاصل ہوجاتا ہے۔لھٰذا ظہور مہدی پر ایمان لانا واجب ہے جیسا کہ اہل علم کے نزدیک ثابت شدہ اور اہل سنت والجماعت کے عقائد میں مدون و مرتب ہے (بحوالہ الخلیفۃ المھدی فی الاحادیث الصحیحۃ۔حسین احمد مدنی ص4،5)

حضرت علیؓ اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں:

''میری جان اُس پر قربان ہو۔اے میرے بیٹو اُسے تنہا نہ چھوڑ دینا اور جلدی سے اس کے ساتھ ہوجانا''

(شرح دیوان علی جلد2 ص97)

بانی دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتوی فرماتے ہیں:

''ایک وقت آئے گا جب امام مہدی علیہ السلام بھی پیدا ہوں گے۔اور اس وقت جو ان کی اتباع نہ کرے گا اور امام پہچان کر ان کی پیروی نہ کرے گا وہ جاہلیت کی موت مرے گا''

(قاسم العلوم مع ترجمہ انوار النجوم ص100)

سامعین حضرات! خاکسار نے حدیث کے حوالے سے عرض کیا ہے کہ حضور ﷺ نے آنے والے امام کو سلام پہنچانے کی واضح ہدایت دی ہے اسی ہدایت کے پیش نظر اُمت کے صلحاء اور بزرگان نے دل سے یہ آرزو کی ہے کہ اگر اُن کو موقعہ ملے تو وہ اس امام آخرالزمان کو حضور ﷺ کے سلام کا تحفہ پہنچائیں۔یہ اس بات کی حقیقی عکاسی ہے کہ امام مہدی مسیح موعود کس اہمیت اور شان کے امام ہیں اور اُس کے زمانے کو پانے کی یہ بزرگانِ دین کتنی شدت سے خواہش رکھتے تھے۔

حضرت ابوہریرہؓ نے اپنے عزیزوں کو نصیحت کی کہ اگر تمہارے زمانے میں عیسیٰ بن مریم آجائیں تو انہیں کہنا کہ ابوہریرہ آپ کو سلام کہتا ہے۔(الدرالمنثور جلد2 ص245)

بارہویں صدی کے مجدد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:

''اس فقیر کی بڑی آرزو ہے کہ اگر حضرت روح اللہ علیہ السلام کا زمانہ پاوے تو پہلا شخص جو سلام پہنچا دے وہ میں ہی ہوں۔اور اگر وہ زمانہ مجھے نہ ملے تو میری اولاد یا متبعین میں سے جو کوئی اس مبارک زمانہ کو پاوے وہ رسول اللہ ﷺ کے سلام پہنچانے کی بہت آرزو کرے کیونکہ ہم لشکر محمدیہ کے آخری لشکر میں سے ہوں گے۔''

(مجموعہ وصایا اربعہ ص84)

حضرت سید احمد صاحب شہید کے درباری شاعر مومن دہلوی اپنے ایک شعر میں یہ سلام پہنچانے کی آرزو یوں کرتے ہیں:

زمانہ مہدی موعود کا پایا اگر مومن
تو سب سے پہلے تم کہیو سلام پاک حضرت کا

پس یہ ہے وہ تڑپ جو ان اُمت کے صلحاء کے اندر آنے والے امام مہدی کے لئے تھی۔لیکن افسوس صد افسوس ایسے افراد پر جو قُرآن و حدیث اور اُمت کے صلحاء کے ان واضح ارشادات کی پرواہ کئے بغیر اپنی مرضی کے اعتقادات کو عوام میں پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں اور بے چارے جاہل لوگ ان کے دامِ فریب میں آکر گمراہی کے راستے کو ہدایت تصور کرتے ہوئے اختیار کرتے ہیں۔

امام مہدی کا انتظار کرتے کرتے لاکھوں کروڑوں لوگ اس دنیا سے کوچ کر گئے۔جو اس آرزو میں زندگی گزارتے رہے کہ جب وہ امام مہدی آئے گا تو ہم اُس کی راہوں میں پھول بچھائیں گے،اُس کو نبی اقدس ﷺ کے سلام کا تحفہ پیش کریں گے اور اُس کے ساتھ ہوکر اسلام کے غلبہ کی خاطر قائم کئے ہوئے اُس کے روحانی لشکر کا حصہ بنیں گے لیکن افسوس کا مقام ہے کہ جب وہ امام مہدی ظاہر ہوا تو ظاہر پرست مُلّا اور اُن کے دامِ فریب میں آئے ہوئے کروڑوں لوگ اُس کے منکر ہوگئے۔نہ صرف اُس کا انکار کیا اور کافر و دجال کے نام سے یاد کیا بلکہ تواتر سے اُمت میں قائم امام مہدی اور مسیح موعود کے تصور کو ہی باطل قرار دینے لگے۔حیف ہے ایسے لوگوں پر کہ جو اندھیرے کی موجودگی کا اقرار تو کرتے ہیں لیکن آفتاب سے منہ پھیر رہے ہیں۔وقت کے امام نے اُن کو یہ آواز دی کہ

قوم کے لوگو ادھر آؤ کہ نکلا آفتاب
وادیٔ ظلمت میں کیا بیٹھے ہو تم لیل و نہار

جو لوگ اس آواز کی حقانیت کو پہچاننے کے لئے فطرتِ سعید رکھتے تھے وہ اس آواز کی طرف دوڑے چلے آئے اور اب بھی اللہ کے فضل سے یہ سلسلہ جاری و ساری ہے لیکن جن کی فطرت مسخ ہوچکی تھی انہوں نے طرح طرح کے بہانے تراش کر اس آفتاب کی شعاوں سے نور حاصل کرنے کی بجائے ظلمت کی وادیوں میں بھٹکنا ہی مناسب سمجھا۔یہی لوگ ہیں جو

آج تک اس اندھیرے میں بھٹک رہے ہیں۔اور ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ تب تک اندھیرے میں مبتلا رہیں گے جب تک وقت کے امام کو پہچان کر اُس کے ساتھ نہیں ہوجاتے،اور اُس کی بیعت میں آکر اپنے آپ کو حصار عافیت میں محفوظ نہیں کر لیتے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’مجھے کون پہچانتا ہے صرف وہی جو مجھ پر یقین رکھتا ہے کہ میں بھیجا گیا ہوں۔اور مجھے اُس طرح قبول کرتا ہے جس طرح وہ لوگ قبول کئے جاتے ہیں جو بھیجے گئے ہوں۔ دنیا مجھے قبول نہیں کر سکتی کیونکہ میں دنیا میں سے نہیں ہوں۔مگر جن کی فطرت کو اُس عالم کا حصہ دیا گیا ہے وہ مجھے قبول کرتے ہیں اور کریں گے۔ جو مجھے چھوڑتا ہے وہ اُس کو چھوڑتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے اور جو مجھ سے پیوند کرتا ہے وہ اُس سے کرتا ہے جس کی طرف سے میں آیا ہوں۔‘‘

(فتح اسلام ص34)

حاضرین کرام! آج کل کے یہ علماء سمجھتے ہیں کہ کسی امام مہدی مسیح موعود کی اُمت کو ضرورت نہیں ہے کسی امام کو ماننے کی ضرورت نہیں اور اپنے آپ کو ہی دین کا ٹھیکیدار سمجھتے ہیں لیکن ان کی اوقات اور حیثیت کیا ہے انہی کی زبانی ملاحظہ فرمائیے:

پاکستان کے ڈاکٹر اسرار احمد شر من تحت ادیم السماء والی حدیث بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

’’آج ہمیں اس صورتحال کی جھلک اپنے ان علماء میں نظر آتی ہے جنہوں نے دین کو پیشہ بنا لیا ہے۔ان کی ساری دلچسپی امت میں فتنے پیدا کرنے اور اس میں تفرقہ پیدا کر کے اپنی دکان چمکانے سے ہے۔انہیں معلوم ہے کہ امت میں جتنا زیادہ اختلاف ابھرے گا، لوگوں کو مناظروں کے لئے مولویوں کی اتنی ہی زیادہ ضرورت ہوگی‘‘

(ماہنامہ میثاق،نومبر 1996 ص12)

اور بقولِ شورشِ کشمیری:

یہ داڑھیوں کے سیاہ پھندے کہ ان پہ تقدیس نوحہ گر ہے
یہ پیٹ کے نابکار بندے کہ ان کا مسلک ہی سیم وزر ہے
یہ چلتے پھرتے سفید گنبد کہ جیسے دنیا و دیں کا لاشا
یہ لفظ ومعنی کا دوغلا پن کہ جیسے بازار میں تماشا
میری صدا ہے کہ ان کے مَحلوں کے بیخ وبُن بھی اُکھاڑ ڈالے
میری دُعا ہے کہ تیغ اسلام ان کے قبوں کو پھاڑ ڈالے

یہ وہی علماء ہیں جن کو حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علماء شر قرار دیا اور یہ بھی فرمایا کہ میری اُمت پر ایک زمانہ ایسا آئے گا جس میں جھگڑے ہوں گے۔ اختلافات پیدا ہوجائیں گے۔لوگ اس کے حل کے لئے اپنے علماء کی طرف رجوع کریں گے تو وہ اُنہیں بندروں اور سوروں کی طرح پائیں گے۔

قوم کیا چیز ہے ،قوموں کی امامت کیا ہے
اس کو کیا سمجھیں یہ بیچارے دو رکعت کے امام

پس ان کی سوچوں پر ان کی عقلوں پر ان کے حالات پر جتنا ماتم کیجئے کم ہے۔یہ علماء اپنے ان حالات کی بناء پر اسلام کا نام روشن کرنے کی بجائے بدنام ہی کر سکتے ہیں اور کر رہے ہیں اور انہی کی کارستانیوں کی وجہ سے آج اسلام دنیا کی کثیر آبادی کی نظر میں ظلم اور تشدد کا مذہب تصور کیا جا رہا ہے۔یہ لوگ دنیا کو اسلام کے قریب لانے کی بجائے اسلام سے کوسوں دور جانے پر مجبور کر رہے ہیں اور اندرونی طور پر بھی افرادِ اُمت کو اسلام کی حقیقی تعلیمات سے کوسوں دور لے جا کر صرف مسئلے مسائل میں الجھا رہے ہیں۔اسی لئے ان میں سے ہی بعض علماء نے اس بات کو بھی بجا طور پر بیان کیا ہے کہ اب اُمت کی اصلاح صرف امام مہدی ہی کریں گے۔پس وہ امام ظاہر ہو چکے ہیں اب جس کو اپنی عاقبت کی فکر ہے اُس کے لئے ایک ہی راستہ ہے کہ اس امام برحق کی بیعت میں آکر اُس کے بنائے ہوئے عافیت کے حصار میں آئے۔

جماعت احمدیہ کے موجودہ امام سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ 16 اگست 2013ء میں مسیح موعود کو ماننے کی ضرورت کے بارے میں ہمیں توجہ دلائی اور فرمایا کہ بحیثیت ایک احمدی ہونے کے ہمیں بھی اس کی جانکاری ہونی چاہیے کہ امام مہدی کو ماننا کیوں ضروری ہے۔حضور انور نے اس سلسلہ میں حضرت مسیح موعود کے بیان فرمودہ ایک سوال کے جواب کا بھی ذکر فرمایا جس کا خلاصہ اس وقت آپ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ ہم اللہ اور اس کی کتاب قُرآنِ شریف اور اس کے رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صدق دل سے مانتے ہیں اور نماز روزہ وغیرہ اعمال سبھی بجالاتے ہیں۔پھر ہمیں کیا ضرورت ہے کہ آپ کو بھی مانیں؟

فرمایا:’’دیکھو جس طرح جو شخص اللہ اور اس کے رسول اور کتاب کو ماننے کا دعویٰ کر کے ان کے احکام کی تفصیلات مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ،تقویٰ طہارت کو بجا نہ لاوے اور ان احکام کو جو تزکیۂ نفس، ترک شر اور حصول خیر کے متعلق نافذ ہوئے ہیں چھوڑ دے وہ مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں ہے اور اس پر ایمان کے زیور سے آراستہ ہونے کا اطلاق صادق نہیں آسکتا اسی طرح سے جو شخص مسیح موعود کو نہیں مانتا یا ماننے کی ضرورت نہیں سمجھتا وہ بھی حقیقتِ اسلام اور غایتِ نبوت اور غرضِ رسالت سے بے خبر محض ہے اور وہ اس بات کا حقدار نہیں ہے کہ اس کو سچا مسلمان، خدا اور اس کے رسول کا سچا تابعدار اور فرمانبردار کہہ سکیں کیونکہ جس طرح سے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ سے قُرآن شریف میں احکام دئے ہیں اسی طرح سے آخری زمانہ میں ایک آخری خلیفہ کے آنے کی پیشگوئی بھی بڑے زور سے بیان فرمائی ہے اور اس کے نہ ماننے والے اور اس سے انحراف کرنے والوں کا نام فاسق رکھا ہے۔‘‘

پھر مسیح موعود کے بارے میں فرماتے ہیں:

’یہی نہیں کہ معمولی طور سے اس کا ذکر کر دیا ہو بلکہ اس کے آنے کے نشانات تفصیلاً کل کتب سماوی میں بیان فرمادئے ہیں۔ بائبل میں، انجیل میں، احادیث میں اور خود قُرآن شریف میں اس کی آمد کی نشانیاں دی گئی ہیں اور ساری قومیں یہودی، عیسائی اور مسلمان متفق طور سے اس کی آمد کے قائل اور منتظر ہیں۔اس کا انکار کرنا کس طرح سے اسلام ہوسکتا ہے اور پھر جبکہ وہ ایک ایسا شخص ہے کہ اس کے واسطے آسمان پر بھی اللہ تعالیٰ نے اس کی تائید میں نشان ظاہر کئے اور زمین پر بھی معجزات دکھائے ۔اس کی تائید کے واسطے طاعون آیا اور کسوف و خسوف اپنے مقررہ وقت پر بموجب پیشگوئی عین وقت پر ظاہر ہو گیا تو کیا ایسا شخص جس کی تائید کے واسطے آسمان نشان ظاہر کرے اور زمین اَلوَقت کہے وہ کوئی معمولی شخص ہوسکتا ہے کہ اس کا ماننا اور نہ ماننا برابر ہو اور لوگ اسے نہ مان کر بھی مسلمان اور خدا کے پیارے بندے بنے رہیں؟ ہر گز نہیں۔‘‘

(ملفوظات جلد 5 ص 551،552)

یہ نشانات اللہ تعالیٰ اپنے بھیجے ہوئے فرستادہ کی صداقت کے ثبوت کے لئے بارش کی طرح ظاہر کر رہا ہے اور اب تک یہ نشانات ظاہر ہو رہے ہیں اور ان شاء اللہ قیامت تک ظاہر ہوں گے۔جس کی آنکھیں ہیں وہ دیکھتے ہیں، جو اہل بصیرت و بصارت ہیں اُن کے لئے یہ نشانات کسی روشن مینار سے کم نہیں۔اور وہ لوگ جو اپنی شقاوت قلبی میں گرفتار، بصیرت و بصارت سے محروم اور تکبر اور خود پسندی میں ملوّث ہیں اُن کے لئے یہ نشانات گویا ظاہر ہی نہیں ہو رہے۔

آنکھ کے اندھوں کو حائل ہو گئے سو سو حجاب
ورنہ تھا قبلہ تیرا رُخ کافر و دیندار کا

پس ہم امام آخر الزمان کے منکرین کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ سنو اور غور سے سنو کہ خدا کے مسیح کے لئے ہزاروں نشان ظاہر ہو چکے ہیں۔اب اسلام کی نشاۃِ ثانیہ اور مسلمانوں کی اخلاقی، دینی اور روحانی ترقیات حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کی قائم کی ہوئی جماعت سے وابستہ ہیں یہ وہ خدائی تقدیر ہے جسے کوئی دنیا کی طاقت تبدیل نہیں کر سکتی۔حضرت مسیح موعودؑ پیغمبرانہ عزم کے ساتھ اُمت کی کایا پلٹنے کے لئے مبعوث ہوئے ہیں۔آپؑ کا قائم کیا ہوا سلسلہ دنیا کے دو سو چار ممالک میں قائم ہو چکا ہے۔ہوش کے ناخن لو۔خدا کے مسیح کو، زمانے کے امام کو پہچانو۔اُس کے قائم کئے ہوئے عافیت کے حصار میں آجاؤ۔ ضد ،تعصب اور عناد کو چھوڑ کر، حیلوں اور حجتوں سے باز آکر امام مہدی کے قائم کئے ہوئے اُس لشکر میں آجاؤ جس نے قرآن کی پاک تعلیمات کے ذریعہ دنیا کو زیر کرنا ہے اور دنیا کو دکھانا ہے کہ یقیناً اور یقیناً اسلام ہی زندہ مذہب ہے، قُرآن مجید ہی زندہ کتاب ہے، اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی زندہ نبی اور جلال اور تقدس کے تخت پر بیٹھنے والے نبی ہیں۔اللہ تمہیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

نشاں کو دیکھ کر انکار کب تک پیش جائے گا
ارے اک اور جھوٹوں پر قیامت آنے والی ہے

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

تقریر جلسہ سالانہ قادیان دسمبر 2013ء

عصر حاضر میں دعا کی اہمیت

(سفیر احمد شمیم۔ نائب ناظم ارشاد وقف جدید)

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۖ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ﴿۱۸۶﴾۔(سورۃ البقرۃ187)

ترجمہ:اور جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق پوچھیں تو انہیں کہہ دے میں بہت قریب ہوں۔ اسکی دلیل یہ ہے کہ میں دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں۔سو چاہیئے کہ وہ دعا کرنے والے بھی میرا حکم قبول کریں اور مجھ پر ایمان لائیں تا وہ ہدایت پائیں۔

قُلْ مَا يَعْبَأُ بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ ۖ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًا (الفرقان:78)

ترجمہ:تو کہہ دے اگر تمہاری دعا نہ ہوتی تو میرا رب تمہاری کوئی پرواہ نہ کرتا۔پس تم اسے جھٹلا چکے ہو سو ضرور اس کا وبال تم سے چمٹ جانے والا ہے۔

بارگاہ ایزدی سے تو نہ یوں مایوس ہو
مشکلیں کیا چیز ہیں مشکل کشا کے سامنے
حاجتیں پوری کریں گے کیا تیری عاجز بشر
کر بیاں سب حاجتیں حاجت روا کے سامنے
چاہیئے تجھ کو مٹانا قلب سے نقش دوئی
سر جھکا بس مالک ارض وسماء کے سامنے

خدا تعالیٰ ایک مخفی خزانہ تھا اس نے چاہا کہ وہ پہچانا جائے سو اس نے انسان کو پیدا کیا اور اپنی ذات اور صفات کا عرفان اس کو بخشا۔ان صفات میں سے ایک اہم صفت جو ہستی باری تعالیٰ پر بھی زبردست گواہ ہے،خدا تعالیٰ کا مجیب الدعوات ہونا ہے۔قبولیت دعا کا فلسفہ یہ ہے کہ جتنا کوئی خدا کی باتیں مانتا ہے اسی قدر اس کی سنی اور مانی جاتی ہے۔ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیا کی زندگی گواہ ہے کہ ان کا ایک ایک لمحہ دعا کے سہارے گزرا تبھی وہ کامیاب و کامران ہوئے۔دنیا اس بات سے انکار نہیں کرسکتی کہ مانگنا انسان کا خاصہ ہے اور قبول کرنا اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے اور دنیا میں بھی ہم کو اس کی واضح مثال ملتی ہے کہ جب ایک شیر خوار بچہ بھوک سے بے تاب ہوکر دودھ کے لئے چلاتا اور چیختا ہے تو ماں کے پستانوں میں دودھ جوش مار کر آجاتا ہے۔جب کہ بچہ دعا کا نام تک بھی نہیں جانتا!لیکن بچے کی چیخیں دودھ کو کھینچ لاتی ہیں۔تو کیا جب ہماری چیخیں اللہ کے حضور پہنچتی ہیں تو اس کے حضور سے کچھ بھی کھینچ کر نہیں لا سکتیں لاسکتی ہیں اور ضرور لاتی ہیں۔اسی کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:-

اُدْعُونِيٓ أَسْتَجِبْ لَكُمْ

اے میرے بندو کہ مجھے پکارو میں ضرور تمہاری پکار کا جواب دوں گا۔

مگر افسوس صد افسوس! کہ عصر حاضر میں انسان اپنی پیدائش کے مقصد کو بھلا کر مادہ پرستی اور دنیاداری کی وجہ سے اس قدر غافل ہوگیا ہے کہ نہ تو اس کو اپنے پیدا کرنے والے حیّ وقیوم خدا کی کچھ پرواہ ہے اور نہ اس کی ذات اور صفات پر ایمان ہے۔اکثر لوگ دہریت کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے بہت دور جا چکے ہیں۔پس ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی ہستی کا ثبوت دینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے عصر حاضر میں قرآن کریم اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی پیشگوئیوں کے مطابق حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو امام مہدی و مسیح موعود بنا کر مبعوث فرمایا۔آپؑ نے عصر حاضر میں دنیا کو زندہ خدا سے روشناس فرمایا اور دنیا کو یہ بتایا کہ:

وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم
اب بھی اس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار

یہ ایک حقیقت ہے کہ ہر خالق کو اپنی تخلیق سے پیار ہوتا ہے،خواہ وہ کیسی ہی ادنیٰ درجہ کی کیوں نہ ہو۔صانع اپنی صنعت سے پیار کرتا ہے اور مصوّر اپنی تصویروں سے۔شاعر اپنے اشعار سے اور افسانہ نگار اپنے افسانوں سے۔ اپنی تخلیق سے پیار کا یہ جذبہ بڑوں میں بھی نظر آتا ہے چھوٹوں میں بھی۔کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ بچّے بھی مٹی کے بے ڈھنگے کھلونے بنا کر اپنی تخلیق کی کیسی کیسی داد چاہتے ہیں۔

پس جب ادنیٰ خالق اپنی بے حقیقت تخلیق سے بھی ایسا پیار کرتا ہے تو کیسے ممکن ہے کہ وہ کامل ذات جو احسن الخالقین ہے اپنی تخلیق سے پیار نہ کرے۔خالق اور مخلوق کا یہی وہ رشتہ ہے جو ماں کو اپنے بچے کے ادنیٰ سے اضطراب پر بھی بے قرار کردیتا ہے۔حقیقی خوف تو کیا خواب میں بھی اگر وہ ڈر کر چیخے تو ماں کا کلیجہ دھڑکنے لگتا ہے۔ وہ اسے سینے سے چمٹاتی ہے تھپکاتی ہے اور واری جاتی ہے۔پھر کیا اپنے بچوں کی خوف کی چیخوں پر آپ نے دیکھا نہیں کہ مائیں کس طرح اِن کی طرف لپکتی ہیں حتیٰ کہ کمزور اور نرم دل والیاں جو اپنے گھروں کی محصور چار دیواری میں اندھیرے سے بھی ڈرتی ہیں،اپنے خطرات میں گھرے ہوئے بچے کی دردناک پکار سنکر بپھری ہوئی غضبناک شیرنیوں کی طرح بے خوف اپنے بچے کو بچانے کے لئے خطرات کی جانب جھپٹتی ہیں۔انسان تو انسان کمزور چڑیوں کو بھی ہم نے دیکھا ہے کہ اپنے بچوں کو بچانے کے لئے کوّوں کی طرف لپکتی ہیں۔پس تخلیق کے چھوٹے چھوٹے ادنی حقیر رشتے اگر مجازی مخلوق کی پکار پر خالق کے دل میں قبولیت کا یہ جوش پیدا کرتے ہیں تو کیسے ممکن ہے کہ خالق حقیقی اپنی مخلوق سے ایسا بے نیاز ہوجائے کہ ایک مضطر کی آہ وبکار پر انّی قریب کی یہ آواز نہ دے اور مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ کے جواب میں اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ نہ سنائے۔یہ ہرگز ممکن نہیں۔مضطر کی چیخ وپکار کو وہ سنتا ہے اور سنتا آیا ہے اور اس کے وہ بندے جو اس کے سایہ میں پلتے ہیں وہ اسی کی انگلی پکڑ کر چلنے کے عادی ہوتے ہیں ایسے نڈر اور ایسے بے خوف ہو جاتے ہیں کہ بظاہر بڑے بڑے طاقتور دشمنوں کو بھی پُرشوکت انداز سے للکارتے ہیں کہ:

سر سے لے کر پاؤں تک وہ یار مجھ میں ہے نہاں
اے میرے بدخواہ کرنا ہوش کر کے مجھ پہ وار

ان کا جواب یہ ہوتا ہے کہ:

تیری آنکھ میں مرا نور ہے مجھے کون کہتا ہے دور ہے
مجھے دیکھتا جو نہیں ہے تو ، یہ تری نظر کا قصور ہے

معزز سامعین !

اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کو جس زمانہ میں مبعوث فرمایا ہے اس زمانہ میں مغربی تعلیم اور فلسفہ سے متأثر ہوکر بعض تعلیم یافتہ مسلمان بھی اللہ تعالیٰ کی صفت مجیب کے منکر ہوگئے تھے۔چنانچہ سرسید احمد خان صاحب بانی علی گڑھ یونیورسٹی جو مسلمانوں کی بڑے لیڈر تھے، انہوں نے ظاہری تعلیم کے سلسلہ میں مسلمانوں کی بہت بڑی خدمت کی مگر بدقسمتی سے تاثیرِ دعا کے منکر ہوگئے اور انہوں نے دعا کی ایسے رنگ میں تاویلیں کیں جو قرآن مجید کی آیات بیّنات اور امت محمدیہ کے متفقہ مسلمہ عقائد کے صریح مخالف تھیں۔انہوں نے یہ ثابت کرنے کے لئے کہ دعا کی حقیقت بجز اس کے کچھ نہیں کہ اضطرار کی جگہ صبر و استقلال کی کیفیت کا پیدا ہوجانا جو لازمہ عبادت ہے یہی دعا کا مستجاب ہونا ہے۔سرسید احمد خان مرحوم نے ایک رسالہ الدعا والاستجابت لکھا۔جس سے ایک لاکھ سے زائد انبیا اور کئی کروڑ اولیا کی شہادت کی تکذیب لازم آتی تھی۔اس رسالہ کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رسالہ ”برکات الدعا“ تحریر فرمایا جس میں آپؑ نے چیلنج دیتے ہوئے فرمایا کہ:

”اگر سید صاحب اپنے اس غلط خیال سے توبہ نہ کرلیں اور یہ کہیں کہ دعاؤں کے اثر کا ثبوت کیا ہے؟ تو میں ایسی غلطیوں کے نکالنے کے لئے مامور ہوں۔میں وعدہ کرتا ہوں کہ اپنی بعض دعاؤں کی قبولیت سے پیش از وقت سید صاحب کو اطلاع دوں گا اور نہ صرف اطلاع بلکہ چھپوا دوں گا مگر سید صاحب ساتھ ہی یہ بھی اقرار کرلیں کہ وہ بعد ثابت ہو جانے میرے دعویٰ کے اس غلطی سے رجوع کرلیں گے۔“

(برکات الدعا روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 12)

نیز آپؑ نے سید صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: میرے نزدیک بہتر ہے کہ سید صاحب اپنے آخری دن کو یاد کر کے چند ماہ اس عاجز کی صحبت میں رہیں اور چونکہ میں مامور ہوں اور مبشر ہوں اس لئے میں وعدہ کرتا ہوں کہ سید صاحب کے اطمینان کے لئے توجہ کروں گا اور امید رکھتا ہوں کہ خدا تعالی ایسا نشان دکھلائے کہ سید صاحب کے مجوزہ قانون قدرت کو ایک دم میں خاک میں ملا دیوے اور اس قسم کے کام اب تک بہت ظہور میں آئے ہیں کہ جو سید صاحب کی نظر میں قانون قدرت کے مخالف ہیں......ایسا ہی دعا کے ذاتی تاثرات بھی جن کے ذریعہ سے وہ مطلب حاصل ہوجاتا ہے جس کے لئے دعا کی گئی،سید صاحب کی نظر میں خلاف قانون قدرت ہیں۔سو اگر سید صاحب میرے پاس آنہیں سکتے تو ان دونوں باتوں میں ہی وعدہ قبول حق کر کے مجھ کو اجازت دیں کہ ان کی نسبت جناب الٰہی توجہ کرکے جو کچھ ظاہر ہو وہ شائع کروں اس سے عام لوگوں کو فائدہ ہوجائے گا۔اگر سید صاحب کی رائے درحقیقت درست ہے تو میں اپنے مطلب میں کامیاب نہیں ہوں گا۔ورنہ عقلمند لوگ سید صاحب کے خراب عقیدوں سے نجات پا کر پھر اپنے عظیم الشان خدا تعالیٰ کو پہچان لیں گے اور محبت سے اس کی طرف رجوع کریں گے۔دعا کے وقت اس کی رحمتوں سے ناامید نہیں ہوں گے اور ہاتھ اٹھانے کے وقت لذت اٹھائیں گے۔“ (برکات الدعا صفحہ 32-31)

پس آپؑ نے عصر حاضر میں دنیا کو اپنے ذاتی تجربہ سے بتایا کہ دعا میں خدا نے بڑی قوتیں رکھی ہیں۔آپ فرماتے ہیں خدا نے مجھے بار بار بذریعہ الہام فرمایا ہے کہ جو کچھ ہوگا دعا ہی کے ذریعہ سے ہوگا۔آپؑ کی سیرت کا مطالعہ کرنے سے یہ بات نمایاں طور پر سامنے آتی ہے کہ آپؑ نے اپنے ذاتی تجربات کی بنا پر عصر حاضر میں دعا کی اہمیت و تاثیرات کو دنیا کے سامنے پیش کیا اور فرمایا:

”میں اپنے ذاتی تجربہ سے بھی دیکھ رہا ہوں کہ دعاؤں کی تاثیر آب و آتش کی تاثیر سے بڑھ کر ہے بلکہ اثبات طبعیہ کے سلسلہ میں کوئی چیز ایسی عظیم التاثیر نہیں جیسا کہ دعا ہے“۔

(روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 11)

آپ علیہ السلام کو یہ یقین کامل تھا کہ دعا ایسی چیز ہے کہ خشک لکڑی کو بھی سرسبز کرسکتی ہےاور مردہ کو زندہ کرسکتی ہےاس میں بڑی تاثیریں ہیں۔ (ملفوظات جلد 3 صفحہ 100)

پس عصر حاضر میں وہ لوگ جو دعا کی اہمیت اور تاثیر کے منکر ہیں ان کے لئے ہم حضرت مسیح موعودؑ کی سیرت میں سے ایک ایسا واقعہ پیش کرتے ہیں جس کو سننے کے بعد وہ ضرور دعا کی اہمیت کے مضمون کو سمجھنے کی کوشش کریں گے۔اور اس کی افادیت کو محسوس کریں گے۔

حضرت حکیم مفتی فضل الرحمن صاحب بیان کرتے ہیں کہ 1907ء میں میرے دوسرے لڑکے عبد الحفیظ کا تولد ہوا۔سردی کے ایّام تھےاور اُن دنوں میں بہت سی زچہ عورتیں تشنج کی مرض سے مررہی تھیں۔زچہ کے لئے یہ مرض بہت خطرناک ہوتی ہے سینکڑوں میں سے کوئی بچتی ہوگی۔مفتی صاحب فرماتے ہیں میری بیوی کو بچہ تولد ہونے کے ساتویں دن مغرب کے قریب اس کے آثار معلوم ہوئے۔چونکہ ان دنوں میں یہ وبا تھی اس لئے اس کی طرف بہت توجہ ہوگئی۔میں مغرب کے بعد حضرت صاحبؑ کی خدمت میں دوڑتا ہو اگیااور ان سے عرض کی۔آپؑ نے فرمایا یہ تو بڑی خطرناک مرض کا پیش خیمہ ہے۔تم فوراً اسکو دس رتّی ہینگ دے دو اور گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد مجھے اطلاع دو۔میں عشاء میں پھر حاضر ہوااور عرض کیا کہ مرض میں ترقی ہوگئی ہے۔فرمایا اس کو دس رتی کونین دے دو اور ایک گھنٹہ کے بعد پھر مجھے اطلاع دو۔یہ نہ سمجھنا کہ میں سوگیا ہوں، بےتکلف مردانہ سیڑھیوں سے آواز دو۔ایک گھنٹہ کے بعد میں پھر گیااور عرض کیا کہ کوئی افاقہ نہیں ہے۔فرمایا دس رتی مشک دے دو۔مفتی صاحب کہتے ہیں میں نے عرض کیا اسوقت مشک کہاں سے لاؤں حضور ایک مٹھی بھر کر مشک کی لے کر آئے اور فرمایا یہ دس رتی ہوگی؟ میں نے عرض کیا کہ حضور یہ زیادہ ہے۔فرمایا لے جاؤ پھر کام آئے گا۔میں نے وہ دس رتی مریضہ کو دے دی اور پھر گیااور عرض کیا کہ مرض میں بہت اضافہ ہوگیا ہے۔فرمایا دس تولہ کیسٹرائل دے دو۔میں نے آکر دس تولہ کیسٹرائل دے دیا۔اس کے بعد اس کو بہت قے ہوئی اور قے اس مرض میں آخری مرحلہ ہوتا ہے۔قے کے بعد اس کا سانس اکھڑ گیا،گردن پیچھے کو کھنچ گئی، آنکھوں میں اندھیرا آگیا اور زبان بند ہوگئی ۔پھر میں بھاگ کر سیڑھیوں پر چڑھا۔حضورؑ نے میری آواز سن کر دروازہ کھول دیااور فرمایا کیوں خیر ہے؟ میں نے عرض کیا کہ اب تو حالت بہت نازک ہوگئی ہے۔ سانس اکھڑ گیا ہے، گردن کھنچ گئی ہے، آنکھوں میں روشنی نہیں، زبان بند ہوگئی ہے۔میرے پیارے آقا سیدنا حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا دنیا کے جتنے ہتھیار تھے وہ تو ہم نے چلا لئے اب ایک ہتھیار باقی ہےاور وہ دعا ہےتم جاؤ۔میں اسوقت دعا سے سر اٹھاؤں گا جب اسے صحت ہوگی۔مفتی صاحب فرماتے ہیں میں یہ سن کر واپس لوٹ آیا اور اسے کہا اب تجھے کیا فکر ہے۔اب تو ٹھیکہ دار نے ٹھیکہ لے لیا ہے۔اُس وقت رات کے دو بج چکے تھے میں گھر آیا اور مریضہ کو اُسی حالت میں چھوڑ کر دوسرے کمرے میں چار پائی لے کر سو رہا۔صبح کو کسی برتن کی آہٹ سے میری آنکھ کھلی جب میں نے دیکھا تو میری بیوی برتن درست کر رہی تھی مفتی صاحب فرماتے ہیں میں نے پوچھا کیا حال ہےاس نے کہا کہ آپ تو سو رہے اور مجھے دو گھنٹہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے فضل کر دیا'' (سیرت احمدؑ صفحہ 204)

یہ ہے دعا کی حقیقت جس کے ذریعہ سے مردے بھی زندہ ہوجاتے ہیں اور آج مسیح محمدی نے اپنی دردانگیز دعاؤں سے زندہ کر دکھائے۔

حضورؑ فرماتے ہیں:

غیر ممکن کو یہ ممکن میں بدل دیتی ہے
اے میرے فلسفیو زور دعا دیکھو تو

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ:

''میں کثرت قبولیت دعا کا نشان دیا گیا ہوں کوئی نہیں کہ جو اس کا مقابلہ کر سکے میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ میری دعائیں ہزاروں کے قریب قبول ہو چکی ہیں اور ان کا میرے پاس ثبوت ہے۔'' (روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 497)

اللہ نے آپ کو الہاماً یہ خوش خبری عنائت فرمائی تھی کہ اُجِیْبُ کُلَّ دُعَائِكَ اِلَّا فِیْ شُرَکَائِكَ یعنی میں تیری تمام دعائیں قبول کروں گا لیکن شرکاء کے بارے میں نہیں۔

(حقیقت الوحی روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 54)

آپؑ فرماتے ہیں:

''یہ بالکل سچ ہے کہ مقبولین کی اکثر دعائیں منظور ہوتی ہیں بلکہ بڑا معجزہ ان کا استجابت دعا ہی ہے۔جب ان کے دلوں میں کسی مصیبت کے وقت شدت سے بے قراری ہوتی ہے اور اس شدید بے قراری کی حالت میں وہ اپنے خدا کی طرف توجہ کرتے ہیں تو خدا ان کی سنتا ہے اور اس وقت ان کا ہاتھ گویا خدا کا ہاتھ ہوتا ہے۔خدا ایک مخفی خزانہ کی طرح ہے۔کامل مقبولین کے ذریعہ سے وہ اپنا چہرہ دکھلاتا ہے۔خدا کے نشان تبھی ظاہر ہوتے ہیں جب اس کے مقبول ستائے جاتے ہیں اور جب حد سے زیادہ ان کو دکھ دیا جاتا ہے تو سمجھو کہ خدا کا نشان نزدیک ہے بلکہ دروازہ پر ہے کیونکہ یہ وہ قوم ہے کہ کوئی اپنے پیارے بیٹے سے ایسی محبت نہیں کریگا جیسا کہ خدا ان لوگوں سے کرتا ہے جو دل و جان سے ایسی اپنی قوت دکھلاتا ہے کہ جیسا ایک سوتا ہوا شیر جاگ اٹھتا ہے۔خدا مخفی ہے۔ اس کے ظاہر کرنے والے یہی لوگ ہیں۔وہ ہزاروں پردوں کے اندر ہے اور اسکا چہرہ دکھلانے والی یہی قوم ہے۔'' (حقیقت الوحی صفحہ 21-20)

پس قبولیت دعا کے حوالہ سے اللہ تعالیٰ کا جوسلوک حضرت مسیح موعودؑ سے تھا وہی سلوک آج عصر حاضر میں آپ کے خلفاء کے ساتھ ہے۔چنانچہ عصر حاضر کے اس مادی دور میں خلفاء احمدیت نے مختلف مواقع پر تمام دنیا کے لوگوں کو قبولیت دعا کی اہمیت بتانے کے لئے کئی مرتبہ چیلنج دیئے جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے چیلنج دیئے تھے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے اپنے ایک درس قرآن کے دوران سورۃ الاخلاص کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت مسیح موعودؑ کے اور خوارق میں سے آپؑ کی دعاؤں کی قبولیت ہے۔جس میں مقابلہ کے واسطے تمام جہان کے عیسائیوں آریوں وغیرہ کو بار بار چیلنج دیا جا چکا ہے۔مگر کسی کو طاقت نہیں کہ اس کے مقابلہ میں کھڑا ہوسکے۔(ضمیمہ اخبار بدر صفحہ 39)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ تمام دنیا کو چیلنج دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''میں نے بار بار چیلنج دیا ہے کہ اگر کسی میں ہمت ہےتو وہ دُعاؤں کی قبولیت کے سلسلہ میں ہی میرا مقابلہ کر کے دیکھ لےمگر کوئی مقابلہ پر نہیں آیا ۔مگر لوگ اِس معاملہ میں میری دعاؤں کی قبولیت کو دیکھنا چاہتے ہیں تو وہ بعض سخت مریض قرعہ اندازی کے ذریعہ تقسیم کرلیں اور پھر دیکھیں کہ کون ہے جس کی دعاؤں کو خدا تعالیٰ قبول کرتا ہے ۔کس کے مریض اچھے ہوتے ہیں اور کس کے مریض اچھے نہیں ہوتے۔'' (الموعود صفحہ 182)

اسی طرح سے سفر یورپ کے موقعہ پر سن 1967ء میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے فرمایا کہ:

''صرف اور صرف اسلام ہی کا خدا زندہ خدا اور صرف محمدؐ ہی اللہ تعالیٰ کے زندہ رسول ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند جلیل حضرت مسیح موعودؑ زندہ خدا کے مظہر اور زندہ نشان ہیں۔اور میں ان کے نمائندہ اور جانشین کی حیثیت سے دعوتِ مقابلہ دیتا ہوں۔اگر کسی عیسائی کو بھی دعویٰ ہے کہ اس کا خدا زندہ ہے تو وہ میرے ساتھ قبولیت دعا میں مقابلہ کرے اور اگر وہ جیت جائے تو ایک گراں قدر انعام حاصل کرے۔نیز فرمایا مختلف مذاہب کے ماننے والے چند مریض منتخب کر لیں ان میں سے ہر مذہب کے نمائندے کو چند مریض بانٹ دیئے جائیں اور ہر ماننے والا صرف اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کر کے اپنے حصہ کے مریضوں کی صحت کا طالب ہو۔میرا یہ دعویٰ ہے کہ میرے حصہ میں جو مریض آئیں گے وہ دوسروں کی نسبت زیادہ صحتیاب ہوجائیں گے۔'' (البدر قادیان 1967 صفحہ 5)

پس عصر حاضر میں خلفاء احمدیت کے یہ چیلنج جہاں دعا کی اہمیت کو واضح کرتے ہیں وہیں دوسری طرف دنیا کے تمام لوگوں کو یہ دعوے بتاتے ہیں کہ آج بھی وہ خدا زندہ خدا ہےاور اس زمانے میں جب کہ مخلوق اپنے مالک حقیقی سے دور جا پڑی ہے اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کی دعاؤں کو سنتا ہےاور ان کی تکالیف کو دور کرتا ہے۔

معزز سامعین!

اب خاکسار عصر حاضر میں خلفاء احمدیت کے قبولیت دعا کے چند واقعات کا ذکر کرتا ہے جن سے اس بات کا علم ہوتا ہے کہ آج بھی وہ حیّ و قیوم زندہ خدا جو مجیب بھی ہے اور سمیع بھی ہے، اپنے پیارے بندوں کی دعاؤں کو سنتا ہےاور انہیں شرف قبولیت عطا فرماتا ہے۔چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے زمانے میں 1909ء کو موسم برسات میں ایک دفعہ لگاتار آٹھ روز بارش ہوتی رہی جس سے قادیان کے بہت سے مکانات گر گئے۔ حضرت نواب محمد علی خان صاحب مرحوم نے قادیان سے باہر نئی کوٹھی تعمیر کی تھی، وہ بھی گر گئی۔آٹھویں یا نویں دن حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے ظہر کی نماز کے بعد فرمایا کہ میں دعا کرتا ہوں آپ سب لوگ آمین کہیں۔دعا کرنے کے بعد آپ نے فرمایا۔میں نے اب وہ دعا کی ہے جو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساری عمر میں صرف ایک دفعہ کی تھی۔دعا کے وقت بارش بہت زور سے ہورہی تھی اس کے بعد بارش بند ہوگئی اور عصر کی نماز کے وقت آسمان بالکل صاف تھا اور دھوپ نکلی ہوئی تھی۔'' (البدر 2 فروری 1911ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا قبولیت دعا کا ایک واقعہ محترمہ سعدیہ خانم صاحبہ تحریر کرتی ہیں کہ'' میری ایک ہمشیرہ کی شادی کے سات سال بعد ایک لڑکا ہو۔ا وہ ابھی ایک سال کا تھا کہ فوت ہوگیا۔شادی کو بارھواں سال ہو چکا تھا اور کوئی بچہ نہ تھا۔میں نے حضور کی خدمت میں دعا کے لئے تفصیلی خط لکھا کہ حضور میری ہمشیرہ کا میاں بھی اکیلا ہے نہ اس کا کوئی بھائی ہے نہ بہن ہے، نہ ماں نہ باپ ہیں۔حضور دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اسے نیک اولاد کی نعمت سے نوازے۔الحمد للہ کہ درخواست دعا کے پورے ایک سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کو چاند جیسی لڑکی عطا فرمائی۔اب خدا تعالیٰ کے فضل سے اس کے ایک لڑکا اور ایک لڑکی اور ہیں''۔(ماہانہ مصباح ستمبر 1962ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا قبولیت دعا کا واقعہ

میاں محمد اسلم صاحب پتوکی لکھتے ہیں کہ

1963ء میں خاکسار احمدی ہوا اور 1965ء میں خاکسار کی شادی ہوئی 12 سال تک کوئی اولاد نہ ہوئی۔ تمام غیر احمدی رشتہ دار اور گاؤں کے لوگ کہنے لگے کہ یہ قادیانی ہوگیا ہے لہٰذا ابتر رہے گا۔ خاکسار نے ہر قسم کا علاج کروایا۔ دوسری طرف اس عرصہ میں میری بیوی رشتہ داروں کے طعنے سن کر میری دوسری شادی کرنے پر رضامند ہوگئی۔ اس اثناء میں خاکسار نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کو تمام حالات لکھ کر دعا کی درخواست کی حضور نے جواباً فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی ضائع نہیں کرے گا اور ضرور نرینہ اولاد سے نوازے گا۔ اس دعا کی برکت سے اب میرے چار لڑکے ہیں اور سب حیران ہیں کہ یہ اولاد کس طرح ہوئی حالانکہ لیڈی ڈاکٹروں نے کہا تھا کہ اس عورت سے اولاد ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اب خاکسار اپنے غیر احمدی رشتہ داروں کو یہی کہتا ہے کہ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا زندہ نشان ہے جو کہ ان کے خلیفہ کی دعا کی برکت سے ظاہر ہوا۔ (ماہنامہ خالد سیدنا ناصر نمبر اپریل مئی 1983ء صفحہ 293-292)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی قبولیت دعا کا ایک واقعہ

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے خطبہ جمعہ فرمودہ 20 جولائی 1986ء کو قبولیت دعا کے نتیجے میں ایک دوست کی آنکھوں کی معجزانہ شفایابی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''ڈھاکہ کے ایک احمدی اپنے ایک غیر احمدی دوست کے بارہ میں لکھتے ہیں کہ میں ان کو سلسلہ کا لٹریچر اور کیسٹیں وغیرہ دیتا تھا اور رفتہ رفتہ ان کا دل بدلنے لگا تھا۔ اور لٹریچر شوق سے پڑھنے لگے تھے۔ اسی دوران ان کی آنکھوں کو ایسی بیماری لگی کہ ڈاکٹروں نے کہا کہ تمہاری آنکھوں کا نور جاتا رہے گا۔ اور ہم کوئی ذریعہ نہیں پاتے کہ تمہاری آنکھوں کی بصارت کو بچا سکیں۔ دوسرے غیر احمدی لوگ طعن و تشنیع کرتے ہوئے کہنے لگے کہ ''اور پڑھو احمدیت کی کتابیں انہیں کتابوں کی وجہ سے تمہاری آنکھوں میں جہنم داخل ہو رہی ہے'' اس غیر احمدی دوست نے بڑی بے قراری سے اپنے احمدی دوست سے ذکر کیا۔ انہوں نے کہا ''تم بالکل مطمئن رہو تم بھی دعا کرو میں بھی دعا کرتا ہوں اور اپنے امام کو بھی لکھتا ہوں اور پھر دیکھو اللہ کس طرح فضل نازل کرتا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے چند دن بعد آنکھوں کی کایا پلٹنی شروع ہوگئی۔ اور سارا نور واپس آ گیا۔ اور ڈاکٹر نے کہا کہ اب اُس خطرناک بیماری کا کوئی نشان میں باقی نہیں دیکھتا۔''

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جلسہ سالانہ قادیان کے موقعے پر خطبہ جمعہ 16 دسمبر 2005ء میں یہ دعا فرماتے ہیں کہ:

''ایک اور بات ہے جس کی طرف میں توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ یہ دعا کیلئے ہے کہ میرے یہاں آنے کی وجہ سے مختلف ممالک سے بہت سارے احمدیوں کی خواہش ہے کہ وہ بھی یہاں آئیں اور جلسے میں شامل ہوں لیکن بعض جگہ پر ویزے کے حصول میں دقت ہے اللہ تعالیٰ ان کی دقتوں کو دور فرمائے اور اپنے فضل سے ان کی اس پاک بستی میں آنے کی نیک خواہش کو پورا فرمائے اور اس مقصد کے لئے جو بھی یہاں آئے ہیں اور جو آنا چاہتے ہیں وہ اس مقصد کو حاصل کرنے والے ہوں۔''

یہ دعا کس رنگ میں پوری ہوئی اس کا ذکر حضور خطبہ جمعہ فرمودہ 30 دسمبر 2005 میں فرماتے ہیں کہ:

'' اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس بستی میں جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اتنا کامیاب جلسہ ہوا۔ جہاں پہلے جلسے میں صرف 75 افراد شامل تھے اور اس بستی کو چند لوگ جانتے تھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں کی قبولیت کے طفیل آج دیکھیں اس بستی میں جلسے کی حاضری 70 ہزار افراد کے قریب تھی اور دنیا کے کونے کونے میں قادیان دارالامان کی آواز پہنچ رہی تھی۔ ہمارے سر اس انعام پر اللہ تعالیٰ کے حضور جھک جانے چاہئیں ہمارے دل شکر کے جذبات سے لبریز ہونے چاہئیں تا کہ اللہ تعالیٰ مزید اپنے فضلوں کی بارش برسائے اور اپنے مزید انعامات سے ہمیں بہرہ ور فرمائے۔''

میں تھا غریب و بیکس و گمنام و بے ہنر
کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر
لوگوں کی اس طرف کو ذرا بھی نظر نہ تھی
میرے وجود کی بھی کسی کو خبر نہ تھی
اب دیکھتے ہو کیسا رجوع جہاں ہوا
اک مرجع خواص یہی قادیاں ہوا

پس اے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام کے درخت وجود کی سرسبز شاخو! تم بہت خوش قسمت ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں خلفاء احمدیت کی شکل میں وہ دردمند دل عطا کئے ہیں جو تمہاری تکلیف میں تڑپتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور سربسجود ہو کے تمہاری مشکل کشائی کے لیے دعائیں کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی دعاؤں کو شرف قبولیت عطا کرتا ہے۔ پس حضرت مسیح موعودؑ خلفاء احمدیت کے قبولیت دعا کے واقعات جہاں ہمیں ایک طرف عصر حاضر میں قبولیت دعا کی اہمیت بتاتے ہیں وہیں دوسری طرف یہ واقعات ہم سے اس بات کا تقاضہ کرتے ہیں کہ ہمارا بھی خدا سے زندہ تعلق ہو اور ہم بھی اپنی زندگی کے ہر لمحہ میں قبولیت دعا کے نشان دیکھنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

پیارے بھائیو! ہم سب کو اس بات کا علم ہے کہ عصر حاضر میں جماعت کی ترقی دیکھ کر مخالفین احمدیت کی طرف سے جماعت کی شدید مخالفت جاری ہے، خاص طور پر پاکستان میں۔ ہم سب کا فرض ہے کہ ہم اپنے ان مظلوم بھائیوں کیلئے دردمندانہ دل کے ساتھ دعائیں کریں۔ میں ان مظلوم بھائیوں کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے الفاظ میں بتانا چاہتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں: اس مخالفت کے بعد جو اگلی مخالفت مجھے نظر آ رہی ہے وسیع پیمانے پر، وہ ایک دو حکومتوں کا قصّہ نہیں ہے۔ اس میں بڑی بڑی حکومتیں مل کر جماعت کو مٹانے کی سازش کریں گی اور جتنی بڑی سازش ہوگی اتنی ہی بڑی ناکامی ان کے مقدر میں رکھی جائیگی۔ مجھ سے پہلے خلفاء نے آئندہ آنے والے خلفاء کو حوصلہ دیا تھا اور کہا تھا کہ تم خدا پر توکل رکھنا اور کسی مخالفت کا خوف نہیں کھانا۔ میں آئندہ آنے والے خلیفہ کو خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم بھی حوصلہ رکھنا اور میری طرح ہمت اور صبر کا مظاہرہ کرنا اور کسی دنیا کی طاقت سے خوف نہیں کھانا۔ وہ خدا جو ادنیٰ مخالفتوں کو مٹانے والا ہے وہ آئندہ آنے والی زیادہ قوی مخالفتوں کو بھی چکنا چور کر کے دکھلا دے گا اور دنیا سے ان کا نشان مٹا دیگا۔ جماعت احمدیہ نے بہر حال فتح کے بعد ایک اور فتح کی منزل میں داخل ہونا ہے۔ کوئی دنیا کی طاقت اس تقدیر کو بہر حال بدل نہیں سکتی۔''
(خطاب سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع 28 جولائی 1984ء)

عصر بیمار کا ہے مرض لادوا
کوئی چارہ نہیں اب دعا کے سوا
اے غلام مسیح الزماں ہاتھ اٹھا
موت آ بھی گئی ہو تو ٹل جائے گی

ہمارے موجودہ امام سیّدنا حضور انور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس جس دن سے مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے ہیں اس دن سے ہی افراد جماعت کو دعاؤں کی طرف توجہ دلا رہے ہیں۔ چنانچہ آپ نے جماعت کے نام اپنے پہلے خطاب میں فرمایا تھا:

''احباب جماعت سے صرف ایک درخواست ہے کہ آج کل دعاؤں پر زور دیں، دعاؤں پر زور دیں، بہت دعائیں کریں بہت دعائیں کریں۔ اللہ تعالیٰ اپنی تائید و نصرت فرمائے اور احمدیت کا یہ قافلہ اپنی ترقیات کی طرف رواں دواں رہے آمین۔''
(الفضل انٹرنیشنل 25 اپریل تا یکم مئی 2003 صفحہ 1 جلد نمبر 10)

پس اس لحاظ سے اس دور میں دعا کی اہمیت بہت بڑھ جاتی ہے۔ ہمارے پیارے امام جہاں ہمیں اپنی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلا رہے ہیں وہیں آپ دنیا کے عالمی لیڈروں کو اس عالمی جنگ سے بچنے کیلئے نصیحت بھی کر رہے ہیں۔ چنانچہ اس تعلق میں حضرت امیر المؤمنین کے وہ خطابات جو حضور نے برطانیہ اور امریکہ کے پارلیمینٹیرین کے سامنے دیئے اور وہ خطاب جو جرمنی کی ڈفینس اکیڈمی میں ارشاد فرمایا قابل ذکر ہیں اور ساتھ ہی برطانیہ، امریکہ، فرانس، جرمنی، ایران، سعودی عرب اور چین کے عالمی لیڈروں کو آپ نے دنیا میں بدامنی کو دور کرنے کیلئے قرآن کریم کی روشنی میں نصائح فرمائی ہیں اور ساتھ ہی احباب جماعت کو دعاؤں کی طرف توجہ دلائی ہے۔

آخر میں خاکسار سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا ایک اقتباس پڑھ کر اپنی تقریر کو ختم کرتا ہے جس سے عصر حاضر میں دعا کی اہمیت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے آپ فرماتے ہیں:

دعا عبادت کا مغز ہے کامیابی کا زینہ ہے اور تمام مشکلات سے نجات کی کنجی ہے۔ ایک احمدی کو دوسروں سے یہ خاص امتیاز حاصل ہے کہ اسے خدا تعالیٰ کی ذات پر وہ یقین اور ایمان حاصل ہے جس سے دوسرے ناآشنا ہیں اور ہم خوش قسمت ہیں کہ یہ دولت حضرت مسیح موعودؑ کو ماننے کی برکت سے ہمیں عطا ہوئی اس لئے ابتدائی عمر سے ہی دعاؤں کی عادت ڈالیں اور اپنی بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی تمام حاجات خدا تعالیٰ کے سامنے رکھیں۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں ادنیٰ اور اعلیٰ سب حاجتیں بغیر شرم کے خدا سے مانگو اصل معطی وہی ہے۔
(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد چہارم صفحہ 69)

پس کثرت سے دعائیں کریں غلبہ اسلام کیلئے دعائیں کریں دنیا میں قیام امن کیلئے دعائیں کریں تمام دنیا کے احمدیوں کیلئے دعائیں کریں اور اپنی دینی و دنیاوی فلاح و بہبود، اصلاح نفس اور روحانی ترقی کیلئے دعائیں کریں۔ حقیقت یہ ہے کہ دعائیں ہی ہمارے ہتھیار ہیں ان ہی سے ہم بحیثیت جماعت ترقی کریں گے اور ان ہی کی بدولت ہمارے جماعتی اور انفرادی امور انجام پائیں گے۔
(پیغام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس بر موقع سالانہ اجتماع خدّام الاحمدیہ بھارت 2013ء)

(وآخر دعوانا عن الحمد للہ رب العٰلمین)

گالیاں دینا سیرتِ کفّار ہے۔ صبر اور برداشت سے کام لینا یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کا اسوۂ حسنہ ہے۔ قارئین خود فیصلہ کر لیں کون سچا ہے اور کون جھوٹا؟

☆ اسلام کا درد ان کے سینوں میں نہیں ہے۔ اسلام کی پرامن اور حیات بخش تعلیم کو دنیا میں پھیلانے کی بجائے انہوں نے کفر کے فتوے پھیلائے۔ قتل و غارت کی تعلیم دی۔ جس نے خود اسلام کو نہیں سمجھا وہ دوسروں کو کیا اسلام بتائے گا۔ کیا یہی بتائے گا کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔ دُنیا اخلاق سے دل جیتتی ہے ہم تلوار سے جیتتے ہیں۔ یا یہ بتائے گا کہ اسلام میں داخل تو ہو جاؤ مگر نکلنے کی سوچنا بھی مت ورنہ قتل کر دیئے جاؤ گے۔ یا یہ کہ اسلام کا خدا اب گونگا ہو گیا ہے۔ اگر گونگا ہے تو اس کی کیا گارنٹی ہے کہ وہ بہرہ نہیں ہے؟ لیکن ہم یہ کہتے ہیں ؎

وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم ☆ اب بھی اس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار

قارئین خود فیصلہ فرمالیں کون حق پر ہے؟

☆ جماعت احمدیہ نے دنیا کی مختلف 70 زبانوں میں قرآن مجید کا ترجمہ کر کے دُنیا کو قرآن کریم کی حسین تعلیم سے آگاہ کرنے کی کوشش کی ہے اور یہ کام جاری ہے۔ جبکہ ان مولویوں نے قصوں اور کہانیوں اور ناسخ اور منسوخ کے غلط عقائد سے قرآن کا اعتبار ہی اُڑا دیا ہے۔ قارئین خود فیصلہ کر لیں کون سچا ہے اور کون جھوٹا؟

☆ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق ہم ایک جماعت ہیں۔ ہمارا ایک رُوحانی امام ہے جو ہمیں نیکی اور تقویٰ کی تعلیم دیتا ہے اور صبر اور برداشت کی تلقین کرتا ہے جبکہ یہ بدبخت مولوی جنّت کی لالچ دے کر قتل و غارت کا بازار گرم کرتے ہیں۔ قارئین خود فیصلہ فرمالیں کون سچّا ہے اور کون جھوٹا؟

☆ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے وعدہ فرمایا تھا کہ "میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا" سو اُس نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ آج جماعت احمدیہ دُنیا کے 204 ممالک میں پھیل چکی ہے۔ پوری دنیا سے لوگ اسلام احمدیت میں داخل ہو رہے ہیں۔ ہماری زمین پھیل رہی ہے اور مخالفین کی زمین تنگ ہو رہی ہے۔ قارئین خود فیصلہ فرمالیں کون سچّا ہے اور کون جھوٹا؟

☆ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جھوٹے تھے تو آپ کو اور آپ کی جماعت کو چاہئے تھا کہ اللہ تعالیٰ تباہ کر کے رکھ دیتا لیکن سو سال سے وہ مسلسل جماعت کی تائید و نصرت کرتا چلا آ رہا ہے۔ سینکڑوں نام ایسے گنوائے جا سکتے ہیں جو تباہ کرنے اُٹھے مگر خود تباہ ہو گئے۔ قارئین خود فیصلہ کر لیں کون سچا ہے اور کون جھوٹا؟ اگر اللہ کا سلوک ہم سے سچوں والا ہے تو ہمیں سچا ماننا پڑے گا۔

تنگیٔ صفحات کے مدّنظر، قرآن اور حدیث کے منقولی دلائل کو کسی اور وقت کے لئے رکھتے ہوئے صرف چند معقولی دلائل پیش کئے ہیں شاید کسی کے کام آ جائے۔

(منصور احمد مسرور)

اُذْکُرُوْا مَوْتَاکُمْ بِالْخَیْرِ

میری والدہ محترمہ منصورہ بیگم صاحبہ

اہلیہ مولانا بشیر احمد خادم صاحب درویش مرحوم کا ذکر خیر

(مبشر احمد خادم استاذ جامعہ احمدیہ قادیان)

خاکسار کی والدہ مکرمہ منصورہ بیگم صاحبہ اہلیہ مولانا بشیر احمد خادم صاحب درویش مرحوم مؤرخہ 10/01/2014 بروز جمعۃ المبارک 3:30 بجے دوپہر اچانک حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے وفات پا گئیں۔ انّا للہ وانّا الیہ راجعون۔

خاکسار کی والدہ صوبہ اُڈیشہ کی ایک پُرانی جماعت کرڈاپلی سے تعلق رکھتی تھیں۔ یہ سارا گاؤں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے زمانہ میں آغوشِ احمدیت میں آ گیا تھا۔ والدہ صاحبہ کا پورا خاندان احمدی ہے۔ اور سب جماعت اور خلافت اور مرکزِ احمدیت سے محبت کرنے والے ہیں۔

والدہ صاحبہ کی پہلی شادی اپنے ماموں زاد بھائی سے پنکال میں ہوئی تھی۔ جن سے تین لڑکیاں ہیں۔ پہلے خاوند کی وفات کے بعد 1980ء میں والدہ صاحبہ کی شادی خاکسار کے والد محترم مولانا بشیر احمد خادم صاحب سے ہوئی۔ شادی سے قبل والد صاحب نے ایک خواب دیکھی تھی جس میں آپ کو اس رشتہ کے کامیاب اور بہتر ہونے نیز خادم دین اولاد ہونے کی بشارت دی گئی تھی۔

والدہ صاحبہ نہایت سادہ، منکسر المزاج، غریب پرور، رحم دل، ہمدرد، عبادت گزار، خدا ترس اور متقی اور صابر عورت تھیں۔ ہر ابتلاء اور آزمائش کو صبر اور دُعاؤں کے ساتھ برداشت کیا۔ والد صاحب کی وفات نیز اپنے دو بچوں کی وفات اور پھر اپنی وفات سے ایک ماہ قبل جوان بھائی اور بھانجے کی وفات کی خبر پر اس صدمہ کو نہایت صبر کے ساتھ برداشت کیا۔ والدہ صاحبہ نہایت دُعا گو صاحبِ کشف و رؤیا بزرگ خاتون تھیں۔

مہمان نوازی کی صفت آپ کے اندر انتہائی اعلیٰ درجہ کی تھی۔ جلسہ سالانہ پر آنے والے مہمانان کی بہت خدمت کرتی تھیں۔ دوپہر کے وقت چولہا جلا کر بڑی بڑی ہانڈیوں میں کھانا بناتیں اور جلسہ کے دوران جو وقفہ ہوتا ہے اس وقفے میں کثرت کے ساتھ مہمان دوپہر کا کھانا کھانے آتے اور آپ سب کو کھانا کھلاتیں۔ ان کے دُکھ سُکھ سنتیں، دُعائیں دیتیں اور خوش ہوتی تھیں۔ 2005ء میں والدہ صاحبہ کے گھر میں 100 سے زائد مہمان ٹھہرے۔ والدہ صاحبہ ان دنوں بہت بیمار تھیں۔ جوڑوں کے درد کی شکایت تھی، لیکن اپنی چارپائی بھی مہمانوں کو دے دی اور خود زمین پر سوئیں۔ نتیجۃً شدید بیمار ہو گئیں اور ان کو ہسپتال میں داخل کرانا پڑا لیکن وہاں بھی مہمانوں کی پریشانی کی انہیں فکر رہی اور جس دن سیدنا حضور انور کی قادیان سے واپسی تھی، ڈاکٹر صاحب سے ضد کر کے گھر واپس آئیں اور گھر کے باہر کُرسی لگا کر بیٹھیں اور حضور انور کو نم آنکھوں اور دُعاؤں کے ساتھ رُخصت کیا۔ 2005ء میں جب جلسہ سالانہ کے موقعہ پر کثرت کے ساتھ مہمان آئے تو مہمانوں کی ضروریات کے لئے پیسوں کی قلت محسوس ہوئی،

(باقی صفحہ ۳۴ پر ملاحظہ فرمائیں)

Study Abroad
10 Years Quality Service
بیرون ممالک میں اعلیٰ پڑھائی کرنے کیلئے رابطہ کریں
CMD : Naved Saigal
Website : www.prosperoverseas.com
Email : info@prosperoverseas.com
National helpline : 9885560884

حاصل مطالعہ:

اللہ تعالیٰ کے وعدہ "اِنِّیْ مُهِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِهَانَتَكَ" کے پورا ہونے کا ایک عبرتناک، دلچسپ اور ایمان افروز واقعہ

حفیظ احمد الہ دین۔مینیجر اخبار بدر قادیان

ہمارے ساتھ خدا ہے جو اُن کے ساتھ نہیں

۱۰؍اگست ۱۸۹۷ء کو صبح ۸، ۹ بجے کے درمیان حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام پادری ہنری مارٹن کلارک کے مقدمہ قتل کے سلسلہ میں بٹالہ تشریف لے گئے۔ بٹالہ میں خدام نے انارکلی کے موڑ پر استقبال کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بتایا گیا کہ عیسائیوں کے ساتھ آریہ بھی مل گئے ہیں اور مولوی محمد حسین بٹالوی بھی ان کے ساتھ ہیں حضورؑ نے فرمایا ہمارے ساتھ خدا ہے جو اُن کے ساتھ نہیں۔

حضورؑ کے لئے عدالت میں کرسی بچھائی گئی

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی عدالت میں تشریف آوری کے وقت کا واقعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں ہی ملاحظہ فرمائیں :

"اگست ۱۰ تاریخ کو مولوی محمد حسین صاحب موحدین کے ایڈووکیٹ اس تماشے کے دیکھنے کے لئے کچہری میں آئے تھے تا اس بندہ درگاہ کو ہتھکڑی پڑی ہوئی اور کانسٹیبلوں کے ہاتھ میں گرفتار دیکھیں اور دشمن کی ذلت کو دیکھ کر خوشیاں مناویں۔ لیکن یہ بات ان کو نصیب نہ ہوسکی بلکہ ایک رنج دِہ نظارہ دیکھنا پڑا۔ اور وہ یہ کہ جب میں صاحب مجسٹریٹ ضلع کی کچہری میں حاضر ہوا تو وہ نرمی اور اعزاز سے پیش آئے اور اپنے قریب میری کرسی بچھوادی اور نرم الفاظ سے مجھ کو کہا کہ گو ڈاکٹر کلارک آپ پر اقدام قتل کا الزام لگاتا ہے مگر میں نہیں لگاتا۔"

مولوی محمد حسین پادری کیطرف سے بطور گواہ پیش ہوئے

۱۳؍اگست ۱۸۹۷ء کا دن بھی بڑے معرکے کا دن تھا۔ اسی دن عیسائیوں کے آلہ کار ابوسعید مولوی محمد حسین بٹالوی کی شہادت تھی۔ مولوی محمد حسین پر اس دن کیا گزری؟ اور کس طرح خدا نے ان کی ذلت و رسوائی کا سامان کیا اس کی کیفیت ظاہر کرنے کے لئے ڈپٹی کمشنر گورداسپور کے ایک (غیر احمدی) مسل خواں راجہ غلام حیدر خاں صاحب ساکن راولپنڈی کا مفصل اور نہایت اہم بیان درج کیا جاتا ہے جو موصوف نے اپنی مرض الموت میں خود لکھوا کر جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مؤلف "مجدد اعظم" کو بھجوایا۔ اس بیان سے عیسائیوں اور مولوی محمد حسین بٹالوی کی آمیزش پر بھی واضح روشنی پڑتی ہے۔ راجہ صاحب لکھتے ہیں :

میں ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک والے مقدمہ کے زمانہ میں ڈپٹی کمشنر صاحب گورداسپور کا ریڈر (مسلخواں) تھا۔ میں پانچ یا چھ روز کی رخصت پر اپنے گھر راولپنڈی گیا ہوا تھا۔ رخصت سے واپسی پر جب میں امرتسر پہنچا اور سیکنڈ کلاس کے ڈبہ میں بہ امید روانگی بیٹھا ہوا تھا۔ دو یورپین صاحبان جن میں سے ایک ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک خود تھا، اسی ڈبہ میں تشریف لائے۔ اتنے میں مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب بھی آگئے اور وہ اسی سیٹ پر جہاں میں بیٹھا تھا بیٹھ گئے۔ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک میرے زمانہ ایام ملازمت ضلع سیالکوٹ کے واقف تھے اور مولوی محمد حسین صاحب سے بھی اچھی واقفیت تھی اس واسطے ایک دوسرے سے باتیں شروع ہوگئیں۔ تب مجھے معلوم ہوا کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی بھی ڈاکٹر صاحب موصوف کے ہم سفر ہیں۔ بلکہ ان کا ٹکٹ بھی ڈاکٹر صاحب نے خریدا ہے۔ پھر ڈاکٹر صاحب موصوف نے بوجہ دیرینہ ملاقات کے مجھ سے دریافت فرمایا کہ آپ تو ضلع سیالکوٹ میں سررشتہ دار تھے اب کہاں ہیں؟ میں نے ان کو جواب دیا کہ میں ضلع گورداسپور کے ڈپٹی کمشنر صاحب کا ریڈر ہوں تب انہوں نے فرمایا کہ "اوہو، تب تو شیطان کا سر کچلنے کے لئے آپ بہت کارآمد ہوں گے" چونکہ میں تینوں صاحبان سے واقف تھا اس لئے فوراً سمجھ گیا کہ ڈاکٹر صاحب کا اشارہ کس طرف ہے۔ میں نے سرسری طور پر جواب دیا کہ "واقعی ہر ایک نیک انسان کا کام ہے کہ وہ شیطان کا سر کچلے مگر مجھے معلوم نہیں ہوا کہ آپ کا یہ کہنے سے مطلب کیا ہے" تب ڈاکٹر صاحب موصوف نے مرزا صاحب کا نام لے کر کہا کہ "وہ بڑا بھاری شیطان ہے جس کا سر کچلنے کے ہم اور یہ مولوی صاحب درپے ہیں۔ آپ اقرار کریں کہ آپ ہمیں مدد دیں گے" چونکہ میں اس گفتگو کو طول دینا پسند نہیں کرتا تھا، میں نے صرف اتنا کہدیا کہ مجھے معلوم ہے کہ آپ کا اور مرزا صاحب قادیانی کا مقابلہ ہے اور مقدمہ عدالت میں دائر ہے اس لئے میں اس بات سے معافی چاہتا ہوں کہ اس معاملہ میں زیادہ گفتگو کروں۔ جو شیطان ہے اس کا سر خود بخود کچلا جائے گا۔ یاد نہیں پڑتا کہ اس کے بعد اور کوئی گفتگو ہوئی یا نہیں۔ میں بٹالہ اپنی ڈیوٹی پر حاضر ہوگیا کیونکہ ڈپٹی کمشنر صاحب وہیں مقیم تھے۔ دوسرے دن جب صبح سیر کے لئے نکلے مرزا صاحب کے بہت سے متعلقین سے انارکلی (بٹالہ میں عیسائیوں کے گرجے اور مشن کے مکان کا نام) کی سڑک پر مجھ سے ملاقات ہوئی۔ ڈاکٹر کلارک صاحب جس کوٹھی میں ٹھہرے ہوئے تھے وہ سامنے تھی۔ ہم نے دیکھا کہ مولوی محمد حسین صاحب دروازے کے سامنے ڈاکٹر کلارک کے پاس ایک میز پر بیٹھے ہوئے تھے۔ مولوی فضل دین صاحب وکیل مرزا صاحب نے تعجب کے لہجہ میں کہا کہ "دیکھو آج مقدمہ میں مولوی محمد حسین صاحب کی شہادت ہے اور آج بھی یہ شخص ڈاکٹر کلارک کا پیچھا نہیں چھوڑتا" اس کے علاوہ احاطہ بنگلہ میں عبد الحمید جس کی بابت بیان کیا گیا تھا کہ ڈاکٹر مارٹن کلارک کے قتل کرنے کے لئے مرزا صاحب نے اسے تعینات کیا تھا، ایک چارپائی پر بیٹھا ہوا تھا۔ رام بھجدت وکیل آریہ اور پولیس کے چند آدمی اس کے گرد بیٹھے تھے اور یہ بھی دیکھا گیا کہ عبد الحمید کے ہاتھوں پر کچھ نشان کئے جارہے ہیں۔ چنانچہ وکیل حضرت مرزا صاحب نے ان ہر دو واقعات کو نوٹ کرلیا۔ اور جب مقدمہ پیش ہوا تو اوّل عبد الحمید سے وکیل حضرت مرزا صاحب نے سوال کیا کہ وہ احاطہ کوٹھی مارٹن کلارک میں بیٹھا ہوا تھا اور رام بھجدت وکیل اور پولیس والے اس کے پاس تھے۔ اور کیا اس کو مرزا صاحب کے برخلاف جو بیان دینا تھا اس کے لئے کچھ باتیں تلقین کر رہے تھے اور کچھ نشان اس کے ہاتھوں پر کر رہے تھے اس وقت عبد الحمید سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ اس نے رام بھجدت وغیرہ کی موجودگی کو تسلیم کیا اور جب اس کے ہاتھ دیکھے گئے تو بہت سے نشانات نیلے اور سرخ پنسل کے پائے گئے جو خدا جانے کن کن امور کے لئے اس کے ہاتھ پر بطور یادداشت بنائے گئے تھے۔

مولوی محمد حسین کو مانگنے پر بھی کرسی نہیں ملی

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی شہادت سے قبل مولانا مولوی نور الدین صاحب کی شہادت ہوئی ان کی سادہ ہیئت یعنی ڈھیلی ڈھالی سی بندھی ہوئی پگڑی اور کرتے کا گریبان کھلا اور شہادت ادا کرنے کا طریق نہایت صاف اور سیدھا سادھا ایسا مؤثر تھا کہ خود ڈپٹی کمشنر بہت متاثر ہوئے اور کہا کہ "خدا کی قسم اگر یہ شخص کہے کہ میں مسیح موعود ہوں تو میں پہلا شخص ہوں گا جو اس پر پورا پورا غور کرنے کے لئے تیار ہوں گا" مولوی نورالدین صاحب نے عدالت سے دریافت کیا کہ "مجھے باہر جانے کی اجازت ہے یا اسی جگہ کمرہ کے اندر رہوں" ڈگلس صاحب ڈپٹی کمشنر نے کہا کہ "مولوی صاحب! آپ کو اجازت ہے جہاں آپ کا جی چاہے جائیں" ان کے بعد شیخ رحمت اللہ صاحب کی شہادت ہوئی ...... اور ان کے بعد مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی شہادت کے لئے کمرہ میں داخل ہوئے اور دائیں بائیں دیکھا تو کوئی کرسی فالتو پڑی ہوئی نظر نہ آئی۔

مولوی صاحب کے منہ سے پہلا لفظ جونکلا وہ یہ تھا کہ ”حضور کرسی“ ڈپٹی کمشنر صاحب نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ ”کیا مولوی صاحب کو حکام کے سامنے کرسی ملتی ہے“ میں نے کرسی نشینوں کی فہرست صاحب کے سامنے پیش کردی اور کہا کہ اس میں مولوی محمد حسین صاحب یا ان کے والد بزرگوار کا نام تو درج نہیں۔لیکن جب کبھی حکام سے ملنے کا اتفاق ہوتا ہے تو بوجہ عالم دین یا ایک جماعت کا لیڈر ہونے کے وہ انہیں کرسی دے دیا کرتے ہیں۔ اس پر صاحب ڈپٹی کمشنر نے مولوی صاحب کو کہا کہ ”آپ کوئی سرکاری طور پر کرسی نشین نہیں ہیں۔آپ سیدھے کھڑے ہوجائیں اور شہادت دیں“ تب مولوی صاحب نے کہا کہ ”میں جب کبھی لاٹ صاحب کے حضور میں جاتا ہوں تو مجھے کرسی پر بٹھایا جاتا ہے۔ میں اہلحدیث کا سرغنہ ہوں“ تب صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نے گرم الفاظ میں ڈانٹا اور کہا کہ ”نج طور پر اگر لاٹ صاحب نے تم کو کرسی پر بٹھایا تو اس کے یہ معنے نہیں کہ عدالت میں بھی تمہیں کرسی دی جائے“ خیر جب شہادت شروع ہوئی تو مولوی صاحب نے جس قدر الزامات کسی شخص کی نسبت لگائے جاسکتے ہیں مرزا صاحب پر لگائے لیکن جب مولوی فضل دین صاحب وکیل حضرت مرزا صاحب نے جرح میں مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب سے معافی مانگ کر اس قسم کا سوال کیا جس سے ان کی شرافت یا کیریکٹر پر دھبہ لگتا تھا تو سب حاضرین نے متعجبانہ طور پر دیکھا کہ جناب مرزا صاحب اپنی کرسی سے اُٹھے اور مولوی فضل دین صاحب کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور فرمایا کہ میری طرف سے اس قسم کا سوال کرنے کی نہ تو ہدایت ہے اور نہ اجازت ہے آپ اپنی ذمہ داری پر باجازت عدالت اگر پوچھنا چاہیں تو آپ کو اختیار ہے۔“ قدرتی طور پر صاحب ڈپٹی بہادر کو دلچسپی ہوئی اور انہوں نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ کیا اس سوال کی بابت تم کو کچھ حال معلوم ہے میں نے نفی میں جواب دیا۔مگر کہا کہ اگر آپ معلوم کرنا چاہتے ہیں تو جب آپ لنچ کے لئے اٹھیں گے تو میں معلوم کرنے کی کوشش کروں گا۔ چنانچہ جب نماز ظہر کا وقت ہوا تو صاحب ڈپٹی کمشنر لنچ کے لئے اٹھ گئے۔ تو میں نے شیخ رحمت اللہ صاحب کی معرفت حضرت مرزا صاحب سے دریافت کروایا کہ کیا ماجرا ہے حضرت مرزا صاحب نے نہایت افسوس کے ساتھ شیخ رحمت اللہ صاحب کو بتایا کہ مولوی محمد حسین صاحب کے والد کا ایک خط ہمارے قبضہ میں ہے جس میں کچھ نکاح کے حالات اور مولوی محمد حسین صاحب کی بدسلوکیوں کے قصے ہیں جو نہایت قابل اعتراض ہیں مگر ساتھ ہی حضرت مرزا صاحب نے فرمایا کہ ہم ہرگز نہیں چاہتے کہ اس قصہ کا ذکر مسل پر لایا جاوے یا ڈپٹی کمشنر صاحب اس سے متاثر ہوکر کوئی رائے قائم کریں“ میں نے شیخ رحمت اللہ صاحب سے سنکر لنچ والے کمرہ میں جاکر ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک کے روبرو جو ڈپٹی کمشنر صاحب کے ساتھ لنچ میں شامل تھے ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر کو یہ ماجرا سنادیا اس پر خود ڈاکٹر مارٹن ہنری کلارک بہت ہنسے۔ صاحب ڈپٹی کمشنر نے کہا ”یہ امر تو ہمارے اختیار میں ہے کہ ہم اس ماجرے کو قلمبند نہ کریں مگر یہ بات ہمارے اختیار سے باہر ہے کہ ہمارے دل پر اثر نہ ہو“

مولوی محمد حسین کا جھوٹ

لنچ کے بعد جب مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب دوبارہ جرح کے لئے عدالت میں پیش ہوئے تو مولوی فضل دین صاحب وکیل نے ان سے سوال کیا کہ آپ آج ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک صاحب کی کوٹھی پر ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے؟ تو انہوں نے صاف انکار کردیا۔جس پر بے ساختہ مَیں چونک پڑا۔ ڈپٹی کمشنر صاحب نے مجھ سے اس چونکنے کی وجہ پوچھی تو میں نے ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک کی طرف اشارہ کیا صاحب بہادر نے ڈاکٹر کلارک سے دریافت کیا تو انہوں نے صاف اقرار کیا کہ ”ہاں میرے پاس بیٹھے ہوئے اس مقدمہ کی گفتگو کررہے تھے“

مولوی محمد حسین کا دوسرا جھوٹ اور ذلّت کی انتہا

پھر مولوی فضل الدین صاحب وکیل نے پوچھا کہ ”آپ ان دنوں امرتسر سے بٹالہ تک ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک کے ہم سفر تھے ؟اور آپ کا ٹکٹ بھی ڈاکٹر صاحب نے خرید کیا تھا ؟ تو مولوی محمد حسین صاحب صاف منکر ہوگئے ۔بعض وقت انسان اپنے خیالات کا اظہار بلند آواز سے کرگزرتا ہے۔یہی حال اس وقت میرا بھی ہوا۔میرے منہ سے بے ساختہ نکلا کہ ”یہ تو بالکل جھوٹ ہے“ تب ڈاکٹر مارٹن کلارک صاحب سے ڈپٹی کمشنر صاحب نے پھر پوچھا تو انہوں نے اقرار کیا کہ ”مولوی صاحب میرے ہمسفر تھے اور ان کا ٹکٹ بھی میں نے ہی خریدا تھا“ اس پر صاحب ڈپٹی کمشنر حیران ہوگئے ۔آخر انہوں نے یہ نوٹ مولوی محمد حسین صاحب کی شہادت کے آخر لکھا کہ ”گواہ کو مرزا صاحب سے عداوت ہے جس کی وجہ سے اس نے مرزا صاحب کے خلاف بیان دینے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اس لئے مزید شہادت لینے کی ضرورت نہیں“

مُرید نے مولوی محمد حسین کے نیچے سے کپڑا کھینچ لیا

مولوی محمد حسین صاحب شہادت کے بعد کمرہ عدالت سے باہر نکلے تو برآمدہ میں ایک آرام کرسی پڑی تھی اس پر بیٹھ گئے۔کانسٹیبل نے وہاں سے انہیں اٹھادیا کہ کپتان صاحب پولیس کا حکم نہیں ہے۔ پھر مولوی صاحب موصوف ایک بچھے ہوئے کپڑے پر جابیٹھے جن کا کپڑا تھا انہوں نے یہ کہہ کر کپڑا کھینچ لیا کہ مسلمانوں کا سرغنہ کہلا کر اسطرح صریح جھوٹ بولتا ہے ۔بس ہمارے کپڑے کو ناپاک نہ کیجئے۔تب مولوی نورالدین صاحب نے اٹھ کر مولوی محمد حسین صاحب کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ آپ یہاں ہمارے پاس بیٹھ جائیں۔ ہرایک چیز کی ایک حد ہونی چاہئے ۔مولوی محمد حسین بٹالوی کو چادر سے اٹھانے والے مولوی محمد حسین صاحب (سابق مبلغ کشمیر) کے والد میاں محمد بخش صاحب بٹالوی تھے جو اس وقت نہ صرف احمدی نہیں تھے بلکہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے عقیدت مندوں میں شامل تھے اس دن مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے عدوان رسول سے مل کر شرمناک مظاہرہ کیا تو ان کی دینی غیرت نے یہ گوارا نہ کیا کہ پادریوں کی مدد کرنے والا شخص ان کی چادر پلید کرے۔ (تاریخ احمدیت جلداوّل صفحہ ۶۲۶)

❀❀❀

اِعلان نکاح وشادی خانہ آبادی

میری بھتیجی عزیزہ زینب سلطانہ بنت مکرم ڈاکٹر عبدالباسط جاوید صاحب مرحوم کا نکاح مکرم ادریس الٰہی خان صاحب آف امریکہ ابن مکرم عنایت الٰہی صاحب مرحوم کے ساتھ مورخہ 7 جنوری 2014 کو ہوا۔مکرم ادریس الٰہی خان صاحب مکرم فضلِ الٰہی خان صاحب درویش مرحوم قادیان کے پوتے ہیں۔اسی روز رخصتی بھی عمل میں آئی۔اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو ہرلحاظ سے بابرکت فرمائے۔

(غزالہ پروین ہیڈ مسٹریس نصرت گرلز ہائی سکول قادیان)

مسلم جماعت احمدیہ بھارت کا ٹول فری نمبر
1800 3010 2131

Prop. Md. Mustafa Late Abdul Qadeer Laadji Yadgir (K.A)
09845924940, 09986253320
BHARAT BATTERIES
SHAHPUR-KARNATAKA
Mfrs of: BHARAT BATTERY & BHARAT PLATES
Spl: In: All kinds of Batteries
Opp. Bajaj Show Room, B.B.ROAD, Shahpur- 585 233, Yadgir, Karnataka

گردھاری لال، ملکھی رام سیالکوٹ والے کی پرانی دُوکان
لوتھرا جیولرز قادیان
LUTHRA JEWELLERS
SIGN OF PURITY
Kewal krishan & Karan Luthra
Shivala Chowk, Main Bazar , Qadian
Ph.9888 594 111, 8054 893 264
E-mail: luthrajewellers@live.com
Since 1948

سیرت حضرت مسیح موعودؑ اکرام ضیف کے آئینہ میں

(عبدالہادی مربی سلسلہ)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مہمان نوازی کو بہت پسند فرمایا ہے۔حضرت نبی اکرم ﷺ نے اکرام ضیف کیلئے خاص طور پر ہدایت فرمائی ہے اور اس کو ایمان کے نتائج اور ثمرات میں سے قرار دیا ہے۔چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ یعنی جو شخص خدا تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے۔

اکرام ضیف انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے اور اس کا بہترین نمونہ آنحضرت ﷺ کے اسوہ حسنہ اور آپؐ کے بروز حضرت مسیح موعودؑ میں موجود ہے۔آپؑ اپنے آقا و مطاع سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی کامل اتباع میں مہمان نوازی کے نہایت اعلیٰ معیاروں پر قائم تھے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی مہمان نوازی کے چند واقعات قارئین کی خدمت میں پیش ہیں:

”ایک مرتبہ ایک مہمان نے آکر کہا کہ میرے پاس بستر نہیں ہے۔حضرت صاحب نے حافظ حامد علی کو کہا کہ اس کو لحاف دے دو۔حافظ حامد علی صاحب نے عرض کیا کہ یہ شخص لحاف لے جائے گا۔اس پر حضرتؑ نے فرمایا” اگر لحاف لے جائے گا تو اس کا گناہ ہوگا اور اگر بغیر لحاف کے مر گیا تو ہمارا گناہ ہوگا“۔

(الحکم ۲۱/اپریل ۱۹۱۸)

اس واقعہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شخص بظاہر مشتبہ نظر آتا تھا اور کسی دینی غرض کے لیے بھی آیا ہوا معلوم نہیں ہوتا تھا مگر حضورؑ نے اس کی مہمان نوازی میں کوئی فرق نہیں کیا اور اس کے آرام و آسائش کو اپنے آرام پر مقدم کیا۔

مولوی حسن علی صاحب لکھتے ہیں:

”مجھ کو پان کھانے کی بری عادت تھی۔امرتسر میں تو مجھے پان ملا لیکن بٹالہ میں مجھ کو پان کہیں نہ ملا۔ناچار الائچی وغیرہ کھا کر صبر کیا۔میرے امرتسر کے دوست نے کمال کیا کہ حضرت مرزا صاحب سے نہ معلوم کس وقت میری اس بری عادت کا تذکرہ کردیا جناب مرزا صاحب نے گورداسپور ایک آدمی کو روانہ کیا۔دوسرے دن گیارہ بجے دن کے جب کھانا کھا چکا تو پان موجود پایا۔سولہ کوس سے پان میرے لئے منگوایا گیا تھا“۔

(تائید حق صفحہ ۵۵۔۵۶)

منشی عبدالحق نومسلم کا واقعہ:

منشی عبد الحق صاحب نے الحکم اور حضرت اقدس کی بعض تحریروں کو پڑھ کر حضرت اقدس کی خدمت میں ایک چٹھی لکھی تھی کہ وہ اسلام کی حقانیت کو عملی رنگ میں دیکھنا چاہتے ہیں۔اس پر حضورؑ نے ان کو لکھ بھیجا کہ وہ کم از کم دو ماہ کیلئے قادیان تشریف لے آئیں چنانچہ ایک دن آپ بعد دوپہر قادیان پہنچے۔حضرت اقدس کی طبیعت ان ایام میں ناساز تھی مگر باوجود ناسازی مزاج کے آپ دوسرے مہمانوں اور ان کیلئے باہر تشریف لے آئے اور سیر کو تشریف لے گئے اور تمام راستہ میں تبلیغ کرتے رہے۔جس کے نتیجہ میں یہ مسلمان ہو گئے۔

باوجود طبیعت کی ناسازی کے آپ باہر تشریف لے آئے اور ان کو تبلیغ کی اور آخر میں منشی عبدالحق صاحب کو فرمایا:

”آپ ہمارے مہمان ہیں اور مہمان وہی آرام پاسکتا ہے جو بے تکلف ہو پس آپ کو چاہئے کہ جس چیز کی ضرورت ہو مجھے بلا تکلف کہہ دیں۔“

پھر جماعت کو مخاطب کر کے فرمایا کہ:

”دیکھو یہ ہمارے مہمان ہیں اور تم میں سے ہر ایک کو مناسب ہے کہ ان سے پورے اخلاق سے پیش آوے اور کوشش کرتا رہے کہ ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو“۔

(اخبار الحکم ۳۱ جنوری ۱۹۰۲ صفحہ ۳۔۴)

نیز حضورؑ نے ان کو فرمایا کہ ”آپ مہمان ہیں،آپ کو جس چیز کی تکلیف ہو مجھے بے تکلف کہیں کیونکہ میں تو اندر رہتا ہوں اور نہیں معلوم ہوتا کہ کس کو کیا ضرورت ہے۔آج کل مہمانوں کی کثرت کی وجہ سے بعض اوقات خادم بھی غفلت کر سکتے ہیں۔آپ اگر زبانی کہنا پسند نہ کریں تو مجھے لکھ کر بھیج دیا کریں۔مہمان نوازی تو میرا فرض ہے۔“

(اخبار الحکم ۷ جنوری ۱۹۰۵ صفحہ ۵)

حضورؑ کا یہ طریق تھا کہ آپؑ مہمانوں کے آنے پر لنگر خانہ والوں کو خاص تاکید فرمایا کرتے تھے۔چنانچہ ایک مرتبہ ۱۹۰۳ء کو جب کہ بہت سے مہمان بیرونجات سے آگئے تھے۔میاں نجم الدین صاحب مہتمم لنگر خانہ کو بلا کر فرمایا کہ:

”دیکھو بہت سے مہمان آئے ہیں ان میں سے بعض کو تم شناخت کرتے ہو اور بعض کو نہیں اس لئے مناسب یہ ہے کہ سب کو واجب الاکرام جان کر تواضع کرو۔سردی کا موسم ہے چائے پلاؤ اور تکلیف کسی کو نہ ہو۔تم پر میرا حسن ظن ہے کہ مہمانوں کو آرام دیتے ہو ان سب کی خوب خدمت کرو۔اگر کسی گھر یا مکان میں سردی ہو تو لکڑی یا کوئلہ کا انتظام کرو۔“

ایسا ہی ایک مرتبہ فرمایا:

”لنگر خانہ کے مہتمم کو تاکید کر دی جاوے کہ وہ ہر ایک شخص کی احتیاج کو مدنظر رکھے مگر چونکہ وہ اکیلا آدمی ہے اور کام کی کثرت ہے ممکن ہے کہ اسے خیال نہ رہتا ہو اس لئے کوئی دوسرا شخص یاد دلایا کرے۔کسی کے میلے کپڑے وغیرہ دیکھ کر اس کی تواضع سے دستکش نہ ہونا چاہئے کیونکہ مہمان تو سب یکساں ہی ہوتے ہیں اور جو نئے ناواقف آدمی ہیں تو ہمارا حق ہے کہ ان کی ہر ایک ضرورت کو مدنظر رکھیں۔بعض وقت کسی کو بیت الخلاء کا ہی پتہ نہیں ہوتا تو اسے سخت تکلیف ہوتی ہے۔اس لئے ضروری ہے کہ مہمانوں کی ضروریات کا بڑا خیال رکھا جاوے۔میں تو اکثر بیمار رہتا ہوں۔اس لیے معذور ہوں مگر جن لوگوں کو ایسے کاموں کیلئے قائم مقام کیا ہے یہ ان کا فرض ہے کہ کسی قسم کی شکایت نہ ہونے دیں۔“

(اخبار الحکم ۲۴ نومبر ۱۹۰۴)

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ بیان کرتے ہیں:

”مولوی محمد علی صاحب ایم اے کیلئے خود حضرت اقدسؑ صبح کے وقت گلاس میں دودھ ڈال کر اور پھر اس میں مصری حل کر کے خاص اہتمام سے بھجوایا کرتے۔“

(سیرۃ المہدی حصہ دوم صفحہ ۳۷۷)

حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ بیان کرتے ہیں:

ایک بار میں قادیان سے جانے لگا۔حضرت مسیح موعودؑ نے اجازت دی اور پھر روکا۔آپ دودھ کا گلاس لائے اور فرمایا پی لیں۔اتنے میں شیخ رحمت اللہ صاحب بھی آگئے۔ان کے لئے بھی حضور دودھ لائے اور پھر نہر تک ہمیں چھوڑنے کے لئے آئے۔

حافظ نبی بخش صاحبؓ بیان کرتے ہیں:

”ایک دفعہ میں قادیان آیا تو ان ایام میں ایک چھوٹی چارپائی بیت الفکر میں موجود رہتی تھی اور کمرہ میں قہوہ تیار رہتا اور پاس ہی مصری موجود ہوتی تھی۔میں جتنی دفعہ دن میں چاہتا قہوہ پی لیتا۔حضورؑ فرماتے ”اور پیو اور پیو۔“ (سیرۃ المہدی حصہ سوم صفحہ ۵۴۴)

حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ کپورتھلوی سے روایت ہے:

”میں قادیان میں مسجد مبارک کے ساتھ والے کمرے میں ٹھہرا کرتا تھا۔ایک بار میں تحریر کر رہا تھا کہ حضرت اقدسؑ تشریف لائے اور فرمایا کہ آپ دال روٹی کھا رہے ہیں؟ اسی وقت آپؑ نے منتظم کو بلایا اور فرمایا کہ ہمارے یہاں جتنے بھی احباب ہیں ہر ایک سے معلوم کرو کہ ان کو سحری میں کیا کیا پسند ہے اور ویسا ہی کھانا ان کیلئے تیار کیا جائے۔“

حضرت سیٹھ غلام نبی صاحبؓ نے بیان فرمایا:

”جب میں پہلے پہل قادیان گیا۔حضرت مسیح موعودؑ سے ملاقات کرنے...... میں نے جاکر السلام علیکم عرض کیا۔حضرت صاحب نے سلام کا جواب دیا اور مصافحہ کر کے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ...... حضرت جی نے صندوق کھولا اور مصری نکال کر گلاس میں ڈالی اور پانی

ڈال کر قلم سے ہلا کر آپ نے دستِ مبارک سے یہ شربت کا گلاس مجھے دیا اور فرمایا کہ آپ گرمی میں آئے ہیں یہ شربت پی لیں۔''

(سیرۃ المہدی حصہ سوم صفحہ ۸۶۸)

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ فرماتے ہیں:

''جب میں قادیان سے لاہور لوٹا کرتا تو حضرت مسیح موعودؑ سفر میں ساتھ لے جانے کیلئے کھانا بھجواتے تھے۔ ایک بار جب میں قادیان سے لوٹنے لگا تو حضورؑ نے میرے لئے کھانا منگوایا۔ خادم یونہی کھلا کھانا لے آیا۔ اس پر حضورؑ نے اپنی پگڑی کے ایک کنارے کا ٹکڑا پھاڑا اور اس میں کھانا باندھ دیا۔''

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ بیان کرتے ہیں:

''اوائل میں حضرت مسیح موعودؑ مدتوں دونوں وقت کا کھانا مہمانوں کے ہمراہ باہر کھایا کرتے تھے۔ کبھی مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم کھانا کھاتے ہوئے کہتے کہ اس وقت اچار کو دل چاہتا ہے اور کسی ملازم کی طرف اشارہ کرتے تو حضور فوراً دستر خوان سے اُٹھ کر بیت الفکر کی کھڑکی میں سے اندر چلے جاتے اور اچار لے آتے۔''

(سیرۃ المہدی حصہ سوم صفحہ ۷۹۹)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں:

''ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ نے چند مہمانوں کی دعوت کی اور ان کے واسطے گھر میں کھانا تیار کروایا۔ مگر عین جس وقت کھانے کا وقت آیا اتنے ہی اور مہمان آ گئے اور مسجد مبارک مہمانوں سے بھر گئی۔ حضرت صاحبؑ نے اندر کہلا بھیجا کہ اور مہمان آ گئے ہیں۔ کھانا زیادہ بھجواؤ۔ اس پر بیوی صاحبہ نے حضرت صاحبؑ کو اندر بلوا بھیجا اور کہا کہ کھانا تو تھوڑا ہے صرف چند مہمانوں کے مطابق پکایا گیا تھا جن کے واسطے آپ نے کہا تھا مگر شاید باقی کھانے کا تو کچھ کھینچ تان کر انتظام ہو سکے گا لیکن زردہ تو بہت ہی تھوڑا ہے اس کا کیا کیا جاوے۔ میرا خیال ہے کہ زردہ بھجواتی ہی نہیں صرف باقی کھانا نکال دیتی ہوں۔ حضرت صاحب نے فرمایا نہیں یہ مناسب نہیں تم زردہ کا برتن میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ حضرت صاحب نے اس برتن پر رومال ڈھانک دیا اور پھر رومال کے نیچے اپنا ہاتھ گزار کر اپنی انگلیاں زردہ میں داخل کر دیں اور پھر کہا اب تم سب کے واسطے کھانا نکالو خدا برکت دے گا۔ چنانچہ زردہ سب کے واسطے آیا اور سب نے سیر ہو کر کھایا۔''

(الفضل انٹرنیشنل ۲۳،۲۹ جولائی ۱۹۹۹)

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ بیان کرتے ہیں:

''ایک دفعہ لاہور سے کچھ احباب رمضان میں قادیان آئے۔ حضرت صاحب کو اطلاع ہوئی تو آپ مع کچھ ناشتہ ان سے ملنے کیلئے مسجد میں تشریف لائے۔ ان دوستوں نے عرض کیا کہ ہم سب روزے سے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا سفر میں روزہ ٹھیک نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رخصت پر عمل کرنا چاہئے۔ چنانچہ ان کو ناشتہ کروا کے ان کے روزے تڑوا دیئے۔''

(سیرۃ المہدی حصہ دوم صفحہ ۳۷۸)

حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ سے روایت ہے:

ایک بار جلسہ سالانہ میں بہت سے احباب آئے جن کے پاس لحاف بچھونا وغیرہ نہ تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اس موقع پر اپنا لحاف بچھونا بھی کسی مہمان کیلئے دے دیا۔ آپؑ نے فرمایا مہمانوں کو تکلیف نہیں ہونی چاہئے اور ہمارا کیا ہے رات گزر جائے گی۔ پھر میں نے کسی صحابی سے لحاف بچھونا لیا اور حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپؑ نے فرمایا کہ کسی اور کو دے دو مجھے تو اکثر نیند بھی نہیں آتی۔ حضرت منشی ظفر احمد صاحب فرماتے ہیں۔ میرے اصرار کرنے کے باوجود آپؑ نہ مانے اور فرمانے لگے کسی مہمان کو دے دو۔

حضرت مسیح موعودؑ کی بے لوث مہمان نوازی کے اپنے اور بیگانے سبھی قائل تھے۔ مہمان کے ساتھ آپؑ کا سلوک کچھ ایسا منفرد اور مہربان قسم کا ہوتا کہ وہ بار بار آپؑ کے پاس آنے کی خواہش کرتا۔ آپ نے ایک بار مہمانوں کی خاطر داری پر زور دیتے ہوئے ایک بڑا دلچسپ اور سبق آموز قصہ سنایا۔ فرمایا:

''ایک دفعہ ایک شخص کو جنگل سے گزرتے رات پڑ گئی اور وہ ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا۔ سردی کا موسم تھا، نہ کھانے کو کچھ، نہ جسم گرم کرنے کو آگ تھی۔ درخت کے اوپر دو نر اور مادہ پرندوں نے گھونسلا بنایا ہوا تھا۔ انہوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ یہ شخص آج ہمارا مہمان ہے۔ اسے آرام پہنچانا چاہئے۔ انہوں نے اپنا گھونسلا نیچے گرا دیا تا کہ وہ آگ جلا سکے۔ اس کے بعد انہوں نے سوچا کہ اسے بھوک لگی ہوئی ہوگی تو انہوں نے اپنے آپ کو نیچے گرا دیا تا کہ وہ ان دونوں کو بھون کر کھا سکے''

آپؑ فرماتے ہیں کہ ''دیکھو ان پرندوں نے اپنا سامان بھی دے دیا اور اپنی جانیں بھی قربان کر دیں تا کہ اپنے مہمان کو آرام پہنچاویں اسی طرح ہم کو بھی اپنے مہمان کی خاطر کرنی چاہئے۔'' (الحکم ۱۴ نومبر ۱۹۳۶)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں:

''سیٹھی غلام نبی صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ میں حضرت اقدسؑ کی ملاقات کیلئے قادیان آیا۔ سردی کا موسم تھا اور کچھ بارش ہو رہی تھی۔ میں شام کے وقت قادیان پہنچا تھا۔ رات کو جب میں کھانا کھا کر لیٹ گیا اور کافی رات گزر گئی اور قریباً بارہ بجے کا وقت ہو گیا تو کسی نے میرے کمرے کے دروازہ پر دستک دی۔ میں نے اُٹھ کر دروازہ کھولا تو حضرت اقدسؑ کھڑے تھے۔ ایک ہاتھ میں گرم دودھ کا گلاس تھا اور دوسرے ہاتھ میں لالٹین تھی۔ میں حضرت صاحبؑ کو دیکھ کر گھبرا گیا مگر آپ نے بڑی شفقت سے فرمایا کہیں سے دودھ آ گیا تھا میں نے کہا کہ آپ کو دے آؤں۔ آپ یہ دودھ پی لیں۔ آپ کو شاید دودھ کی عادت ہوگی۔ اس لئے یہ دودھ آپ کے لئے لایا ہوں..... میری آنکھوں میں آنسو امڈ آئے کہ سبحان اللہ کیا اخلاق ہیں۔ یہ خدا کا برگزیدہ ادنیٰ خادموں تک کی خدمت اور دلداری میں کتنی لذت پاتا اور کتنی تکلیف اٹھاتا ہے!!''

(بحوالہ الفضل انٹرنیشنل ۲۳،۲۹ جولائی ۱۹۹۹)

ایک اور جگہ پر حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ بیان فرماتے ہیں:

''حضرت والدہ صاحبہؓ نے ایک واقعہ بیان کیا کہ ایک دفعہ کوئی شخص حضرت صاحبؑ کے واسطے ایک مرغ لایا۔ میں نے حضرت صاحب کے واسطے پلاؤ تیار کروایا تھا مگر اسی دن اتفاق ایسا ہوا کہ نواب صاحب نے اپنے گھر میں دھونی دلوائی اور نواب صاحب کے بیوی بچے بھی ادھر ہمارے گھر آ گئے اور حضرت صاحبؑ نے فرمایا کہ ان کو بھی کھانا کھلاؤ۔ میں نے کہا کہ چاول تو بالکل ہی تھوڑے ہیں صرف آپ کے واسطے تیار کروائے تھے۔ حضرت صاحبؑ نے فرمایا چاول کہاں ہیں۔ پھر حضرت صاحبؑ نے چاولوں کے پاس آ کر ان پر دم کیا اور کہا اب تقسیم کر دو۔ والدہ صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ ان چاولوں میں ایسی برکت ہوئی کہ نواب صاحب کے سارے گھر نے کھائے اور پھر بڑے مولوی صاحب (یعنی مولوی نور الدین صاحبؓ) اور مولوی عبد الکریم صاحبؓ کو بھی بھجوائے گئے۔ اور قادیان میں اور بھی کئی لوگوں کو دیئے گئے اور چونکہ وہ برکت والے چاول مشہور ہو گئے تھے اس لئے کئی لوگوں نے آ آ کر ہم سے مانگے اور ہم نے تھوڑے تھوڑے تقسیم کئے اور وہ سب کے لئے کافی ہو گئے۔''

(بحوالہ الفضل انٹرنیشنل ۲۳،۲۹ جولائی ۱۹۹۹)

حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ کپورتھلوی روایت کرتے ہیں:

''ایک بار آسام سے دو غیر احمدی مہمان

ADEEBA APPAREL'S

Contact for all types Manufacturing of
SUITS & SHERWANI
House No. 1164, Gali Samosaan
Farash Khana Delhi- 110006
Tanveer Akhtar 08010090714,
Rahmat Eilahi 09990492230

Manufacturers of All Kinds of Gold and Silver Ornaments

خالص سونے اور چاندی کے اعلیٰ زیورات کا مرکز

الیس اللّٰہ بکافٍ عبدہٗ کی دیدہ زیب انگوٹھیاں اور لاکٹ وغیرہ احمدی احباب کیلئے خاص

نونیت جیولرز

NAVNEET JEWELLERS

Main Bazar Qadian

حضرت مسیح موعودؑ سے ملاقات کرنے قادیان آئے۔ مہمان خانے پہنچ کر انہوں نے خادموں کو اپنا سامان اتارنے اور چارپائی بچھانے کو کہا لیکن خادموں نے فوراً ان مہمانوں کی طرف کوئی خاص توجہ نہ دی۔ مہمانوں کو اس بات کا برا لگا اور وہ اسی وقت بٹالہ روانہ ہوگئے۔ حضورؑ کو اس بات کا علم ہوا تو فوراً ان مہمانوں کے پیچھے پیچھے بٹالہ چل پڑے کچھ خدام بھی حضورؑ کے ساتھ ہو لئے۔ حضور اس وقت اتنی تیزی سے ان مہمانوں کے پیچھے گئے کہ قادیان سے اڑھائی میل پر ہی انہیں جالیا اور بڑی محبت سے معذرت کی اور اصرار کرکے ان مہمانوں کو اپنے ساتھ واپس قادیان لے آئے۔ مہمان خانہ پہنچ کر حضورؑ نے ان مہمانوں کا سامان اتارنے کیلئے ہاتھ آگے بڑھایا مگر خدام نے آگے بڑھ کر سامان اتار لیا۔ پھر حضرت اقدسؑ ان مہمانوں کے پاس بیٹھ گئے اور ان سے بڑی شفقت و دلداری کی باتیں کرتے رہے۔ دوسرے دن جب مہمان لوٹنے لگے تو حضورؑ نے ان کیلئے دودھ منگوایا۔ پھر دو اڑھائی میل پیدل چل کر بٹالہ کے راستے والی نہر تک ان مہمانوں کو چھوڑنے گئے اور پھر اپنے سامنے یکے پر سوار کرا کے واپس تشریف لائے۔

خواجہ عبد الرحمن صاحبؓ ساکن کشمیر بیان فرماتے ہیں:

''حضرت مسیح موعودؑ باہر ایک ہی دستر خوان پر جملہ اصحاب کے ساتھ مل کر کھانا تناول فرماتے تھے۔ اس صورت میں کشمیری اصحاب کو بھی اسی مقدار میں کھانا ملتا تھا جتنا کہ دیگر اصحاب کو۔ اس پر ایک دن حضرت مسیح موعودؑ نے کھانے کے منتظم کو حکم دیا کہ کشمیر کے لوگ زیادہ کھانے کے عادی ہوتے ہیں ان کو بہت کھانا دیا کرو اس پر ہم کو زیادہ کھانا ملنے لگا۔''

(سیرۃ المہدی حصہ سوم صفحہ ۸۲۴)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مہمان نوازی کی عام خصوصیات

۱۔ آپؑ مہمان کے آنے سے بہت خوش ہوتے تھے اور آپ کی انتہائی کوشش ہوتی تھی کہ مہمان کو ہر ممکن آرام پہنچے۔ آپ نے خدام لنگر خانہ کو ہدایت کی ہوئی تھی کہ فوراً آپ کو اطلاع دی جائے اور یہ بھی ہدایت تھی کہ جس ملک اور مذاق کا مہمان ہو اس کیلئے اسی قسم کا کھانا تیار کیا جاوے مثلاً اگر کوئی مدراسی، بنگالی یا کشمیری آگیا ہے تو ان کیلئے چاول تیار ہوتے تھے ایسے موقعہ پر آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر ان کی صحت ہی درست نہ رہی تو وہ دین کیا سیکھیں گے۔

ایک مرتبہ حیدرآباد دکن سے سید محمد رضوی صاحب کچھ لوگوں کو ساتھ لیکر آئے۔ آپؑ نے خاص طور پر حکم دیا کہ ان کے لئے مختلف قسم کے کھٹے سالن تیار ہوا کریں تاکہ ان کو تکلیف نہ ہو۔ ایسا ہی چاول کھانے والوں کیلئے چاول کا انتظام کرواتے تھے۔

۲۔ یہ امر بھی آپ کی مہمان نوازی کے عام اصولوں میں داخل تھا کہ جس وقت کوئی مہمان آتا تھا اس وقت اس کے لئے موسم کے لحاظ سے چائے لسی یا شربت مہیا کرتے اور اس کے بعد کھانے کا فوری انتظام ہوتا تھا۔ اور اگر جلد تیار نہ ہو سکتا ہو یا موجود نہ ہو تو دودھ ڈبل روٹی یا اور نرم غذا فوراً موجود کی جاتی۔

۳۔ تیسری خصوصیت یہ تھی کہ آپ مہمان کے جلدی جانے سے خوش نہ ہوتے تھے بلکہ آپ کی خواہش یہ ہوتی تھی کہ زیادہ سے زیادہ دیر تک رہے تاکہ پورے طور پر اس کے سفر کا مقصد پورا ہو۔

۴۔ آپ کی مہمان نوازی کی چوتھی خصوصیت یہ تھی کہ آپ مہمان کے ساتھ تکلف کا برتاؤ نہیں کرتے تھے بلکہ آپ اس سے بالکل بے تکلفانہ برتاؤ کرتے تھے۔ اور وہ یقین کرتا تھا کہ وہ اپنے عزیزوں اور غمگسار دوستوں میں ہے اور اس طرح پر وہ تکلف کی تکلیف سے آزاد ہو جاتا تھا۔

۵۔ پانچویں خصوصیت آپ کی مہمان نوازی کی یہ تھی کہ مہمانوں کے آرام کیلئے نہ صرف ہر قسم کی قربانی کرتے تھے بلکہ ہر ممکن خدمت بھی کرتے تھے۔

حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے اپنا ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ چار برس کا عرصہ گزرتا ہے کہ آپ کے گھر کے لوگ لدھیانہ گئے ہوئے تھے۔ جون کا مہینہ تھا۔ مکان نیا نیا بنا تھا۔ میں دوپہر کے وقت، وہاں چارپائی بچھی ہوئی تھی، اس پر لیٹ گیا۔ حضرت ٹہل رہے تھے۔ میں ایک دفعہ جاگا تو آپ فرش پر میری چارپائی کے نیچے لیٹے ہوئے تھے۔ ادب سے گھبرا کر اٹھ بیٹھا۔ آپ نے بڑی محبت سے پوچھا آپ کیوں اٹھے؟ میں نے عرض کیا کہ آپ نیچے لیٹے ہوئے ہیں میں اوپر کیسے سو رہوں۔ مسکرا کر فرمایا ''میں تو آپ کا پہرہ دے رہا تھا۔ لڑکے شور کرتے تھے انہیں روکتا تھا کہ آپ کی نیند میں خلل نہ آوے۔''

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ مصنف حضرت مولوی عبدالکریم صاحب صفحہ ۴۱)

۶۔ چھٹی خصوصیت یہ تھی کہ حفظ مراتب کی ہدایت کے ساتھ عام سلوک اور تعلقات میں آپ مساوات کے برتاؤ کو کبھی نہیں چھوڑتے تھے۔ اس بات کا بے شک لحاظ ہوتا تھا کہ مہمانوں کو ان کے مقام اور مرتبہ کے لحاظ سے اتارا جاتا اور یہ حضرت نبی کریم صلعم کے ارشاد کی تعمیل تھی۔ مگر خبر گیری اور مہمان نوازی کے عام معاملات میں کوئی امتیاز نہیں ہوتا تھا۔

حضور غرباء جماعت کی خصوصیت سے تعریف کرتے چنانچہ ایک دفعہ فرمایا کہ:

''جیسے ریل میں سب سے بڑی آمدنی تھرڈ کلاس والوں کی طرف سے ہوتی ہے اس سلسلہ کے اغراض و مقاصد کے پورا کرنے میں سب سے بڑا حصہ غرباء کے اموال کا ہے تقویٰ طہارت میں بھی یہی جماعت ترقی کر رہی ہے۔''

غرض اس طرح نصیحت کی فَطُوْبیٰ لِلْغُرَبَاءِ۔

۷۔ ساتویں خصوصیت یہ تھی کہ آپ چاہتے تھے کہ آپ کے دوست خصوصاً آپ سے آئیں اور بہت دیر تک ٹھہریں۔

۸۔ آٹھویں خصوصیت یہ تھی کہ مہمان نوازی کے لئے دوست دشمن کا امتیاز نہ تھا حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے سیرت المہدی میں بروایت مولوی عبد اللہ صاحب سنوری لکھا ہے کہ:

''حضرت مسیح موعودؑ بیت الفکر میں لیٹے ہوئے تھے اور میں پاؤں دبا رہا تھا کہ حجرہ کی کھڑکی پر لالہ شرمپت یا شاید لالہ ملاوامل نے دستک دی۔ میں اٹھ کر کھڑکی کھولنے لگا مگر حضرت صاحب نے بڑی جلدی اٹھ کر تیزی سے جا کر مجھ سے پہلے زنجیر کھول دی اور پھر اپنی جگہ بیٹھ گئے اور فرمایا آپ ہمارے مہمان ہیں اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ مہمان کا اکرام کرنا چاہئے۔

(سیرت المہدی جلد اوّل صفحہ ۷۲)

یہ تھی حضرت مسیح موعود کی مہمان نوازی کی چند جھلکیاں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ اپنے آقا کے نقش قدم پر چل کر کس قدر چھوٹی سے چھوٹی باتوں کا خیال رکھتے تھے۔

❀❀❀

M/S ALLIA
EARTH MOVERS
(EARTH MOVING CONTRACTOR)
Volvo-290, 210, L& T Komatsu PC-300, 200
Tata Hitachi, Ex 70, JCB, Dozer, etc on hire basis
Kusambi, Sungra, Salipur, Cuttack-754221

JMB RICE MILL (Pvt) Ltd.
Love For All, Hatred For None
AT. TISALPUR. P.O
RAHANJA
DIST. BHADRAK, PIN-756111
STD: 06784, Ph: 230088
TIN : 21471503143
JMB

جے کے جیولرز۔ کشمیر جیولرز
چاندی اور سونے کی انگوٹھیاں خاص احمدی احباب کیلئے
J.K. Jewellers- Kashmir Jewellers
Mfrs & Suppliers of : Gold and Silver Diamond Jewellery
Shivala Chowk Qadian (India)
Ph. (S) 01872 -224074, (M) 98147-58900,
E-mail: jk_jewellers@yahoo.com

اپنی معرکۃ الآراء تصانیف کے ذریعہ
سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی عظیم الشان اسلامی خدمت

(عبدالمومن راشد - اُستاذ جامعہ احمدیہ قادیان)

وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے
اب میں دیتا ہوں اگر کوئی ملے امیدوار

حضرت مسیح موعود علیہ السلام جو قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں مذکور پیشگوئیوں کے مطابق چودھویں صدی میں مبعوث ہوئے ہیں، فرماتے ہیں ''خدا تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا کہ میں اُن خزائن مدفونہ کو دنیا پر ظاہر کروں اور ناپاک اعتراضات کا کیچڑ جو ان درخشاں جواہرات پر تھوپا گیا ہے اس سے ان کو پاک وصاف کروں۔''

(ملفوظات جلد ۱ صفحہ ۶۰)

ایک موقع پر آپؑ فرماتے ہیں:

''سلسلہ تحریر میں میں نے اتمام حجت کے واسطے مفصل طور سے 70-75 کتابیں لکھی ہیں اور اُن میں سے ہر ایک جداگانہ طور سے ایسی جامع ہے کہ اگر کوئی طالب حق اور طالب تحقیق ان کا غور سے مطالعہ کرے تو ممکن نہیں کہ اس کو حق و باطل میں فیصلہ کرنے کا ذخیرہ بہم پہنچ جائے۔''

(ملفوظات جلد ۱۰ صفحہ ۲۸۹)

آپ کی گرانقدر تصنیفات کو جب غیروں نے پڑھا تو انہوں نے بھی کھلے دل سے ان کی قدرومنزلت اور عظمت کا اعتراف کیا اور آپ کے تبحر علمی اور فضیلت وکمال کو تسلیم کیا۔ چند ایک غیر از جماعت معززین کے تاثرات درج ذیل ہیں۔

مولانا ابوالکلام آزاد نے لکھا:

وہ شخص، بہت بڑا شخص! جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو...... وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی۔ جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار اُلجھے ہوئے تھے۔ جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں۔ وہ شخص جو مذہبی دنیا کیلئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان رہا۔ جو شور قیامت ہو کر خفتگان ہستی کو بیدار کرتا رہا خالی ہاتھ دنیا سے اُٹھ گیا ......مرزا غلام احمد قادیانی کی رحلت اس قابل نہیں کہ اس سے سبق حاصل نہ کیا جائے۔ ایسے شخص جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہو ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے۔ یہ نازش فرزندان تاریخ بہت کم منظر عام پر آتے ہیں اور جب آتے ہیں تو دنیا میں ایک انقلاب پیدا کرکے دکھا جاتے ہیں۔ مرزا صاحب کی اس رحلت نے ان کے بعض دعاوی اور بعض معتقدات سے شدید اختلاف کے باوجود ہمیشہ کی مفارقت پر مسلمانوں کو ہاں تعلیم یافتہ اور روشن خیال مسلمانوں کو محسوس کرادیا ہے کہ ان کا ایک بہت بڑا شخص ان سے جدا ہو گیا ہے اور اُس کے ساتھ مخالفین اسلام کے مقابلہ پر اسلام کی شاندار مدافعت کا جو اس کی ذات کے ساتھ وابستہ تھی خاتمہ ہو گیا۔ اُن کی یہ خصوصیت کہ وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جرنیل کا فرض پورا کرتے رہے ہیں، مجبور کرتی ہے کہ اس احسان کا کھلا کھلا اعتراف کیا جائے......مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابل پر اُن سے ظہور میں آیا قبول عام کی سند حاصل کر چکا ہے اور اس خصوصیت میں وہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ اس لٹریچر کی قدروعظمت آج جب وہ اپنا کام پورا کر چکا ہے۔ ہمیں دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے......آئندہ امید نہیں کہ ہندوستان کی مذہبی دنیا میں اس شان کا شخص پیدا ہو۔

(اخبار وکیل امرتسر)

مرزا حیرت دہلوی

''مرحوم کی وہ اعلیٰ خدمات جو اُس نے آریوں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں اسلام کی کی ہیں وہ واقعی بہت ہی تعریف کی مستحق ہیں۔ اس نے مناظرے کا بالکل رنگ ہی بدل دیا اور ایک جدید لٹریچر کی بنیاد ہندوستان میں قائم کردی۔ بحیثیت ایک مسلمان ہونے کے بلکہ محقق ہونے کے ہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ کسی بڑے سے بڑے آریہ اور بڑے سے بڑے پادری کو یہ مجال نہ تھی کہ وہ مرحوم کے مقابلہ میں زبان کھول سکتا......اگرچہ مرحوم پنجابی تھا مگر اُس کے قلم میں ایسی قوت تھی کہ آج سارے پنجاب بلکہ بلندی ہند میں بھی اُس قوت کا لکھنے والا نہیں......اس کا پُرزور لٹریچر اپنی شان میں بالکل نرالا ہے اور واقعی اُس کی بعض عبارتیں پڑھنے سے ایک وجد کی سی حالت طاری ہو جاتی ہے۔''

(کرزن گزٹ دہلی یکم جولائی ۱۹۰۸ء)

ایڈیٹر صادق الاخبار۔ ریواڑی

''چونکہ مرزا صاحب نے اپنی پرزور تقریروں اور شاندار تصنیف سے مخالفین اسلام کے ان لچر اعتراضات کے دندان شکن جواب دے کر ہمیشہ کیلئے انہیں ساکت کر دیا ہے اور ثابت کر دکھایا ہے کہ حق حق ہی ہے اور واقعی مرزا صاحب نے حق حمایت اسلام کما حقہ ادا کرکے خدمت دین اسلام میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ انصاف متقاضی ہے کہ ایسے اولوالعزم حامی اسلام اور معین المسلمین فاضل اجل عالم بے بدل کی ناگہانی اور بے وقت موت پر افسوس کیا جائے۔''

خواجہ حسن نظامی دہلوی تحریر کرتے ہیں:

''مرزا غلام احمد صاحب اپنے وقت کے بہت بڑے فاضل بزرگ تھے۔ آپ کی تصانیف کے مطالعہ اور آپ کے ملفوظات کے پڑھنے سے بہت فائدہ پہنچ رہا ہے اور ہم آپ کے تبحر علمی اور فضیلت وکمال کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔''

(اخبار منادی ۲۷ فروری ۶ مارچ ۱۹۳۰ء)

اخبار جیون تت نے لکھا:

''وہ اسلام کے مذہبی لٹریچر کے خصوصیت سے عالم تھے سوچنے اور لکھنے کی اچھی طاقت رکھتے تھے۔ کتنی ہی بڑی بڑی کتابوں کے مصنف تھے۔''

چودھری افضل حق
صدر جمعیۃ الاحرار کا اعتراف:

''آریہ سماج کے معرض وجود میں آنے سے پیشتر اسلام جسد بے جان تھا، جس میں تبلیغی حس مفقود ہو چکی تھی۔ سوامی دیانند کی مذہب اسلام کے متعلق بدظنی نے مسلمانوں کو تھوڑی دیر کیلئے چوکنا کر دیا مگر حسب معمول جلدی خواب گراں طاری ہو گئی......مسلمانوں کے دیگر فرقوں میں کوئی جماعت تبلیغی اغراض کیلئے پیدا نہ ہو سکی۔ ہاں ایک دل (حضرت مسیح موعودؑ مراد ہیں۔ ناقل) مسلمانوں کی غفلت سے مضطرب ہو کر اٹھا۔ ایک مختصر سی جماعت اپنے گرد جمع کرکے اسلام کی نشر و اشاعت کیلئے بڑھا اور اپنی جماعت میں اشاعتی تڑپ پیدا کر گیا جو صرف مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے لئے قابل تقلید نہیں ہے بلکہ دنیا کی تمام جماعتوں کیلئے نمونہ ہے۔''

حقیقت یہ ہے کہ آپؑ کی مقدس تالیفات میں اس دور میں اسلام پر کئے جانے والے تمام اعتراضات کا قلع قمع کرنے والے جوابات موجود ہیں۔ اور اسلام کے جھنڈے کو بلند رکھنے والے حقائق ومعارف سے پُر ہیں اور بے شمار دلائل وبراہین اور حجج قاطعہ سے مزین ہیں۔ بلاشبہ آپ کی کتب دنیائے مذاہب اور دشمنان اسلام کو زیر کرنے والے تمام ہتھیاروں سے لیس ہیں۔ صرف ضرورت ہے تو اس بات کی کہ آپ کے خدائی تائید سے لکھے جانے والے کلام کو تعصب، عداوت، نفرت اور حقارت سے پاک دل ہو کر پڑھا جائے۔ آپ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

صف دشمن کو کیا ہم نے بحجّت پامال
سیف کا کام قلم سے ہی دکھایا ہم نے

آپ نے اپنی حیات مقدسہ میں جو گرانقدر تصنیفات محبت الٰہی اور عشق رسول ﷺ میں ڈوب کر تحریر فرمائیں اُن کی مکمل فہرست احباب جماعت اور حق کے طالبوں کے لئے پیش کی جارہی ہے۔

ایک عیسائی کے تین سوالات کے جواب۔ ۱۸۷۶ء
پرانی تحریریں ۱۸۷۹ء
براہین احمدیہ حصہ اوّل ۱۸۸۰ء
براہین احمدیہ حصہ دوم ۱۸۸۰ء
براہین احمدیہ حصہ سوم ۱۸۸۲ء
براہین احمدیہ حصہ چہارم ۱۸۸۴ء
سرمہ چشم آریہ مارچ ۱۸۸۶ء

شحنہ حق	۱۸۸۷ء
سبز اشتہار	یکم دسمبر ۱۸۸۸ء
فتح اسلام	۱۸۹۰ء
توضیح مرام	۱۸۹۰ء
ازالہ اوہام حصہ اول	۱۸۹۱ء
ازالہ اوہام حصہ دوم	۱۸۹۱ء
الحق مباحثہ لدھیانہ	جولائی ۱۸۹۱ء
الحق مباحثہ دہلی	اکتوبر ۱۸۹۱ء
آسمانی فیصلہ	دسمبر ۱۸۹۱ء
نشان آسمانی	مئی ۱۸۹۲ء
آئینہ کمالات اسلام	۱۸۹۲-۱۸۹۳ء
برکات الدعا	اپریل ۱۸۹۳ء
سچائی کا اظہار	مئی ۱۸۹۳ء
حجۃ الاسلام	مئی ۱۸۹۳ء
جنگ مقدس	مئی ۱۸۹۳ء
شہادت القرآن	۱۸۹۳ء
تحفہ بغداد	جولائی ۱۸۸۳ء
کرامات الصادقین	۱۸۹۳ء
حمامۃ البشریٰ	۱۸۹۳ء
نور الحق حصہ اول	فروری ۱۸۹۴ء
نور الحق حصہ دوم	مئی ۱۸۹۴ء
اتمام الحجۃ	جون ۱۸۹۶ء
سر الخلافۃ	جولائی ۱۸۹۴ء
انوار الاسلام	۶ ستمبر ۱۸۹۴ء
منن الرحمن	مئی ۱۸۹۵ء
ضیاء الحق	مئی ۱۸۹۵ء
نور القرآن حصہ اول	۱۵ جون ۱۸۹۵ء
نور القرآن حصہ دوم	۲۰ دسمبر ۱۸۹۵ء
معیار المذاہب	۱۸۹۵ء
آریہ دھرم	نومبر ۱۸۹۵ء
ست بچن	۱۰ نومبر ۱۸۹۵ء
اسلامی اصول کی فلاسفی	دسمبر ۱۸۹۶ء
انجام آتھم	۱۸۹۶ء
سراج منیر	۲۴ مارچ ۱۸۹۷ء
استفتاء	۱۲ مئی ۱۸۹۷ء
حجۃ اللہ	۱۷ مارچ ۱۸۹۷ء
تحفہ قیصریہ	۲۷ مئی ۱۸۹۷ء
جلسہ احباب	۲۸ جون ۱۸۹۷ء
محمود کی آمین	۷ر جون ۱۸۹۷ء
سراج الدین عیسائی کے ۴ سوالوں کے جواب	۲۲ جون ۱۸۹۷ء
کتاب البریہ	۲۴ جنوری ۱۸۹۸ء
البلاغ	۱۸۹۸ء

ضرورت الامام	اکتوبر ۱۸۹۸ء
نجم الہدیٰ	۲۰ نومبر ۱۸۹۸ء
راز حقیقت	۳۰ نومبر ۱۸۹۸ء
کشف الغطا	۲۷ دسمبر ۱۸۹۸ء
ایام الصلح	یکم اگست ۱۸۹۸ء
حقیقت المہدی	۲۱ فروری ۱۸۹۹ء
مسیح ہندوستان میں	اپریل ۱۸۹۹ء
ستارہ قیصریہ	۲۴ اگست ۱۸۹۹ء
تریاق القلوب	۱۸۹۹ء
تحفہ غزنویہ	۱۹۰۰ء
روئداد جلسہ دعا	۲ فروری ۱۹۰۰ء
خطبہ الہامیہ (عربی)	۱۱ر اپریل ۱۹۰۰ء
لجۃ النور	۱۹۰۰ء
گورنمنٹ انگریزی اور جہاد	۲۳ مئی ۱۹۰۰ء
تحفہ گولڑویہ	جولائی ۱۹۰۰ء
اربعین	۱۵ دسمبر ۱۹۰۰ء
اعجاز المسیح	۲۳ فروری ۱۹۰۱ء
ایک غلطی کا ازالہ	۵ نومبر ۱۹۰۱ء
دافع البلاء	اپریل ۱۹۰۲ء
الہدیٰ	۱۲ر جون ۱۹۰۲ء
نزول المسیح	اگست ۱۹۰۲ء
کشتی نوح	۵ر اکتوبر ۱۹۰۲ء
تحفۃ الندوہ	۶ر اکتوبر ۱۹۰۲ء
اعجاز احمدی	۱۲ر نومبر ۱۹۰۲ء
ریویو بہ مباحثہ بٹالوی وچکڑالوی	۲۷ر نومبر ۱۹۰۲ء
نسیم دعوت	۲۸ فروری ۱۹۰۳ء
سناتن دھرم	۸ مارچ ۱۹۰۳ء
تذکرۃ الشہادتین	۱۶ر اکتوبر ۱۹۰۳ء،
سیرت الابدال	۱۴ دسمبر ۱۹۰۳ء
لیکچر لاہور	۳ ستمبر ۱۹۰۴ء
احمدی اور غیر احمدی میں فرق	۲۷ دسمبر ۱۹۰۵ء
لیکچر لدھیانہ	۶ نومبر ۱۹۰۴ء
الوصیت	۲۰ دسمبر ۱۹۰۵ء
چشمہ مسیحی	۹ مارچ ۱۹۰۶ء
تجلیات الٰہیہ	۱۵/ مارچ ۱۹۰۶ء
قادیان کے آریہ اور ہم	۲۰ فروری ۱۹۰۷ء
براہین احمدیہ حصہ پنجم	فروری ۱۹۰۵ء
حقیقۃ الوحی	۱۹۰۶ء
چشمہ معرفت	جنوری ۱۹۰۸ء
پیغام صلح	مئی ۱۹۰۸ء

❁❁❁

بقیہ: محترمہ منصورہ بیگم صاحبہ کا ذکر خیر از صفحہ 27

اللہ تعالیٰ سے دُعائیں کرنے لگیں۔ اسی دوران مکرم حاجی رشید الدین پاشا صاحب صدر حلقہ کی والدہ صاحبہ گھر آئیں، انہوں نے والدہ صاحبہ کو ایک بند لفافہ دیا اور کہا حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے آپکے لئے تحفہ بھیجا ہے۔ میاں صاحب کو یہ جان کر بہت خوشی ہوئی ہے کہ آپ کے گھر میں بڑی تعداد میں مہمان ٹھہرے ہیں۔ حضرت میاں صاحب آپ کی صحت کے لئے دُعائیں بھی کر رہے ہیں۔ جب لفافہ کھولا گیا تو اس میں 40 یورو تھے۔ والدہ صاحبہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور اللہ کا شکر ادا کیا، میاں صاحب کو بہت دُعائیں دیں۔ آخری وقت تک میاں صاحب کے اس احسان اور شفقت کو یاد کرتی رہیں۔

والدہ صاحبہ کو خلافت سے بہت محبت تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ جب قادیان تشریف لائے اور جماعتی مکان میں جس میں والدہ صاحبہ کی رہائش تھی، حضور از راہ شفقت تشریف لائے تو والدہ صاحبہ حضور انور کو دیکھ کر رو پڑیں۔ حضورؒ نے فرمایا آپ کشمیر کی ہیں؟ والدہ صاحبہ نے کہا نہیں حضور میں اُڈیشہ کی ہوں۔ حضور نے از راہ شفقت فرمایا کیا آپ کو کوئی تکلیف ہے؟ والدہ صاحبہ نے کہا جی حضور میں بہت بیمار رہتی ہوں۔ حضور انور نے از راہ شفقت والدہ صاحبہ کے سر پر ہاتھ رکھا اور دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے غیر معمولی طور پر والدہ صاحبہ کو شفا دی۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی وفات پر بہت صبر کیا اور بہت دعائیں کیں۔ ان دنوں طبیعت بہت خراب تھی اور بستر پر فراش تھیں اُٹھ نہیں سکتی تھیں۔ خاکسار کو کہا ٹی وی میرے کمرے میں رکھ دو اور ایم ٹی اے لگا دو۔ ایم ٹی اے پر ساری رات جاگ کر انتخاب خلافت کی کاروائی دیکھی اور جب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس کی پہلی جھلک ایم ٹی اے پر دیکھی تو بے اختیار رو پڑیں اور الحمد للہ اور سبحان اللہ کا وِرد کرتی رہیں اور کہنے لگیں اللہ کا شکر ہے کہ خدا نے ہماری خوف کی حالت کو امن میں بدل دیا اور بہت پیارا خلیفہ ہمیں عطا کیا بار بار کہتیں حضور بہت پیارے ہیں حضور بہت پیارے ہیں۔

حضور انور کی خدمت میں ہمیشہ دعا کے خط اپنے نام سے لکھواتیں اور جواب کا انتظار کرتیں اور جواب آنے پر کہتیں اس کو پڑھ کر سُناؤ اور کئی مرتبہ خط کو پڑھواتیں اور خط کو بار بار پیار سے چومتیں۔

2005ء میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جب ہمارے گھر تشریف لائے تو ایک دن پہلے والدہ صاحبہ کہنے لگیں میرا دل کہتا ہے حضور ایک دو دن کے اندر ہمارے گھر ضرور تشریف لائیں گے سارے گھر کی صفائی کر دو۔ چنانچہ سارے گھر کی اچھی طرح صفائی کی گئی خدا کا فضل ایسا ہوا کہ اُسی روز سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز شام کو گھر میں تشریف لائے والدہ صاحبہ کی خوشی دیکھنے کے قابل تھی۔ شہد کا پیالہ حضور کی خدمت میں پیش کیا حضور انور نے از راہ شفقت اپنی شہادت کی اُنگلی اُس میں ڈبو کر شہد کو متبرک کیا اور فیملی کے ساتھ تصاویر کھنچوائیں۔ والدہ صاحبہ ہمیشہ کہتی تھیں کہ جب سے حضور انور کے قدم ہمارے گھر میں پڑے ہیں خدا نے ہماری کایا ہی پلٹ کر رکھ دی ہے۔ حضور انور کے ہمارے گھر میں قدم رکھنے سے غیر معمولی برکت پڑی ہے۔

جامعہ احمدیہ قادیان اور جامعۃ المبشرین میں پڑھنے والے مبلغین اور معلمین کرام سے آپ والدہ مہربان کی طرح مشفقانہ سلوک کرتیں۔ اگر ان میں سے کوئی کبھی بیمار ہو جاتا تو اُس کی تیار داری کرتیں گھر سے کھانا بنوا کر بھجواتیں۔ جب جامعہ احمدیہ کے بچے چھٹیوں میں گھر جاتے تو خاص طور پر اُڈیشہ کے بچّوں کو گھر سے کھانا پکا کر راستے کے لئے دیتیں۔ اُڈیشہ کی جن لڑکیوں کی قادیان میں شادیاں ہوئیں اُن کے ساتھ ماں جیسا سلوک تھا۔ گھر سے اناج، لکڑیاں، کپڑے بچّوں کے ہاتھ سے بھجواتیں اور ان کے ہر ہم وغم میں شریک رہتیں۔ آپ نے اپنی ساری اولاد کو وقف کیا اور اللہ کے فضل سے اب ساری اولاد خدمت دین کی توفیق پا رہی ہے۔ بہشتی مقبرہ میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ 22 جنوری کو حضور انور نے لندن میں والدہ کی نماز جنازہ غائب پڑھائی۔ اللہ تعالیٰ ہماری والدہ کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام سے نوازے آمین۔ ☆

ZUBER ENGINEERING WORK

زبیر احمد شحنہ (الیس اللہ بکافٍ عبدہ)

Body Building All Types of Welding and Grill Works

Cell: 09886083030, 09480943021
HK Road- YADGIR-585201
Distt. Gulbarga (KARNATKA)

معرفت الٰہی از روئے قرآن کریم
اور سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کی روشنی میں

(نیاز احمد نائک - استاذ جامعہ احمدیہ قادیان)

خدا تعالیٰ نے انسان کو اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے یعنی انسان تخلقوا باخلاقِ اللہ پر عمل پیرا ہوتے ہوئے صفات الٰہیہ اختیار کرے۔ عبد بننے کی صلاحیت واستعداد انسانی سرشت میں ودیعت کی گئی ہے اور انسانی فطرت کو ایک بالا ہستی کی پیاس لگا دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارواح سے مخاطب ہو کر فرماتا ہے۔

اَلَسۡتُ بِرَبِّکُمۡ ؕ قَالُوۡا بَلٰی

(الاعراف:۱۸۳)

اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

''یعنی میں نے روحوں کو کہا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں! انہوں نے کہا کیوں نہیں۔ اس آیت میں خدا تعالیٰ قصہ کے رنگ میں روحوں کی اس خاصیت کو بیان فرماتا ہے جو ان کی فطرت میں اس نے رکھی ہوئی ہے اور وہ یہ ہے کہ روح فطرت کے رو سے خدا تعالیٰ کا انکار نہیں کرسکتی۔'' (اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ۸۶)

تونے خود روحوں پہ اپنے ہاتھ سے چھڑکا نمک
اس سے ہے شور محبت عاشقانِ زار کا

ارواح کو پیدا کر کے خدا تعالیٰ ان سے بے تعلق نہیں ہوا بلکہ اپنی معرفت وقرب کی راہیں ان کیلئے کھولیں اور ان کو بشارت دی کہ میں شہ رگ سے بھی زیادہ تمہارے قریب ہوں۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ اتنا ہی قریب ہے تو پھر خدا نظر کیوں نہیں آتا! کیا اس کا ظاہری آنکھوں سے دیکھ پانا ممکن ہے۔ ان سوالات کا جواب دیتے ہوئے قرآن کریم فرماتا ہے۔

لَا تُدۡرِکُہُ الۡاَبۡصَارُ ۫ وَہُوَ یُدۡرِکُ الۡاَبۡصَارَ ۚ وَہُوَ اللَّطِیۡفُ الۡخَبِیۡرُ

(الانعام:۱۰۳)

لطیف اور وراء الوراء ہونے کے باعث اس کو ظاہری آنکھوں سے دیکھ پانا ممکن نہیں ہے۔ دنیا میں کتنی ہی غیر مرئی اشیاء ہیں لیکن پھر بھی ان کے وجود کے ہم قائل ہیں۔ جیسے ہوا، بجلی وغیرہ۔ پھر جس چیز کا آنکھیں احاطہ کرلیں وہ محدود ہو جاتی ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ کی ذات حدود وقیود سے بالا ہے۔ حضرت مسیح موعود مذکورہ بالا آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

'' خدا کی کنہ میں ہم دخل نہیں دے سکتے۔ اسلم طریق یہی ہے کہ لا تدرکہ الابصار پر ایمان رکھے کہ میرا منصب نہیں کہ خدا کی کل صفات کو میں دیکھ لوں اور ان کی تحقیقات کرلوں۔ طبیب بیان کرتے ہیں کہ پانی سرد ہے اور آگ گرم ہے مگر یہ بتلا نہیں سکتے کہ پانی سرد کیوں ہے اور آگ گرم کیوں ہے۔ فلاسفر بھی یہاں کنہ اشیاء میں آکر عاجز رہ گئے ہیں یہاں اُفَوِّضُ اُمۡرِیۡۤ اِلَی اللّٰہِ پر چلے کہ ہم خدا پر چھوڑ دیں۔''

(الحکم جلد ۶ صفحہ ۸ ۳۸ مورخہ ۱۰؍اکتوبر ۱۹۰۳ء)

نیز فرمایا:'' بجز اس طریق کے خدا خود ہی تجلی کرے اور کوئی دوسرا طریق نہیں ہے جس سے اس کی ذات پر یقین کامل حاصل ہو لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار سے بھی یہی سمجھ میں آتا ہے کہ ابصار پر وہ آپ ہی روشنی ڈالے تو ڈالے۔ ابصار کی مجال نہیں ہے کہ خود اپنی قوت سے اسے شناخت کریں۔''

(البدر جلد ۲ صفحہ ۸ ۴؍دسمبر ۱۹۰۳ء)

قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت
اس بے نشاں کی چہرہ نمائی یہی تو ہے

اللہ تعالیٰ کی ذات جہاں رحمن ہونے کے ناطے بلا استحقاق جود وکرم فرماتی ہے وہاں رحیم ہونے کے ناطے کوشش وکاوش ثمرات حسنہ کے حصول کیلئے چاہتی ہے اور مومنین کیلئے صفت رحیمیت کا خاص تعلق ہے جیسا کہ فرمایا وکان بالمؤمنین رحیما۔

رحیم کے معنے ہوتے ہیں محنت ومشقت پر ثمرات حسنہ مرتب کرنے والی ذات اور سعی وکوشش کو اکارت نہ جانے دینے والی ہستی۔ دنیا میں ادنیٰ چیز کو حاصل کرنے کیلئے محنت درکار ہوتی ہے پھر قرب الٰہی اور اسکی معرفت جو کہ انسان کی علت غائی ہے بغیر محنت کیونکر حاصل ہوسکتی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

''جس قدر کاروبار دنیا کے ہیں سب میں اوّل انسان کو کچھ کرنا پڑتا ہے۔ جب وہ ہاتھ پاؤں ہلاتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ بھی برکت ڈالتا ہے۔ اس طرح پر خدا کی راہ میں وہی لوگ کمال حاصل کرتے ہیں جو مجاہدہ کرتے ہیں۔ اس لئے فرمایا۔ وَالَّذِیۡنَ جَاہَدُوۡا فِیۡنَا لَنَہۡدِیَنَّہُمۡ سُبُلَنَا ؕ پس کوشش کرنی چاہیئے کیونکہ مجاہدہ ہی کامیابیوں کی راہ ہے۔

معرفت الٰہی کے مختلف درجات ہیں۔ ان درجات مختلفہ کو حضرت مسیح موعودؑ نے کتاب آئینہ کمالات اسلام میں آیت مندرجہ ذیل آیت کی تشریح کرتے ہوئے بیان فرمائے ہیں۔

بَلٰی ٭ مَنۡ اَسۡلَمَ وَجۡہَہٗ لِلّٰہِ وَہُوَ مُحۡسِنٌ فَلَہٗۤ اَجۡرُہٗ عِنۡدَ رَبِّہٖ ۪ وَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَلَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ (البقرہ:۱۱۳)

یہ درجات خلاصۃً پیش ہیں۔

پہلا درجہ فنا کا ہے یعنی اللہ کی راہ میں انسان اپنی خواہشات کو بکلی قربان کرے۔ یا دوسرے لفظوں میں ترک شر کرے۔ اس درجہ میں مومن کو شربت کافوری پلایا جاتا ہے جو اس کی نفسانی زندگی پر ایک موت وارد کرتا ہے۔

دوسرا درجہ بقا کا ہے۔ بدی کو ترک کرنا برتن کو گند سے صاف کرنے کے مترادف ہے لیکن اس کے بعد اگر برتن کو دودھ سے بھر دیا جائے تو یہ ایصالِ خیر ہے۔ چونکہ انسان کی نفسانی زندگی پر موت وارد ہو جاتی ہے اس کے بعد خدا اس کو ایک نئی زندگی عطا کرتا ہے۔ جو ربانی تحریکوں سے نشو نما پاتی ہے۔

پھر لقا کا درجہ ہے کہ بندہ مومن کو خدا پر ایسا یقین ہو جاتا ہے کہ گویا اس کو دیکھ رہا ہے ہر ایک آئندہ خوف اس کی نظر سے اُٹھ جاتا ہے اور ہر ایک گزشتہ اور موجودہ غم کا نام ونشان جاتا رہتا ہے اور ہر ایک روحانی لذت اور تنعم اس کو حاصل ہو جاتا ہے۔ اس اعلیٰ و ارفع روحانی حالت کی طرف ایک اور جگہ اشارہ کرتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

'' ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے۔ ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں کیونکہ ہم نے اس کو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔''

(کشتی نوح صفحہ 30، رُوحانی خزائن جلد 19)

خدا تعالیٰ کا عرفان اور اس کی معرفت اور نجات حقیقی اس کی معرفت کاملہ پر منحصر ہے۔ کسی تناسخ یا کفارہ سے حقیقی نجات اور وصال الٰہی نصیب نہیں ہوسکتا۔ تناسخ جس کے ہندو قائل ہیں یہ ہے کہ ارتکاب گناہ کے نتیجہ میں پرمیشر ارواح کو ہزارہا جونوں کے چکر میں ڈالتا ہے۔ کوئی کسی جون میں جانور، کوئی کیڑا، کوئی نباتات وغیرہ بنتا ہے۔ گویا قانون قدرت خدا کی مصلحت وحکمت کے مطابق نہیں ہے بلکہ بدکاریوں اور گناہوں کی بدولت ہی چل رہا ہے اور ساری دنیوی نعماء وفوائد اسی تناسخ کی بدولت ہیں۔ پھر بھی ان کا پرمیشر دائمی مکتی ونجات دینے پر قادر نہیں بلکہ جب ان کو مکتی خانہ میں ڈالتا ہے تو ایک گناہ ان کا باقی رکھتا ہے تاکہ ان ارواح کو پھر جونوں کے چکر میں ڈالے۔ اس لئے ہندو حضرات دائمی مکتی یا بقا کے منکر ہیں۔

کفارہ یہ ہے کہ یسوع کی صلیبی موت پر ایمان رکھا جائے کہ اس نے بنی نوع انسان کو گناہوں سے چھڑانے کیلئے لعنتی موت قبول کی۔ یعنی جتنے چاہو گناہ کرتے پھرو کوئی پکڑ نہیں۔ یہ عقیدہ عقلاً ونقلاً درست نہیں۔ عدل کے بھی خلاف ہے۔ گنہگار کے عوض بے گناہ مارا جاتا ہے۔ پھر دنیوی گورنمنٹ بھی گنہگار کو ہی پکڑتی ہے۔ تو الٰہی گورنمنٹ کیوں بے گناہ کو سزا دے۔ تورات میں عرفان الٰہی کا یہ عجیب نسخہ بیان نہیں ہوا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ سے ماقبل انبیاء اس عقیدے کے بغیر ہی معرفت الٰہی کے مراتب حاصل کرتے رہے۔ اب اس عقیدے کو گھڑنے کی ضرورت کیا ہے۔ پھر کیا کفارہ پر ایمان رکھنے سے گناہوں کا پھیلاؤ رک گیا بلکہ وہ تو مزید شدت اختیار کر گیا اور عیسائی حضرات اس فرسودہ عقیدہ کے باعث دیدار الٰہی سے بے نصیب ہو گئے۔

اس کے برعکس اسلام یہ تعلیم دیتا ہے کہ گناہ سے نجات پانا معرفت الٰہی پر منحصر ہے۔ اگر ایک انسان جانتا ہو کہ جنگل میں خونخوار جانور ہیں تو وہ وہاں جانے کی کوشش نہیں کرے گا۔ وہ زہریلے سانپ کے بل میں دیدہ دانستہ کبھی انگلی نہیں ڈالے گا۔ اسی طرح اگر انسان یہ معرفت رکھتا ہو کہ خدا ارتکاب گناہ کے نتیجہ میں سخت سزا دیتا ہے تو وہ گناہ سے بچ سکتا ہے۔ ایک جوہری ہیرے کو جان سے بھی عزیز رکھتا ہے لیکن ایک بچہ اس کو پتھر سمجھ کر کھیلتا ہے اور اس کی پرواہ نہیں کرتا۔ اسی طرح جس کو یہ معلوم ہو کہ خدا تعالیٰ مبدء فیض ہے اور تمام خوبیوں کا سرچشمہ ہے وہ اس سے بے توجہی نہیں برتے

گا بلکہ شوق محبت سے اس کی طرف لپکے گا۔
خدا تعالیٰ نے قرآن میں اپنی پہچان وعرفان کے بہت سے ذرائع بیان کئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کائنات کے نظام محکم وابلغ کو اپنی ہستی کے ثبوت کے طور پر پیش کیا ہے۔ حادث کو دیکھ کر محدث کا پتہ چلتا ہے۔ خلق کو دیکھ کر خالق معلوم کرلیا جاتا ہے۔ ایک بدوی سے جب پوچھا گیا کہ خدا کے موجود ہونے کی تمہارے پاس کیا دلیل ہے تو اس نے کہا۔ مینگنی جانور کی موجودگی کا ثبوت دیتی ہے۔ قدموں کے نشان مسافر کا پتہ دیتے ہیں تو کیا یہ وسیع کائنات ایک دانا اور مقتدر ہستی کی موجودگی پر دال نہیں۔

لیکن یہ مناسب اور متوازن کائنات انسان کو صرف اسی حد تک رہنمائی کرسکتی ہے کہ اس عالم کے پس پردہ کوئی علیم وخبیر ہستی ہونی چاہیئے۔ لیکن فی الواقع وہ موجود ہے یہ الہام الٰہی سے ہی منکشف ہوسکتا ہے۔ یہ قانون طبعی ہے جو آنکھوں کا نور رکھتا ہے وہی نور آفتاب سے مستفیض ہوتا ہے اسی طرح جس کا دل صاف ہو اور نفسانی آلائشوں اور آمیزشوں سے مطہر و منزہ ہو وہ ضرور نور الہام کی نعمت سے نوازا جاتا ہے اور کسی بھی دور میں اس میں تعطل ثابت نہیں ہے۔ آریہ حضرات وحی والہام کو آریہ ورت تک محدود کرتے ہیں اور بنی اسرائیل اسرائیل کے گھرانوں تک اور بعض مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد انقطاع وحی کے معتقد ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنی سنت مستمرہ کے خلاف کیوں کرے وہ اپنے بندوں کو مکالمہ ومخاطبہ کیلئے چن لیتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

''اگر دل صاف کرے اور اس میں کسی قسم کی کجی اور ناہمواری، کنکر، پتھر نہ رہنے دے تو اس میں خدا نظر آئے گا''

(ملفوظات جلد ا صفحہ ۳۴۷)

وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم
اب بھی اس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار

غرض جب سے کہ انسان معرض وجود میں آیا ہے اپنے خالق و مالک سے اتصال کی کوشش میں سرگرداں رہا ہے اور خدا تعالیٰ نے اپنی معرفت کا جام ہر پیاسے کو پلا کر انا الموجود کا ثبوت دیا ہے۔ حضرت موسیٰؑ اپنے محبوب کی ایک جھلک پانے کو کچھ یوں مضطرب نظر آتے ہیں: رَبِّ اَرِنِیۡۤ اَنۡظُرۡ اِلَیۡکَ ؕ (اعراف : ۱۴۴)

لیکن تمام انبیاء میں سے ہمارے نبی کریمؐ معرفت الٰہی کے اعلیٰ وارفع مقام پر فائز نظر آتے ہیں۔ معرفت الٰہی کی منازل طے کرتے ہوئے آپ سدرۃ المنتھیٰ تک پہنچ گئے۔ معراج کی رات مقام الوہیت اور مقام عبودیت کمان کے دو وتروں کی طرح ہوگئے۔ اس زمانہ میں حضرت مسیح موعودؑ نے زندہ خدا سے ہمیں متعارف کرایا۔ حضرت مصلح موعودؓ کا وجود کان اللہ نزل من السماء کا مصداق تھا۔ معرفت الٰہی کے حصول کیلئے آپؓ کے دل میں جو جوش موجزن تھا اس کا اندازہ آپؓ کے اس شعر سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے ؎

موسیٰ کے ساتھ تیری رہیں لن ترانیاں
زِنہار میں نہ مانوں گا چہرہ دکھا مجھے

پس اس دور میں ضرورت اس امر کی ہے کہ انسان اپنے خالق و مالک کے ساتھ مضبوط تعلق استوار کرے۔ یہی ذریعہ قیام امن کا ہے اور اطمینان قلب کا بھی یہی موجب ہے اور یہی ہماری یہ آرزو ہونی چاہئے کہ :

کبھی جس کو رشیوں نے منہ سے لگایا
وہی جام اب میں پیا چاہتا ہوں

❁❁❁

نیواشوک جیولرز قادیان
New Ashok Jewellers
Main Bazar, Qadian Dt. Gurdaspur, Punjab
9815156533, 8054650500, 01872-221731
E-mail: newashokjewellers007@gmail.com

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نسخہ
سرمہ نور۔ کاجل۔ حبّ اٹھرہ (اولاد سے محروموں کیلئے) زد جام عشق (اعصابی کمزوری وشوگر کیلئے) رابطہ کریں۔
ملنے کا پتہ: دُکان چوہدری بدرالدین عامل صاحب درویش مرحوم
احمدیہ چوک قادیان ضلع گورداسپور (پنجاب)
رابطہ: عبدالقدوس نیاز
098154-09445

خصوصی اعزاز

یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان ہے کہ مکرم ڈاکٹر سید بشارت احمد شاہ صاحب کو جنوری 2014 سے دسمبر 2018 تک 5 سال کے لئے بون، جرمن کی ریجنل عدالت Bonn Landgericht میں بطور آنریری جج تعینات کیا گیا ہے۔ جرمنی کے عدالتی ڈھانچے میں Landgericht ڈسٹرکٹ کورٹ یعنی Amtsgericht کے اُوپر ریجنل کورٹ آف اپیل ہوتی ہے۔ جماعتِ احمدیہ جرمنی کے لئے یہ اعزاز باعث مسرّت ہے کہ ڈاکٹر صاحب پہلے احمدی ہیں جنہیں یہ اعزاز ملا ہے۔ وَبِاللّٰہِ التَّوۡفِیۡق۔ اس اعزاز پر محترم امیر صاحب جرمنی نے ڈاکٹر صاحب کے نام اپنے تہنیتی پیغام میں فرمایا : ''الحمدللہ آپ کے اس اعزاز سے مجھے بے حد خوشی ملی ہے۔ میرے نزدیک یہ پہلا موقع ہوگا جب جرمنی میں ایک احمدی بحیثیت جج جرمن عدالت میں بیٹھے گا۔ اللہ تعالیٰ اس اعزاز کے ذریعہ آپ کو اور جماعت کو کامیابی سے نوازے۔ آمین۔''

سال 2006 میں جرمنی کے چوتھے بڑے شہر کولون کی انتظامیہ نے بھی بذریعہ چیف میئر کولون ڈاکٹر صاحب کی بے لوث خدمات کے اعزاز میں انہیں سندِ خوشنودی عطا کی تھی اور کولون کا باعزت شہری قرار دیا تھا۔ محترم ڈاکٹر سید بشارت احمد صاحب کشمیر کے ایک معزز احمدی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کے دادا حضرت سید سیف اللہ شاہ صاحب رضی اللہ عنہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے۔ آپ کے والد مکرم سید محمد شاہ سیفی صاحب بھی مستجاب الدعوات بزرگ اور کشمیر کی ایک معزز اور معروف علمی شخصیت تھے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مکرم ڈاکٹر صاحب کے لئے یہ اعزاز مبارک کرے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں کو آپ کے حق میں بھی قبول فرمائے اور مزید اعزازات کا پیش خیمہ بنائے۔ آمین۔ (حیدر علی ظفر، مبلغ انچارج جرمنی)

ایک احمدی طالب علم کو سنسکرت میں گولڈ میڈل کا اعزاز

خاکسار کے چھوٹے بیٹے عزیزم محمد نصیر الحق مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے سمپورنا نند سنسکرت یونیورسٹی بنارس سے مضمون ''موازنہ مذاہب'' بزبان سنسکرت آچاریہ کی ڈگری میں اول پوزیشن حاصل کرتے ہوئے گولڈ میڈل حاصل کیا ہے۔ الحمدللہ۔

یونیورسٹی کی سالانہ تقریب کے موقعہ پر گورنر اُتر پردیش مکرم بی ایل جوشی صاحب نے یہ تمغہ دیا۔ اس موقعہ پر ان کے ساتھ سپریم کورٹ کے جج مُکند کمار شرما صاحب نیز حکومت کے دیگر اعلیٰ عہدیداران بھی موجود تھے۔ سنسکرت یونیورسٹی کی تاریخ میں پہلی مرتبہ کسی مسلمان طالب علم نے گولڈ میڈل حاصل کرکے یہ ریکارڈ قائم کیا ہے۔ اس کامیابی کی خبریں بہت سارے اخبارات نیز نیوز چینلز میں بھی نشر ہوئیں۔

عزیزم مکرم مظفر علی صاحب مرحوم ساکن پنکال کا پوتا ہے اور مکرم جمعہ خان صاحب مرحوم سابق صدر پنکال اڑیسہ کا نواسہ ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ اعزاز جماعت کیلئے افراد خاندان کیلئے مبارک کرے نیز اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم حاصل کرتے ہوئے سلسلہ کے لئے اسے مفید وجود بنائے۔ آمین۔

(محمد عبدالحق۔ انسپکٹر وقف جدید قادیان)

وقفِ عارضی کی طرف توجہ دیں
اس سے تربیت کے بہت سے مسائل حل ہوسکتے ہیں

کلام الامام

سیدنا حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔ ''انسان اصل میں اُنسان سے ہے یعنی دو محبتوں کا مجموعہ ہے۔ ایک اُنس وہ خدا سے کرتا ہے دوسرا اُنس انسان سے۔'' (ملفوظات جلد سوم صفحہ ۶)

طالب دُعا: قریشی محمد عبداللہ تیماپوری۔ صدر وضلعی امیر جماعت احمدیہ گلبرگہ، کرناٹک

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا
سیّدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ عشق و محبت

شاہ ہارون سیفی - متعلم جامعہ احمدیہ قادیان

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام آنحضرت ﷺ کی محبت میں اپنے ایک منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اس کا ہے محمد دلبر مرا یہی ہے

قارئین کرام! دنیا نے ہزاروں عشق و محبت کی داستانیں سنی اور پڑھی ہوں گی مگر جو عشق حضرت مسیح موعودؑ کو سرورِ کائنات فخر موجودات آنحضرت ﷺ سے تھا اسے لوگ رہتی دنیا تک یاد کریں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اگر خدا تعالیٰ کے بعد کسی وجود سے سب سے زیادہ محبت تھی تو وہ ہمارے آقا آنحضرت ﷺ تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ اپنے ایک شعر میں اس محبت کا اظہار اس طرح فرماتے ہیں کہ:

بعد از خدا بعشق محمد مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

یعنی میں خدا کے بعد محمد مصطفیٰ ﷺ کے عشق میں مخمور ہوں اگر یہ کفر ہے تو خدا کی قسم میں سب سے بڑا کافر ہوں۔

قارئین کرام! ممکن ہے کہ ہماری نظر اس طویل عرصہ کے بعد حضرت مسیح موعودؑ کے عشق کے ادراک سے قاصر رہے لیکن آپؑ کے عشق کا اندازہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے رضی اللہ عنہ کے اس اقتباس سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے چنانچہ آپؓ فرماتے ہیں کہ:

''یہ خاکسار حضرت مسیح موعودؑ کے گھر میں پیدا ہوا اور یہ خدا کی ایک عظیم الشان نعمت ہے جس کے شکریہ کے لئے میری زبان میں طاقت نہیں بلکہ حق یہ ہے کہ میرے دل میں اس شکریہ کے تصور تک کی گنجائش نہیں مگر میں نے ایک دن مر کر خدا کو جان دینی ہے۔ میں اُسی آسمانی آقا کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں کہ میرے دیکھنے میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آنحضرت ﷺ کے ذکر پر بلکہ محض نام لینے پر ہی حضرت مسیح موعودؑ کی آنکھوں میں آنسوؤں کی جھلی نہ آگئی ہو۔ آپ کے دل و دماغ بلکہ سارے جسم کا رواں رواں اپنے آقا حضرت سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق سے معمور تھا۔''

پس یہ وہ عشقِ رسول ﷺ تھا جس کی مثال دنیا میں ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملے گی اور یہ عشق محض ذوقی اور وقتی نہ تھا بلکہ تاریخ کا ایک ایک حرف اور آپؑ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اس ثابت شدہ سچائی پر شاہد ہے کہ عشق کی ایسی سچی داستان اس سے پہلے نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہوگی اور نہ کسی کان نے سنی ہوگی۔ چنانچہ جب خدا تعالیٰ نے آپ کو مسیح و مہدی کا منصب عطا فرمایا تب ہمارے آقا حضرت محمد مصطفی ﷺ کی ذات تمام مذاہب کے حملوں کا شکار بنی ہوئی تھی۔ کیا ہندو اور کیا بدھ اور کیا عیسائی تمام مذاہب نے آپ کی ذات مبارک کو اپنے حملوں کا تختہ مشق بنایا ہوا تھا۔ چنانچہ اس پر آشوب زمانہ میں آپؑ کا دل تڑپ اُٹھا اور آپ نے دشمنان محمد اور دشمنان اسلام کو وہ دندان شکن جواب دیئے کہ ان کو راہِ فرار کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔

اس عاشق صادق نے جب عیسائیت کا مقابلہ کیا تو جنگ مقدس کتاب البریہ، چشمہ مسیحی اور انجام آتھم جیسی عظیم تصانیف کے ذریعہ طلسم مسیحی کو پاش پاش کر دیا اور ہندوستان میں آپ ﷺ کی ذات کو رسوا کرنے کا زعم رکھنے والے عیسائیوں کو مُنہ کی کھانی پڑی۔

اور جب محمدؐ کی غیرت رکھنے والی اس آنکھ نے دیکھا کہ اس میدان کارزار میں آریہ سماجی اور ہندو بھی آپ کو نیچا دکھانے میں کوشاں ہیں تو اس حقیقی عاشق کے جادوئی قلم نے وہ اثر دکھایا کہ انہیں بغلیں جھانکنے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا اور چشمہ معرفت، سرمہ چشم آریہ، سناتن دھرم جیسی عظیم کتب عصائے موسیٰ بن کر ساحروں اور ناگنوں کو نگلتی ہوئی نظر آئیں۔ حضرت مسیح موعودؑ ان واقعات کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرماتے ہیں۔

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

علاوہ ازیں جب حضرت مسیح موعودؑ نے آنحضرت ﷺ کی محبت کا دعویٰ کیا اور مسیح و مہدی ہونے کا اعلان فرمایا تو نام نہاد علماء اور اسلام کا دم بھرنے والے ملاؤں نے مرتد دجال اور ملحد جیسے ناموں سے اس عاشق صادق کے دل کو زخمی کیا اور آپ پر کفر کے فتوے لگائے۔ مگر حضرت مسیح موعودؑ نے ان تمام گالیوں کو آنحضرت ﷺ کی محبت میں برداشت کیا۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

کافر و ملحد و دجال ہمیں کہتے ہیں
نام کیا کیا غم ملت میں رکھایا ہم نے
تیرے منہ کی ہی قسم میرے پیارے احمد
تیری خاطر سے یہ سب بار اٹھایا ہم نے
ہم ہوئے خیر اُمم تجھ سے ہی اے خیر رسل
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

تاریخ میں آتا ہے کہ:

ایک مرتبہ ہارون رشید نے دربار کیا تو ایک شخص نے دربار میں رسائی کی اجازت طلب کی اور دربان سے کہا کہ بادشاہ سے کہو کہ میں آنحضرت ﷺ کی جوتیاں لایا ہوں۔ جب دربان نے بادشاہ ہارون رشید سے اس بات کا ذکر کیا تو ہارون رشید نے اس شخص کو اندر آنے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ وہ شخص جوتیاں لے کر دربار میں حاضر ہوا جوتیاں دیکھ کر ہارون رشید تخت سے کھڑا ہو گیا اور بڑے اہتمام کے ساتھ وہ جوتیاں لیکر اپنے تخت پر رکھ دیں اور اس شخص کو بہت انعام و اکرام دیا۔ اُس شخص کے چلے جانے پر وزیر نے کہا کہ بادشاہ سلامت! یہ آپ نے کیا کیا! بھلا اس شخص کے پاس آنحضرت ﷺ کی جوتیاں کہاں سے آگئیں۔ جواباً ہارون رشید نے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ یہ جوتیاں آنحضرت ﷺ کی نہیں ہیں اور یہ شخص جھوٹ بول رہا تھا لیکن چونکہ اس نے ان جوتیوں کی نسبت آنحضرتؐ کی جوتیوں سے دی تھی تو اس نسبت نے ان جوتیوں کی قیمت کو بڑھا دیا۔''

قارئین کرام عشق و محبت کی اس سے لاکھوں گنا بہترین مثال ہمیں حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں نظر آتی ہے۔ چنانچہ جب علما سوء نے حضرت مسیح موعودؑ پر کفر کے فتوے لگائے اور آپؑ کو گندے گندے ناموں سے یاد کیا پھر بھی آپؑ کی زبان مبارک پر یہ کلمات تھے۔

اے دل تو نیز خاطر ایناں نگاہ دار
کہ آخر کنند دعویٰ حُبّ پیمبرم

یعنی اے دل تو ان لوگوں کی باتوں کی پرواہ نہ کر کیونکہ آخر یہ لوگ اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ سبحان اللہ

قارئین کرام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ایسے بے شمار واقعات گزرے ہیں جن سے عشق رسول کی قندیل آج تک فروزاں ہے۔ آیئے اس وادی میں سے ہم گزرتے ہیں جہاں عشق رسول کے چشمے رواں دواں ہیں۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اےؓ فرماتے ہیں:

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے مکان کے ساتھ والی چھوٹی مسجد میں جو مسجد مبارک کہلاتی ہے، اکیلے ٹہل رہے تھے اور آہستہ آہستہ کچھ گنگناتے جاتے تھے اور اس کے ساتھ ہی آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی تار بہتی چلی جا رہی تھی۔ اس وقت ایک مخلص دوست نے باہر سے آکر سنا تو آپ آنحضرت ﷺ کے صحابیؓ حضرت حسانؓ بن ثابت کا ایک شعر پڑھ رہے تھے جو حضرت حسانؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر کہا تھا۔ وہ شعر یہ ہے:

كنت السواد لناظري فعمي عليك الناظر
من شاء بعدك فليمت فعليك كنت أُحاذِرُ

یعنی اے خدا کے پیارے رسول تو میری آنکھ کی پتلی تھا جو آج تیری وفات کی وجہ سے اندھی ہوگئی ہے۔ اب تیرے بعد جو چاہے مرے مجھے تو صرف تیری موت کا ڈر تھا جو واقع ہوگئی۔

راوی کا بیان ہے کہ جب میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس طرح روتے ہوئے دیکھا اور اس وقت آپؑ مسجد میں بالکل

اکیلے ٹہل رہے تھے تو میں نے گھبرا کر عرض کیا کہ حضرت یہ کیا معاملہ ہے اور حضورؑ کو کون سا صدمہ پہنچا ہے؟ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا میں اس وقت حسانؓ بن ثابت کا یہ شعر پڑھ رہا تھا اور میرے دل میں یہ آرزو پیدا ہو رہی تھی کہ کاش ''یہ شعر میری زبان سے نکلتا۔''

دنیا جانتی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر سخت سے سخت زمانے آئے۔ ہر قسم کی تنگی دیکھی۔ طرح طرح کے مصائب برداشت کئے۔ حوادث کی آندھیاں سر سے گزریں، مخالفوں کی طرف سے انتہائی تلخیوں اور ایذاؤں کا مزا چکھا۔ حتیٰ کہ قتل کے سازشی مقدمات میں سے بھی گزرنا پڑا۔ بچوں اور عزیزوں اور دوستوں اور اپنے فدائیوں کی موت کے نظارے بھی دیکھے مگر آپؑ کی آنکھوں نے آپؑ کے قلبی جذبات کی غمازی نہیں کی۔ لیکن علیحدگی میں اپنے آقا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے متعلق اور وفات بھی وہ جس پر تیرہ سو سال گزر چکے تھے) یہ محبت کا شعر یاد کرتے ہوئے آپؑ کی آنکھیں سیلاب کی طرح بہہ نکلیں اور آپ کی یہ قلبی حسرت چھلک کر باہر آگئی کہ کاش یہ شعر میری زبان سے نکلتا۔''

علاوہ ازیں عشق کا یہ فطری خاصہ ہے کہ انسان جس سے عشق کرتا ہے تو اُس کی محبوب چیزوں سے بھی اسے محبت ہو جاتی ہے اور جس سے اس کے معشوق کو نفرت ہو اس سے کراہت اور دشمنی ہو جاتی ہے یعنی محبوب کی چیزیں اس کو محبوب ہو جاتی ہیں اور محبوب کی ناپسندیدہ چیزیں اسے ناپسندیدہ لگتی ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ کی حیات مبارک میں ہمیں عشق کی دونوں جھلکیاں نظر آتی ہیں۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ فرماتے ہیں:

''رسول پاک ﷺ کے ساتھ اسی عشق کی وجہ سے حضرت مسیح موعودؑ کو آپ کی آل واولاد اور آپؐ کے صحابہؓ کے ساتھ بھی بے پناہ محبت تھی۔ چنانچہ ایک دفعہ جب محرم کا مہینہ تھا اور حضرت مسیح موعودؑ اپنے باغ میں ایک چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ آپؑ نے ہماری ہمشیرہ مبارکہ بیگم سلمہا اور ہمارے بھائی مبارک احمد مرحوم کو جو سب بہن بھائیوں میں چھوٹے تھے اپنے پاس بلایا اور فرمایا آؤ میں تمہیں محرم کی کہانی سناؤں۔ پھر آپؑ نے بڑے دردناک انداز میں حضرت امام حسینؓ کی شہادت کے واقعات سنائے۔ آپؑ یہ واقعات سناتے جاتے تھے اور آپؑ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور آپؑ اپنی انگلیوں کے پوروں سے اپنے آنسو پونچھتے جاتے تھے۔ اس دردناک کہانی کو ختم کرنے کے بعد آپؑ نے بڑے کرب کے ساتھ فرمایا:

''یزید پلید نے یہ ظلم ہمارے نبی کریمؐ کے نواسے پر کروایا مگر خدا نے بھی ان ظالموں کو بہت جلد اپنے عذاب میں پکڑ لیا۔''

اس وقت آپؑ پر عجیب کیفیت طاری تھی اور اپنے آقا ﷺ کے جگر گوشہ کی المناک شہادت کے تصور سے آپؑ کا دل بہت بے چین ہو رہا تھا اور یہ سب کچھ رسولِ پاکؐ کے عشق کی وجہ سے تھا۔''

اسی طرح اپنے محبوبؐ کو برا کہنے والوں کے متعلق آپکا کیا ردِّعمل تھا اس کا اندازہ اس روایت سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

پنڈت لیکھرام کو کون نہیں جانتا۔ وہ آریہ سماج کے بہت بڑے مذہبی لیڈر تھے اور اس کے ساتھ ہی اسلام کے بدترین دشمن بھی تھے جن کی زبان اسلام اور مقدس بانی اسلام کی مخالفت میں قینچی کی طرح چلتی اور چھری کی طرح کاٹتی تھی۔ اُنہوں نے ساری عمر مسیح موعود کے مقابل پر کھڑے ہو کر اسلام اور مقدس بانی اسلام پر گندے سے گندے اعتراض کئے اور ہر دفعہ حضرت مسیح موعودؑ نے ان کو وہ دندان شکن جواب دیئے کہ کوئی کیا دے گا۔

انہیں پنڈت لیکھرام کا یہ واقعہ ہے کہ ایک دفعہ جب حضرت مسیح موعودؑ کسی سفر میں ایک اسٹیشن پر گاڑی کا انتظار کر رہے تھے کہ پنڈت لیکھرام کا بھی ادھر سے گزر ہو گیا۔ اور یہ معلوم کر کے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس جگہ تشریف لائے ہوئے ہیں پنڈت جی دنیاداروں کے رنگ میں اپنے دل کے اندر آگ کا شعلہ دبائے ہوئے آپؑ کے سامنے آئے۔ آپؑ اس وقت نماز کی تیاری میں وضو فرما رہے تھے۔ پنڈت لیکھرام نے آپؑ کے سامنے آکر ہندوانہ طریق پر سلام کیا۔ مگر حضرت مسیح موعودؑ نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا گویا دیکھا ہی نہیں۔ اس پر پنڈت جی نے دوسرے رُخ سے ہو کر پھر دوسری دفعہ سلام کیا اور حضرت مسیح موعودؑ پھر خاموش رہے۔ جب پنڈت جی مایوس ہو کر لوٹ گئے تو کسی نے یہ خیال کر کے کہ شائد حضرت مسیح موعودؑ نے پنڈت لیکھرام کا سلام نہیں سنا ہو گا حضورؑ سے عرض کیا کہ پنڈت لیکھرام آئے تھے اور سلام کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے بڑی غیرت کے ساتھ فرمایا کہ:

''ہمارے آقا ﷺ کو تو گالیاں دیتا ہے اور ہمیں سلام کرتا ہے''

اسی طرح تاریخ میں آپؑ کے عشق کا ایک واقعہ کچھ اس طرح درج ہے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ فرماتے ہیں:

''ایک دفعہ بالکل گھریلو ماحول کی بات ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی طبیعت کچھ ناساز تھی اور آپؑ گھر میں چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے اور حضرت اماں جان نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَھَا اور ہمارے نانا جان یعنی حضرت میر ناصر نواب صاحب مرحوم بھی پاس بیٹھے تھے کہ حج کا ذکر شروع ہو گیا۔ حضرت نانا جان نے کوئی ایسی بات کہی کہ اب تو حج کے لئے سفر اور رستے وغیرہ کی سہولت پیدا ہو رہی ہے حج کو چلنا چاہئے۔ اس وقت زیارت حرمین شریفین کے تصور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں اور آپؑ اپنے ہاتھ کی اُنگلی سے اپنے آنسو پونچھتے جاتے تھے۔

حضرت نانا جان کی بات سن کر فرمایا:

''یہ تو ٹھیک ہے اور ہماری بھی دلی خواہش ہے مگر میں سوچا کرتا ہوں کہ کیا میں آنحضرت ﷺ کے مزار کو دیکھ بھی سکوں گا؟''

پس یہ وہ عشق کا نمونہ ہے جس کی نظیر لانے سے زمانہ قاصر ہے۔ یہ اسی عشق کا نتیجہ تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منظوم ومنثور ہر دو کلام میں سرور کائنات فخر موجودات حضرت محمد ﷺ کے عشق کا سمندر ٹھاٹھیں مارتا ہوا نظر آتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''یہ تمام شرف مجھے صرف ایک نبی کی پیروی سے ملا ہے جس کے مدارج اور مراتب سے دنیا بے خبر ہے یعنی سیدنا حضرت محمد مصطفی ﷺ''۔ (چشمہ مسیحی صفحہ ۲۳)

حضرت مسیح موعودؑ کا یہی عشق آپؑ کے قصائد میں بھی نظر آتا ہے آپؑ فرماتے ہیں۔

اُنْظُرْ اِلَیَّ بِرَحْمَۃٍ وَّ تَحَنُّنٍ
یَا سَیِّدِیْ اَنَا اَحْقَرُ الْغِلْمَانِ

ترجمہ: اے میرے پیارے آقا ﷺ میری جانب رحمت وشفقت کی نظر فرمایئے میں تو آپ کا حقیر ترین غلام ہوں۔ نیز فرمایا:

جسمی یطیر الیک من شوق علی
یالیت کانت قوۃ الطیران

کہ اے میرے محبوب میرا جسم تو شوق کے غلبہ سے تیری طرف اُڑتا جا رہا ہے اے کاش کہ مجھ میں اڑنے کی طاقت ہوتی۔

الغرض آپ کی زندگی کا لمحہ لمحہ آنحضرت ﷺ کے عشق میں مخمور تھا۔ آپ کی زندگی کا کوئی بھی پہلو ہمیں آنحضرت ﷺ کے عشق سے خالی نظر نہیں آتا۔ تاریخ میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت مسیح موعودؑ کسی مقدمہ کے سلسلہ میں گورداسپور تشریف لے گئے تو گورداسپور میں جا کر ایک گھر میں آپ نے قیام فرمایا۔ رات کے وقت شدید گرمی ہونے کی وجہ سے صحابہ نے چھت پر سونے کا مشورہ دیا چنانچہ جب آپ چھت پر تشریف لے گئے تو آپ نے دیکھا کہ چھت پر منڈیر نہیں ہے چنانچہ آپ نے فرمایا کہ میں اس چھت پر نہیں سو سکتا کیونکہ میرے آقا محمد مصطفی ﷺ نے اُس چھت پر سونے سے منع فرمایا ہے جس کی منڈیر نہ ہو اور آپ نے تمام رات گرمی میں گزاری مگر اس عاشق صادق نے یہ گوارا نہ کیا کہ کسی حال میں بھی آنحضرتؐ کی نافرمانی ہو۔

قارئین کرام! یہ عشق کا وہ بحر بیکراں ہے جس کا احاطہ کرنا ناممکن ہے یہ عشق کا وہ سمندر ہے جس میں جتنا غوطہ لگایا جائے اتنا ہی اس کی گہرائی کا علم ہوتا ہے۔ پس آخر میں خاکسار اپنے اس مضمون کو اس شعر پر کر ختم کرتا ہے کہ:

بھیج درود اس محسن پر تو دن میں سو سو بار
پاک محمد مصطفی نبیوں کا سردار

(ماخوذ از درمنثور، تقریر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اےؓ بر موقع جلسہ سالانہ ۱۹۶۰)

کلام الامام

سیدنا حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود ومہدی معہود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''اللہ کا لفظ اسی ہستی پر بولا جاتا ہے جس میں کوئی نقص ہو ہی نہیں۔''

(ملفوظات جلد سوم صفحہ ۴۸)

منجانب: امیر جماعت احمدیہ بنگلور، کرناٹک

اچھے عادات اور اخلاق کو اپنائیں
ملک کو امن کا گہوارہ بنائیں

(محمد یوسف انور۔ مبلغ سلسلہ شعبہ نورالاسلام، قادیان)

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا
ہم بلبلیں ہیں اس کی یہ گلستاں ہمارا

ہمارا وطن عزیز ہندوستان ایک عظیم جمہوری ملک ہے جس کی آبادی تقریباً ایک ارب سے زائد ہے۔ دنیا میں اس کا اپنا ایک منفرد مقام ہے۔ یہ ایک چمن ہے جس میں رنگا رنگ پھول کھلے ہوئے ہیں۔ کسی نے خوب کہا ہے۔

یہ پیارا انجمن ہم کو مبارک
وطن کو ہم وطن ہم کو مبارک

ہمارے ملک میں ہر مذہب کے لوگ رہتے ہیں اور سبھی کو یہ قانونی حق حاصل ہے کہ وہ اپنے اپنے عقیدے اور طریق کے مطابق عبادات بجالائیں۔ اور کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ کسی بھی مذہب یا قوم یا جماعت کے بانی و پیشوا کی توہین کرے۔ یا کسی کو عبادت کرنے سے روکے۔

ہمارے ملک کو قریباً ۶۶ سال آزاد ہوئے ہو گئے ہیں لیکن ہم لوگ ابھی تک آزادی کی حقیقت اور اصلیت کو نہیں سمجھ سکے نہ ہم نے اس کی کما حقہ قدر کی۔ ہندوستان میں سیکولرازم کے ساتھ آئین بنایا گیا اور ایسے قوانین بنائے گئے جس کے تحت ملک میں جمہوریت قائم ہوئی اور ملکی انتخابات کے ساتھ ساتھ صوبائی انتخابات بھی ہوتے رہے اور آج قریباً ۳۱ سے زائد صوبے ہندوستان میں ہیں یہ وسیع ملک ہے اور یہاں مختلف زبانیں بولی جاتی ہیں اور الگ الگ رنگ اور کلچر پایا جاتا ہے۔ ۶۶ سال سے یہاں انتخابات ہوتے آئے ہیں اور لوگ اپنے پسندیدہ نمائندوں کو اپنا قیمتی ووٹ دے کر ایوان بالا میں پہنچاتے ہیں لیکن یہ منتخب نمائندگان جو سارے ملک کی نمائندگی کرتے ہیں جیت حاصل کرنے کے بعد اپنے علاقے کو اور عوام کو بھول جاتے ہیں اور اپنے اپنے مفادات کیلئے وہ حرکات کرتے ہیں جس کی اُمید نہیں کی جاسکتی۔ اسمبلی میں یا لوک سبھا میں کیا کیا ہنگامے ہوتے ہیں سبھی لوگ بخوبی جانتے ہیں۔

ایسے میں ہم سب جو اس ملک کے باشندے ہیں ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم اپنے وطن کو مستحکم اور مضبوط بنائیں اور ایک ایسا بے مثال نمونہ پیش کریں جو ساری دنیا کیلئے قابل تقلید ہو۔ ملک میں جب بھی الیکشن ہوتا ہے تو اُس وقت ہمارے سیاسی لیڈر محلے محلے گھر گھر پھر کر لوگوں سے ووٹ مانگتے پھرتے ہیں اور ہاتھ جوڑ کر سلام بھی کرتے نظر آتے ہیں اور لوگوں کا حال چال بھی پوچھتے ہیں۔ جب وہ کامیاب ہو جاتے ہیں اور ایوان بالا میں قدم رکھتے ہیں پھر اُنہیں سب کچھ بھول جاتا ہے۔ اگر پھر کوئی مجبور لاچار انسان اپنے ایم ایل اے سے دفتر میں ملنے جائے تو اُسے پولیس والے یا ڈیوٹی والے اندر جانے نہیں دیتے۔

اتنا ہی نہیں کہ یہ عوام سے پھر ملتے نہیں بلکہ افسوس تو یہ بھی ہے کہ انتخاب کے وقت اسٹیج پر تقریر کرتے ہوئے اکثر ہمارے یہ سیاسی لیڈر آپے سے باہر ہو جاتے ہیں اپنی زبان کو قابو میں نہیں رکھ پاتے ایسے ایسے ناشائستہ الفاظ دوسروں کیلئے استعمال کرتے ہیں کہ خدا کی پناہ بعد میں جب میڈیا والے دریافت کرتے ہیں کہ آپ نے اس قسم کا بیان دیا ہے تو معذرت کرتے پھرتے ہیں یا پھر میڈیا پر الزام لگا دیتے ہیں کہ ہمارا بیان توڑ مروڑ کر پیش کیا گیا ہے۔

ہر پارٹی میں ایسے لوگ موجود ہیں جو اپنے حریف اور مدمقابل کو برا بھلا کہتے ہیں جو کہ اُنہیں زیب نہیں دیتا۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ سارے ہی ممبران ایسے ہیں بہت سے ممبران اچھے بھی ہیں اُن کے اندر شرافت ہے جذبہ ہے اور لوگوں کے لئے ہمدردی ہے عوام اُنہیں قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔

پہلے کی طرح کسی کے کہنے پر اب عوام ووٹ نہیں دیتی ہے عوام ماشاءاللہ بہت سمجھدار ہوگئی ہے سوچ سمجھ کر اپنے ووٹ کا استعمال کرتی ہے وہ سب کچھ سنتی اور دیکھتی ہے اور وقت پر ووٹ کی طاقت کا استعمال کرتی ہے چند سال سے ایسا ہی ہوتا نظر آیا ہے اور اس دفعہ بھی ملک کی باشعور عوام سوچ سمجھ کر انہی لیڈروں کو ووٹ دے گی جو اس قابل ہوں کہ عوام الناس کی صحیح رنگ میں خدمت کرسکیں اور ان کے اخلاق اوصاف و کردار بھی اچھے ہوں۔ جس ملک کے حکمران اچھے اخلاق والے اور لوگوں کے ہمدرد ہوں وہ ملک بہت ترقی کرتا ہے اور دنیا میں اس کی عزت و شہرت بھی ہوتی ہے۔ ملک کے طول و عرض میں جس قسم کے حالات دیکھنے اور سننے میں آتے ہیں وہ بہت ہی افسوسناک ہیں۔ چوری ڈاکہ، قتل اغوا دھوکے بازی، ملاوٹ جیسے بڑے بڑے جرائم عام ہوتے جارہے ہیں مفاد پرستی کا بازار ایسا گرم ہے کہ شرافت اور انسانیت کی ادنیٰ بھی پرواہ نہیں کی جاتی۔

اگر ہمیں اپنے ملک کو ترقی یافتہ بنانا ہے اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارا معاشرہ ایک صحتمند معاشرہ ہو اور اتحاد و اتفاق ہو۔ ایک دوسرے کا درد رکھنے والے ہوں، شرافت ہو انسانیت ہو ایک دوسرے کی عزت ہو تو ہمیں جھوٹ، چوری، بد اخلاقی، بے ایمانی، کینہ غرور و تکبر حسد لالچ کو چھوڑنا ہوگا اگر ہمارے دیش کے لوگ پاکیزہ اخلاق کو اپنالیں تو ایک پاکیزہ معاشرہ اور پاک ماحول جنم لے گا۔ صرف قوانین پاس کرنے سے کچھ بھی نہیں ہوگا۔

اب ہمارے ملک میں جبکہ آئے دن نئے نئے جرائم جنم لے رہے ہیں ایسے میں والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ پہلے اپنے آپ کو بدلیں پھر اپنی اولاد کی صحیح رنگ میں تربیت کریں۔ غلط رسم و رواج چھوڑ کر اپنے آپ کو اس قابل بنائیں کہ ان کا رہن سہن، لباس، گفتگو، چال چلن، عادات اخلاق و کردار ایسا ہو کہ دوسرے دیکھ کر اُس سے متاثر ہوں۔ ٹیلی ویژن اور انٹرنیٹ ہمارے بچوں کے اخلاق اور عادات کو بگاڑ رہے ہیں اور ان کی ذہنیت دن بدن مجرمانہ ہوتی جارہی ہے۔ والدین کو چاہئے کہ بچوں پر پوری نظر رکھیں، انہیں بری صحبت اور ماحول سے بچائیں۔ ان سے عزت اور محبت سے پیش آئیں، انہیں اپنا دوست سمجھیں۔ بچوں کو یہ احساس ہونا چاہئے کہ والدین سے بڑھ کر اُن سے ہمدردی کرنے والا کوئی نہیں۔ گھر کے ماحول کو جنت نظیر بنائیں۔

دنیا میں ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر آئے ہر مذہب والے کو اپنے رشی منی، اوتار، پیغمبر، گورو کی پاکیزہ تعلیم پر عمل کرنا ضروری ہے۔ ہر ایک کو چاہئے کہ وہ اپنے ان مقدس بانیان کی تعلیم کو اپنائے تبھی ہم سب اتفاق و اتحاد سے رہ سکتے ہیں اور ہمارا ملک امن کا گہوارہ بن سکتا ہے۔

جماعت احمدیہ کا یہ اصول ہے کہ قرآن مجید جو خدا کی کتاب ہے اس میں یہ بات واضح کر دی گئی ہے کہ ہر قوم ہر مذہب ہر امت میں نبی گزرے ہیں لہٰذا ہم بانگ دہل یہ اعلان کرتے ہیں اور پیشوایان مذاہب کے جلسوں میں بھی یہ اعلان کرتے ہیں کہ تمام مذاہب خدا کی طرف سے ہیں خدا نے کسی قوم یا اُمت کو بے سہارا نہیں چھوڑا ہر قوم کی طرف رشی منی اوتار پیغمبر آئے ہیں ان سب کا احترام کرنا ضروری ہے ہم سبھی دھرم کے بانیان کا دل کی گہرائیوں سے عزت و احترام کرتے ہیں اور ایمان لاتے ہیں کیونکہ ان سب نبیوں پر ایمان لانا ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ہمارے امام سیدنا مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ باہر کے ملکوں کا دورہ کرتے ہیں تو وہاں پر آپ کا پُر جوش استقبال کیا جاتا ہے حال ہی میں حضور انور نے آسٹریلیا، سنگاپور، نیوزی لینڈ اور دیگر کئی ممالک کا اور پچھلے سال امریکہ کینیڈا جرمنی کا دورہ کیا جو کہ بہت کامیاب رہا۔ بین الاقوامی سیاسی اور غیر سیاسی سرکردہ لیڈران نہ صرف جماعت احمدیہ کے کاموں اور نظریات کی سراہنا کرتے ہیں بلکہ خود حضور انور سے مصافحہ کر کے از حد خوشی کا اظہار کرتے نظر آتے ہیں بلکہ پیارے امام کو بار بار اپنے ملک میں آنے کی دعوت دیتے ہیں۔ حضور انور امریکہ کینیڈا جرمن وغیرہ میں میڈیا اور معزز لیڈران و شہریوں کے سامنے جو خطابات دیتے رہے ہیں غیروں میں ان کی بہت مقبولیت ہوئی اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ آپ نے حقیقی اسلامی تعلیم کو وہاں پیش فرمایا جو قرآن مجید میں بیان ہے۔ پس آج ضرورت اس بات کی ہے کہ لوگ آپ کی خلافت کو ماننے والے ہو جائیں اور معلم آخر الزمان کی اس پاکیزہ جماعت میں شامل ہو کر وحدانیت پر ایمان لا کر ملک اور قوم اور دنیا میں ایک نہایت پاکیزہ معاشرہ قائم کریں۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

اَے ہم وطنو! وہ دین دین نہیں ہے جس میں عام ہمدردی کی تعلیم نہ ہو۔ اور نہ وہ انسان انسان ہے جس میں ہمدردی کا مادہ نہ ہو۔ ہمارے خدا نے کسی قوم سے فرق نہیں کیا۔ مثلاً جو جو انسانی طاقتیں اور قوتیں آریہ ورت کی قوموں کو دی گئی ہیں وہی تمام قوتیں عربوں اور فارسیوں اور شامیوں اور چینیوں اور جاپانیوں اور یورپ اور امریکہ کی قوموں کو بھی عطا کی گئی ہیں۔ سب کے لئے خدا کی زمین فرش کا کام دیتی ہے اور سب کے لئے اس کا سورج اور چاند اور کئی اور ستارے روشن چراغ کا کام دے رہے ہیں۔ اور دوسری خدمات بھی بجالاتے ہیں۔ اُس کے پیدا کردہ عناصر یعنی ہوا اور پانی اور آگ اور خاک اور ایسا ہی اس کی دوسری تمام پیدا کردہ چیزوں اناج اور پھل اور دوا وغیرہ سے تمام قومیں فائدہ اُٹھا رہی ہیں۔ پس یہ اخلاقِ ربانی ہمیں سبق دیتے ہیں کہ ہم بھی اپنے بنی نوع انسانوں سے مروّت اور سلوک کے ساتھ پیش آویں اور تنگ دل اور تنگ ظرف نہ بنیں۔

☆☆(پیغام صلح)☆☆

تخیل نمائی میں مدد کیلئے تحریر کے ساتھ خاکوں کا استعمال

خزائن مہدی دوراں کا ادراک اور جدید تحقیق و تعلیم

تحریر: ڈاکٹر الطاف قدیر، کینیڈا

تحریر کے ساتھ ساتھ معنوی پہلوؤں کو اُجاگر کرنے کیلئے مختلف نوعیت کے خاکوں اور اشکال Graphic comprehension کو concept maps, web diagrams استعمال کرنے کا عمل طویل عرصہ سے جاری ہے مہدی دوراں علیہ السلام کے روحانی خزائن میں سے معرکہ آراء تصنیف ''براہین احمدیہ'' کو دنیا میں ایک خاص مقام حاصل ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اپنی گرانقدر تصنیف Revelation Rationality knowledge and truth کو معنون کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصنیف براہین احمدیہ اور اسلامی اُصول کی فلاسفی کا ذکر فرمایا کہ ان کتب نے علم وعرفان کے نئے دریچے کھولے۔

براہین احمدیہ، حصہ پنجم کے صفحہ نمبر ۲۲۱ پر حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی تحریر کے معنوی رموز نمایاں فرمانے کیلئے ایک خاکہ بھی پیش فرمایا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''پھر سب کے بعد سید الانبیاء و خیر الوریٰ مولانا و سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ایک عظیم الشان روحانی حسن لیکر آئے جس کی تعریف میں یہی آیت کریمہ کافی ہے۔ دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی یعنی وہ نبی جناب الٰہی سے بہت نزدیک چلا گیا اور پھر مخلوق کی طرف جھکا اور اس طرح پر دونوں حقوں کو جو حق اللہ اور حق العباد ہے ادا کر دیا۔ اور دونوں قسم کا حسن روحانی ظاہر کیا۔ اور دونوں قوسوں میں وتر کی طرح ہوگیا۔ یعنی دونوں قوسوں میں جو ایک درمیانی خط کی طرح ہو اور اس طرح اس کا وجود واقع ہوا جیسے یہ:

اِس حسن کو ناپاک طبع اور اندھے لوگوں نے نہ دیکھا''

قرآن کریم کی آیت کے معنی کو یوں پیش کرنا ایک خاص نکتہ ہے جس میں پیش کش، تصنیف، تدریس اور تحقیق کے کئی پہلو نمایاں ہیں۔

آج سے تقریباً ۱۰۰ سال پہلے کی کتب میں ایسے خاکوں کا استعمال ایک نایاب انداز سموئے ہوئے ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اس انداز کے استعمال سے اپنی تحریر میں معنویت اور موضوعات کے حسن کو بڑھانے کا احسن طریق اپنایا۔ وقت کے ساتھ ساتھ تصنیف، تدریس اور تعلیم کی دنیا میں خاکوں کا استعمال بڑھتا گیا اور پھر اس کی افادیت کو مؤثر بنانے کے عمل پر باقاعدہ تحقیق شروع ہوئی جو اب وسیع علم کی صورت میں موجود ہے۔ کمپیوٹر کی بدلتی ہوئی صورتوں نے بھی ان اشکال کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔

اِس کام میں تحقیق کے ایک ماہر Joseph D Novak اور ان کے ساتھیوں نے 1970ء کے قریب اس طریق Concept Maps کو مؤثر استعمال کرنے کے کئی راستے اپنائے۔ ایسے تدریسی خاکوں کو عام کرنے کے پس منظر میں علم التعلیم اور تعلیمی نفسیات کی ایک تھیوری کا ذکر بھی ملتا ہے جسے Constructivist Theory کہا جاتا ہے اس تھیوری کے حامیوں کی رُو سے علم حاصل کرنے والے فعال رنگ Actively میں سیکھنے اور تفہیم حاصل کرتے ہیں یوں تخیل نمائی میں خاکے تحریر کے ساتھ ساتھ معنی سمجھنے اور اسے دیگر خیالات سے مربوط کرنے میں مدد دے سکتے ہیں۔ اس خیال کو سامنے رکھ کر کئی اور طریقے بھی اب مختلف مضامین کا حصہ بن گئے ہیں۔

البرٹ آئین سٹائین کی سوچ کے عمل کے بارے میں Robert Weber نے اپنی کتاب Pioneers of Science (Physics) کے صفحہ ۶۴ پر لکھا ہے کہ:

"Einstein has described his life long habit of thinking in concepts and diagrams:" I rarely think in words at all. A thought comes and I may try to express it in words afterword." (Pioneers of Science: Nobel Prize Winners in Physics. by Robert Weber. Page.64)

موضوع، ذاتی صلاحیتوں اور ادراک کی کیفیت کے لحاظ سے مختلف ذہن اپنے تخیلات کی دنیا کا سفر کرتے ہیں۔ یہ عمل معلومات کو سمجھنے، نئی تخلیقات کے وجود میں لانے اور ان کی تدریس و ترویج کے عوامل میں بھی نظر آتا ہے۔

Dean اور Carlin Flora Simonton نے Discover رسالہ کے ۲۰۱۱ء کے موسم سرما کے شمارے کے صفحہ نمبر ۳ پر لکھا ہے کہ:

" Some people inherit a set of cognitive and personality traits (Conscientiousness, for instance, or the ability to picture and mentally manipulate three -dimensional objects) that enable them to learn more quickly." (Dean Simonton and Carlin Flora Discover, Winter 2011, Page3)

اشکال کی تصورات میں عکاسی اور تخیل کی دنیا میں اشکال کی تخلیق معنوی آموزش میں معاون ثابت ہوسکتی ہے۔ علم التعلیم میں شخصی انفرادیت کو بھی سامنے رکھتے ہوئے طریقہ تصنیف و تدریس پر زور دیا جاتا ہے۔

مختلف تصورات یا معلومات کو خاکوں یا Concept Maps میں ظاہر کرنے کے لئے بسا اوقات کسی مرکزی خیال کے گرد ایک شکل (مثلاً دائرہ یا مربع) بنا کر اس کے متعلق جزئیات کو دکھایا جاتا ہے۔ ان اشکال کو خطوط یا تیر نما نشانوں سے خاص انداز سے ملایا جاتا ہے جو معنویت کی بہتر تخیل نمائی میں مدد کر سکتا ہے۔ مضامین، تصنیف کے پیرہن، معلم اور تحصیل علم کرنے والوں کے لحاظ سے اِن Graphic Organizers کی اقسام میں نئی تخلیقات کا اضافہ ہو رہا ہے۔ کمپیوٹر کی دنیا میں اب اس میں Three Dimensional (3D) کا پہلو بھی نمایاں ہے۔ اگر ان تمام عوامل کا بہترین استعمال کیا جائے تو تدریس میں مدد ملتی ہے۔ بعض معلمین تدریس کے دوران اگر کسی کتاب میں تحریر کو عام فہم بنانا چاہیں تو طلبہ کے ساتھ مل کر اس تحریر کو اشکال کے سانچے (Graphic Organizer) میں ڈھال کر معنویت کی گہرائیوں میں جاتے ہیں۔ اس طرح تبادلہ خیال میں یہ مواقع بھی پیدا ہوتے ہیں کہ اس کتاب کا کتابوں سے تعلق، پڑھنے والے کے تجربات سے تعلق اور وسیع تر جملہ علوم سے کیا ارتباط ہوسکتا ہے۔ یہ طریقہ جات مذہبی علوم کی تدریس، تصنیف اور تحقیق میں بھی بعض پہلوؤں کو سمجھانے کیلئے زیادہ رائج کئے جاسکتے ہیں جس سے مشکل تخیلات کو آسان رنگ میں سمجھا اور سمجھایا جاسکتا ہے۔

جو کوئی دریائے فکر دیں میں ہوگا غوطہ زن
میل اُتر جائے گی اس کی دل صفا ہوجائے گا
(کلام محمود)

کمپوزنگ و ڈیزائننگ
کرشن احمد قادیان

محمود احمد بانی
منصور احمد بانی
اُسد | شہروز | مسرور

BANI ®
موٹر گاڑیوں کے پرزہ جات

Our Founder:
Late Mian Muhammad Yusuf Bani
(1908-1968)
(ESTABLISHED 1956)
AUTOMOTIVE RUBBER CO.
5, SOOTERKIN STREET, KOLKATA-700072

BANI AUTOMOTIVES
56,TOPSIA ROAD (SOUTH)
KOLKATA- 700046

BANI DISTRIBUTORS
5, SOOTERKIN STREET
KOLKATA-700072

PHONE: CITY SHOWROOM: 2236-9893, 2234-7577, WAREHOUSE: 2343-4006, 2344-8741, RESIDENCE: 2236-2096, 2237-8749, FAX: 91-33-2234-7577